01 Khutbat-e-Mahmood J-1

مواعظ فقیہ الامت

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند

جلد: اوّل

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

تفصیلات

نام کتاب: ....مواعظ فقیہ الامت (اوّل)

افادات: ....حضرت اقدس فقیہ الامت قدس سرہ

ترتیب جدید: ....محمد فاروق غفرلہٗ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ

تعداد: ۵۰۰۰

کمپوزنگ: ....مجیب الرحمن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا

سن اشاعت: ....۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء

صفحات: ۳۳۲

قیمت: ....

-:ناشر:-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: اوّل

☆......عرض مرتب---------------------------------------۲۳

☆......حقیقت توبہ ---------------------------------------۴۱

☆......فوائد صحبت ---------------------------------------۵۱

☆......تاثیر ذکر---------------------------------------۶۷

☆......تزکیہ نفس ---------------------------------------۷۹

☆......صلوۃ وسلام کے لئے نظر آنا ضروری نہیں-------------------۹۵

☆......مذمت کبر ---------------------------------------۱۰۷

☆......حقیقت شکر ---------------------------------------۱۲۱

☆......ذکر، نسبت، اجازت ---------------------------------۱۳۷

☆......اکابر کا علمی ذوق---------------------------------۱۵۳

☆......ماہِ مبارک اور قبولیت دعاء ---------------------------۱۷۱

☆......فساد حب مال اور اس کا علاج ---------------------------۱۸۱

☆......جذبۂ انتقام اور معافی ---------------------------۱۹۹

☆......ایمان، تقویٰ، صدق ---------------------------۲۱۹

☆......اصلاح قلب ---------------------------------- ۲۳۳
☆......حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صفائے قلب ---------------------- ۲۴۷
☆......حقیقت بدعت ---------------------------------- ۲۶۳
☆......مراتب علم ---------------------------------- ۲۸۱
☆......تفسیر سورۂ ناس ---------------------------------- ۲۹۳
☆......قصہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام ---------------------------- ۳۰۷
☆......اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ---------------------------- ۳۱۹

تمت وبالفضل عمت

تفصیلی فہرست

مواعظ فقیہ الامت

جلد: اوّل

☆......عرض مرتب ---------------------------------- ۲۳
☆......خانقاہ محمودیہ ڈابھیل کے معمولات اور نظام الاوقات کی ایک جھلک -- ۲۵
☆......معمولات حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ ----------------- ۳۳
☆......**حقیقت توبہ** -------------------- ۴۱
☆......توبہ -- //
☆......ایک بچے کی توبہ ---------------------------------- //
☆......حقوق العباد کی توبہ ----------------------------- ۴۳
☆......جیسا گناہ ویسی توبہ ------------------------------ //
☆......غیبت کی حرمت --------------------------------- //
☆......غیبت کس کو کہتے ہیں؟ ---------------------------- ۴۴
☆......بہتان -- //
☆......قلم کی غیبت ------------------------------------ ۴۵
☆......ہاتھ سے غیبت ------------------------------- //
☆......ایک بڑے انداز کی غیبت --------------------------- ۴۶
☆......غیبت کی ایک قسم کفر ہے ---------------------------- //
☆......تبلیغی چلہ کا فائدہ ------------------------------ ۴۷

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......اعتکاف کا فائدہ ---------- ۴۷
☆......زبان کی حفاظت ---------- ۴۸
☆......میاں بیوی کے اختلاف کے نقصانات ---------- ۴۹
☆......ہفتہ میں دوبار اعمال کی پیشی ---------- ۵۰
☆......**فوائد صحبت** ---------- ۵۱
☆......حضرت نبی کریم ﷺ کی صحت کی برکت ---------- ۵۳
☆......ماہِ مبارک کی برکت ---------- //
☆......حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کی صحبت کی برکت ---------- ۵۴
☆......علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی صحبت کا ڈاکٹر اقبال مرحوم پر اثر ---------- ۵۵
☆......علامہ اقبال مرحوم کی قادیانیت سے توبہ ---------- ۵۶
☆......توبہ کے بعد علامہ اقبال مرحوم کے اندر تبدیلی ---------- ۵۷
☆......عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ---------- //
☆......علامہ انور شاہ کشمیریؒ میں حضرت شیخ الہندؒ کا ادب ---------- ۵۸
☆......حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا ادب ---------- ۶۰
☆......مولانا کفایت اللہ گنگوہیؒ حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں ---------- //
☆......حضرت تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں ---------- ۶۳
☆......صحبت سے فائدہ کے لئے شرط ---------- ۶۴
☆......حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو سامنے آنے کی ممانعت ---------- ۶۵
☆......شیخ جلال الدین تھانیسریؒ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں ---------- ۶۶
☆......**تاثیر ذکر** ---------- ۶۷
☆......شیخ بوعلی سینا کے اشکال کا حکیمانہ جواب ---------- ۶۹

☆......اشرف المخلوقات کا مطلب ---------------------------- ۷۰
☆......روح کی قوتیں اور اقسام ---------------------------- ۷۱
☆......انسان اور جانوروں میں فرق ---------------------------- ۷۲
☆......خلاصۂ کمالات ---------------------------- ۷۳
☆......بیداری میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ---------------------------- //
☆......حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری میں زیارت ---------------------------- ۷۴
☆......بیدار اور خواب کی زیارت میں کونسی زیادہ قوی ہے؟ ------------ //
☆......ایمان بالغیب معتبر ہے ---------------------------- ۷۵
☆......انتقال کے وقت کا ایمان معتبر نہ ہونے کی وجہ ---------------- ۷۶
☆......ابن ماجہ شریف کی ایک روایت ---------------------------- //
☆......غفلت کے ساتھ ذکر بھی کار آمد ہے ---------------------------- ۷۷
☆......حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ---------------------------- ۷۸
☆......تذکیۂ نفس ---------------------------- ۷۹
☆......کامیابی کا نقطۂ نظر ---------------------------- ۸۱
☆......حقیقی کامیابی ---------------------------- ۸۳
☆......حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت کا واقعہ ------------ //
☆......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سخاوت کا واقعہ ------------------ ۸۴
☆......حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی سخاوت ------------------ ۸۵
☆......قیس کی سخاوت ---------------------------- //
☆......نابینا اپاہج کی سخاوت ---------------------------- ۸۶

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی سخاوت ------------------- ۸۷
☆......حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سخی ---------------- ۸۸
☆......حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ------------------------ //
☆......ایک سخی کی سخاوت --------------------------------- ۸۹
☆......ایک سخی کی عجیب سخاوت ----------------------------- ۹۰
☆......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ------------------------- ۹۱
☆......آٹا روٹی پکنے گیا --------------------------------- ۹۲
☆......کثرت ذکر ------------------------------------- //
☆......**صلوٰۃ وسلام کیلئے نظر آنا ضروری نہیں** ------- ۹۵
☆......فقیہ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ڈاکٹر سے گفتگو --------------- ۹۷
☆......مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور سرسید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ --------- ۹۹
☆......کتا پالنے کی ممانعت کی وجہ ---------------------------- //
☆......کیا ہم خدا کو دیکھ سکتے ہیں؟ -------------------------- ۱۰۲
☆......قیامت میں اللہ تعالیٰ کی تجلی -------------------------- ۱۰۴
☆......اشکال مع جواب ------------------------------- ///
☆......دور سے پڑھنے والے کا درود شریف فرشتے پہنچا دیتے ہیں -------- ۱۰۵
☆......**مذمت کبر** --------------------- ۱۰۷
☆......انسان اپنی پیدائش پر غور کرے -------------------------- ۱۱۰
☆......انسان کی صحبت کا غذا پر اثر ---------------------------- ۱۱۲
☆......انسان کی عاجزی اور کمزوری -------------------------- //

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......متکبر آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا ---------- ۱۱۳
☆......علم کا نشہ ---------- ///
☆......علم کا حقیقی فائدہ ---------- ۱۱۴
☆......شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ---------- ///
☆......علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فارغین کو خطاب ---------- ///
☆......علم کا اثر ---------- ۱۱۵
☆......غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے شیطان کی چال ---------- ///
☆......امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے شیطان کا مناظرہ ---------- ۱۱۷
☆......سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے شیطان کا مناظرہ ---------- ///
☆......علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ---------- ۱۱۸
☆......علم کیوں دیا گیا ---------- ۱۱۹
☆......مرنے کے بعد اہل علم حضرات کا اکرام ---------- ///
☆......**حقیقتِ شکر** ---------- ۱۲۱
☆......روزہ کی شکر گذاری ---------- ۱۲۳
☆......ناشکری سے حفاظت ---------- ۱۲۴
☆......مونچھیں رکھنے والا خاندان ---------- ۱۲۵
☆......بنی اسرائیل کی ناشکری ---------- ///
☆......کھلم کھلا نافرمانی پر عذاب ---------- ۱۲۶
☆......بغداد کی تباہی ---------- ۱۲۷
☆......مسلمانوں کی بزدلی ---------- ۱۲۸

☆......دہلی میں قتل عام ---------- ۱۲۸

☆......تاتاریوں کا قبول اسلام ---------- ۱۳۰

☆......روزہ کی شکرگذاری ---------- ۱۳۱

☆......وقت کی قدردانی ---------- ///

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا شوق عبادت ---------- ۱۳۲

☆......حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جہاد ---------- ۱۳۳

☆......ایک شاعر کی بدگمانی اور اس کا انجام ---------- ۱۳۴

☆......حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایات اور گورنری سے برطرفی -- ۱۳۵

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بددعا کا خوف ---------- ۱۳۶

☆......**ذکر، نسبت، اجازت** ---------- ۱۳۷

☆......ذکر کا اثر ---------- ۱۳۹

☆......حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اجازت کا مطلب----- ۱۴۰

☆......فیض کی نہ یہاں کمی نہ وہاں کمی ---------- ۱۴۱

☆......حضرت رائپوریؒ اور حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی تھانہ بھون حاضری --- ///

☆......حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع ---------- ۱۴۳

☆......فنا سے مراد ---------- ۱۴۴

☆......حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ---------- ///

☆......حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فنا فی الشیخ ہونا ---------- ///

☆......نسبت کیا چیز ہے؟ ---------- ۱۴۵

☆......مولانا عبدالعزیز رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا فنا فی الشیخ ہونا ---------- ///

☆......مجمع کا اثر ---------------------------------- ۱۴۶
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اثر -------------------- ///
☆......حضرت میانجی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیت کا غلبہ ---------------- ///
☆......حضرت میانجی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اثر ---------------- ۱۴۷
☆......قبر سے وہی فیض ہوگا جو زندگی میں ہوتا تھا ---------------- ///
☆......صاحب قبر سے استفادہ ---------------------------- ۱۴۸
☆......کشف قبور قابل اعتماد نہیں ---------------------------- ///
☆......قبر سے استفادہ کا واقعہ ---------------------------- ۱۴۹
☆......سائیں توکل شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- ۱۵۰
☆......مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کو مجلس نبوی میں سند افتاء پر فائز دیکھتا ہوں -- ۱۵۱
☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سے حضرت گنگوہیؒ کو فتویٰ لکھنے کی اجازت -- ۱۵۲
☆......مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قلم عرش کو دیکھ کر چلتا ہے ------- ///
☆......**اکابر کا دینی ذوق** -------------------- ۱۵۳
☆......حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تلبینہ بھیجا ---- ۱۵۶
☆......مکتوب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ------ ۱۵۷
☆......مکتوب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ------ ۱۵۸
☆......اب تو میں اور تم ہی رہ گئے ---------------------------- ۱۵۹
☆......حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہدیہ قبول کرنے کے شرائط ------- ///
☆......شکر کا واقعہ ---------------------------------- ///
☆......ککڑی کا واقعہ ---------------------------------- ۱۶۰

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......بالوشاہی کی تین ٹکیاں ---------------------------------- ۱۶۱
☆......تین سطریں ناک کی برابر ---------------------------------- ۱۶۲
☆......حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تھانہ بھون حاضری ------------------ ///
☆......سفارش کرنے والے کا سامان بھی نکلوادیا--------------------- ۱۶۳
☆......گھڑی کے ہدیہ اور فروخت کا واقعہ -------------------------- ///
☆......مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تعظیماً کھڑے ہونے کا واقعہ ------------------------------------ ۱۶۵
☆......دو حدیثوں میں تعارض اور اس کا حل ------------------------ ۱۶۶
☆......مشائخ کی صحبت سے ان کا ذوق حاصل کیا جاتا ہے -------------- ۱۶۷
☆......اہل علم کا غیر عالم سے بیعت ہونے کا مقصد -------------------- ///
☆......حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میلاد کی شرکت سے معذرت ------ ///
☆......اصل مسئلہ یں اصولی اختلاف ------------------------------ ۱۶۸
☆......حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ترک ملازمت کی ممانعت - ۱۶۹
☆......حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ترک ملازمت سے متعلق حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب -- ///
☆........................**ماہِ مبارک اور قبولیت دعا** ----------------- ۱۷۱
☆......قبولیت دعا کی تشریح ---------------------------------- ۱۷۳
☆......مکہ مکرمہ جلد واپسی کی دعا ------------------------------- ///
☆......مدینہ طیبہ جلد واپسی کی دعا ------------------------------ ۱۷۴
☆......قبولیت دعا کی صورتیں ---------------------------------- ///

☆......ماہِ مبارک کی برکات ---------- ۱۷۵
☆......قبولیت دعا کے شرائط ---------- ۱۷۶
☆......قبولیت دعا کے لئے حلال روزی بھی ضروری ہے ---------- ۱۷۷
☆......اکل حلال کی برکات ---------- ۱۷۸
☆......مسلمان کی بہادری کی وجہ ---------- //
☆......حرام مال سے حفاظت ---------- ۱۷۹
☆......کاشتکاروں کی حالت ---------- ۱۸۰
☆......**فساد حب مال اور اس کا علاج** ---------- ۱۸۱
☆......فساد عالم کی بنیادی تین چیزیں ---------- ۱۸۳
☆......حب مال ---------- ۱۸۴
☆......سود ---------- //
☆......غصب ---------- //
☆......رشوت ---------- //
☆......مقدمہ بازی ---------- ۱۸۵
☆......دو بھائیوں کے اختلاف کی نحوست ---------- //
☆......صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا ---------- ۱۸۶
☆......مشاہدہ پر اعتماد کے بجائے آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر اعتماد ہونا چاہئے ---------- ۱۸۷
☆......حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ---------- ۱۸۸
☆......آنکھ قابل اعتماد نہیں ---------- //
☆......حافظ فضل حق کا واقعہ ---------- ۱۹۰

☆......آنحضرت ﷺ کے صدق پر مشرکین بھی یقین رکھتے تھے -------- ۱۹۰
☆......کتابِ دین -------------------------------------- ۱۹۳
☆......یعلمون تعلمون -------------------------------- //
☆......پٹھان زادہ کا واقعہ -------------------------------- //
☆......عربی والوں کی غلطی -------------------------------- ۱۹۴
☆......بغیر استاذ کے حدیث شریف پڑھنے والوں کی غلطیاں ---------- //
☆......سندھی میں خط ------------------------------------ ۱۹۵
☆......قابل اعتماد چیزیں ---------------------------------- //
☆......مالدار اور فقیر کی کوتاہی ----------------------------- ۱۹۶
☆......**جذبۂ انتقام اور معافی** ---------------- ۱۹۹
☆......حب مال اور اس کا علاج ------------------------------ ۲۰۱
☆......جذبۂ انتقام اور اس کا علاج ---------------------------- ۲۰۲
☆......آنحضرت ﷺ کا اپنے قاتل کو معاف فرمانا ---------------- ۲۰۳
☆......ثمامہ ابن اثال رضی اللہ عنہ کی معافی اور قبول اسلام ---------------- ۲۹۴
☆......فتح مکہ اور عام معافی --------------------------------- //
☆......حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام -------------------- ۲۰۵
☆......حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے جھنڈا واپس لینا ---------------- ۲۰۶
☆......کفار مکہ کی درخواست معاف اور آنحضرت ﷺ کا انکو معاف فرمانا --- //
☆......مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت آنحضرت ﷺ کی حالت -------- ۲۰۷
☆......معافی کا اعلان عام --------------------------------- //

☆......کفار مکہ کی معافی اور ان کا قبول اسلام ---------------------- ۲۰۸

☆......حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی کا غصہ -------------------- ۲۰۹

☆......عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ---------------------- //

☆......حضرت ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مخالفین کیلئے دعا فرمانا --- ۲۱۰

☆......حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا چور کے ساتھ سلوک ------------ ۲۱۱

☆......ایک بزرگ کا انتقام کے لئے فرمانا ----------------------- ۲۱۲

☆......اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن کو معاف فرمانا ------------ //

☆......خلیفہ مامون رشید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک ---- ۲۱۳

☆......استاذ کا بچوں کو سزا دینا ---------------------------- ۲۱۴

☆......بچوں کو مارنے کی حد ----------------------------- //

☆......حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی پٹائی ------------------------- ۲۱۵

☆......حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ------------------------ //

☆......جرم ایک سزائیں مختلف ---------------------------- //

☆......امن عامہ کو قائم رکھنا سب کی ذمہ داری ہے ------------------ ۲۱۶

☆......جذبۂ انتقام اور حدود شرع کے تحفظ میں فرق ---------------- ۲۱۷

☆......فتویٰ کفر --- //

☆......شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہما ------ ۲۱۸

☆......**ایمان، تقویٰ، صدق** --------------- ۲۱۹

☆......ایمان کی حقیقت ---------------------------------- ۲۲۱

☆......مومن کی صفات ------------------------------------ ۲۲۳

☆......تقویٰ کا حکم ---------- //
☆......تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ ---------- ۲۲۴
☆......دھوکہ دینے والا ---------- ۲۲۵
☆......شرعی داڑھی نہیں ---------- ۲۲۶
☆......بچوں کا گھر اور ریل ---------- //
☆......مضبوط ایمان کا حال ---------- //
☆......ایمان کا تقاضہ ---------- ۲۲۷
☆......تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ ---------- //
☆......ہجرت کی حکمت ---------- ۲۲۹
☆......"اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" ---------- //
☆......اہل صفہ کا حال ---------- ۲۳۰
☆......صادقین قیامت تک رہیں گے ---------- //
☆......بچوں کے لئے مدرسہ کی ضرورت ---------- ۲۳۱
☆......خانقاہوں کی ضرورت ---------- //
☆......اجتماعی اعتکاف کی اہمیت ---------- //
☆......اللہ تعالیٰ کی طرف سے دروازے کھلے ہوئے ہیں ---------- ۲۳۲
☆......**اصلاح قلب** ---------- ۲۳۳
☆......قلب بمنزلۂ بادشاہ کے ہے ---------- ۲۳۶
☆......ایک شہزادہ کا واقعہ ---------- //
☆......بادشاہ کی نیت کا اثر ---------- ۲۳۸

☆......قلب کی نیت کا اثر ---------------------------------- ۲۳۹
☆......جنت کی نعمتوں کا حال ---------------------------------- ۲۴۰
☆......اصلاح قلب کی ضرورت ---------------------------------- ۲۴۱
☆......افریقہ میں ایک مجلس ---------------------------------- ۲۴۲
☆......قلب کی صفائی کی ضرورت ---------------------------- //
☆......تلوار کا نیام پرانا ہے؛ مگر دھار بہت تیز ہے ------------------ ۲۴۳
☆......امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نائی کو جواب ------------------ ۲۴۴
☆......اہل اللہ کے یہاں قلب کی صفائی کا اہتمام ------------------ ۲۴۵
☆......................**حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صفائی قلب** --------- ۲۴۷
☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ ---------------------------------- ۲۴۹
☆......مال اور اولاد کے لئے برکت کی دعا ---------------------- ۲۵۰
☆......دل کو صفا رکھنے کی نصیحت ---------------------------- ۲۵۱
☆......اہل شوریٰ سے ملاقات نہ کرنے کی وجہ ------------------ //
☆......جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی درخواست --------- ۲۵۲
☆......حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی چائے کی خدمت --------- ۲۵۳
☆......حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست ------------ //
☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھانے کی تدبیر ------------ ۲۵۴
☆......کدو کی محبت -- ۲۵۵
☆......ساری عمر گریبان کھلا رکھا ---------------------------- //
☆......حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت سے محبت --------------- //

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......محبت قلبی چیز ہے ---------- ۲۵۶
☆......شربت کو دیکھ کر رونا ---------- //
☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم ---------- //
☆......یہود و نصاریٰ مشرکین کا طریقہ اوران کی تردید ---------- ۲۵۷
☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے -- ۲۵۸
☆......سنت کی محبت ---------- ۲۵۹
☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا انعام ---------- //
☆......دل کی حفاظت ---------- //
☆......حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ---------- ۲۶۰
☆......وہ ہونگے مخالف ہم تو مخالف نہیں ---------- ۲۶۱
☆......شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی بادشاہوں سے سفارش ---------- //
☆......دل کے کھوٹ کے نقصانات ---------- ۲۶۲
☆......**حقیقت بدعت** ---------- ۲۶۳
☆......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی --- ۲۶۵
☆......ہماری ذمہ داری ---------- ۲۶۶
☆......بدعت کی تعریف پر اعتراض کا جواب ---------- //
☆......بدعت کی بعض مثالیں ---------- ۲۶۷
☆......دین کے اندر غیر دین کے گھسنے کو برداشت نہیں کیا جاسکتا ---------- ۲۶۸
☆......جمع قرآن کا واقعہ اوراس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اشکال ---------- ۲۶۹
☆......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مزاج ---------- ۲۷۰

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......قبر کو سجدہ کرنا ---------------------------------- ۲۷۰
☆......بدعتی کا حال -- ۲۷۲
☆......جنت سے نکالے جاتے وقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی اللہ تعالیٰ سے درخواست -- ۲۷۳
☆......ابلیس کی پہلی درخواست مجھے قیامت تک کیلئے مہلت دے ------- //
☆......دوسری درخواست مجھے ان پر قابو دے -------------------- ۲۷۴
☆......تیسری درخواست مجھے ترقی دے ---------------------- //
☆......حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی درخواست -------------------- ۲۷۵
☆......حضرت آدم علیہ السلام کی دوسری درخواست ------------------ //
☆......حضرت آدم علیہ السلام کی تیسری درخواست ------------------ //
☆......شیطان کی بے چینی اور بے قراری ---------------------- //
☆......اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق کا وعدہ------------------ ۲۷۶
☆......بدعت سخت خطرناک ہے ---------------------------- ۲۷۷
☆......سخت ترین افسوس کی بات ---------------------------- //
☆......زندگیوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے ------------------ ۲۷۸
☆......پچھلی امتوں میں تحریف دین کی بنیاد -------------------- //
☆......غیر اللہ کے لئے سجدہ کی ممانعت ---------------------- ۲۷۹
☆......ہر ہر بدعت کے بارے میں سوال کیا جائے---------------- //
☆......بدعت کی عجیب مثال ----------------------------- ۲۸۰
☆......فرق نامیہ ------------------------------------ //

☆..................................مراتب علم ---------------------- ۲۸۱
☆......درجات علم -- ۲۸۳
☆......پہلا درجہ -- ///
☆......مطالعہ سے حل کرنا -- ۲۸۴
☆......حافظ حسین ابن بندہ رحمۃ اللہ علیہ ---------------------------- ۲۸۵
☆......''ثم نقد'' کا مطلب ---------------------------------- ///
☆......عقد ثلثین کا مطلب ---------------------------------- ۲۸۶
☆......قرآن پاک سے مسائل نماز کو حل کرنا ---------------------- ۲۸۷
☆......نماز کی فرضیت -- ///
☆......حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ تعلیم ---------------------- ///
☆......شرائط نماز -- ۲۸۸
☆......ارکان وفرائض -- ///
☆......بغیر استاذ کے قرآن پاک پڑھنے میں غلطی ------------------ ۲۸۹
☆......بغیر استاذ کے حدیث شریف پڑھنے میں غلطی ------------------ ۲۹۰
☆......اِحُتَحَرَ کا اِحُتَجَمَ ---------------------------------- ///
☆......عِدَةُ ابن مَن -- ۲۹۱
☆......عَنِ اللهِ عَنْ رَجُلٍ ---------------------------------- ///
☆......ضرورت سند -- ///
☆..................................تفسیر سورۂ ناس ------------------ ۲۹۳
☆......شان نزول -- ۲۹۵

☆......کوکب محمد ﷺ ------------------------- ۲۹۵
☆......ایام شیر خوارگی میں ایک یہودی کا جھپٹا مارنا ---------------- ۲۹۶
☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودی کا دستاویز لکھوانا --------------- //
☆......حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان --------------- ۲۹۷
☆......سحر کا اثر ---------------------------------- ۲۹۸
☆......لفظ ناس کے تکرار کی وجہ --------------------------- ۲۹۹
☆......انسان کی تین حالتیں --------------------------- //
☆......خنّاس کیا چیز ہے ----------------------------- ۳۰۲
☆......ذکر! ضرب کے ساتھ --------------------------- ۳۰۳
☆......شیطان کی دو قسمیں ----------------------------- //
☆......شیطان انس --------------------------------- ۳۰۴
☆......انسان عالم اصغر ہے ----------------------------- //
☆......لفظ الناس کے تکرار کی وجہ ------------------------ ۳۰۵
☆......معوذتین کی خاصیت ---------------------------- //
☆......معوذتین کے ساتھ فجر کی امامت --------------------- ۳۰۶
☆......قصہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام ---------- ۳۰۷
☆......فرعون کا خدائی دعویٰ ---------------------------- ۳۱۰
☆......قبطی کے قتل کا واقعہ اور مصر سے مدین کا سفر ---------------- //
☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کا ملنا --------------------- ۳۱۱
☆......ایک قادیانی سے گفتگو --------------------------- ۳۱۲

01 Khutbat-e-Mahmood J-1

☆......اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کی کتاب میں ہے ------------ ۳۱۴
☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور فرعون کے محل میں پرورش ------ ۳۱۵
☆......فرعون کے طمانچہ مارنا ------------------------------ ۳۱۷
☆......**اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم** --------------- ۳۱۹
☆......شان نزول ------------------------------------ ۳۲۱
☆......مومن ہونے کی شرط ------------------------------- ۳۲۲
☆......دوسرے شخص کا نام ذکر نہ کرنے کی وجہ -------------------- ۳۲۳
☆......فتویٰ کفر کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ---------- ۳۲۵
☆......فتویٰ کفر کی ضرورت ------------------------------ //
☆......شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق سخت فتویٰ ------------------ ۳۲۶
☆......ایک منافق اور یہودی کا فیصلہ عدالت فاروقی میں -------------- //
☆......اپنے اپنے ایمان کا جائزہ ---------------------------- ۳۲۷
☆......نمازوں کا جائزہ ---------------------------------- ۳۲۸
☆......قرآن پاک سنانے کی ضرورت -------------------------- ۳۲۹
☆......دلوں کا زنگ دور کرنا ------------------------------ ۳۳۰
☆......اپنے اپنے ایمان کی فکر ------------------------------ //
دعا حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ --------------------------- //

تمت وبالفضل عمت

....

عرضِ مرتب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

ارباب جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اور گجرات کے دوسرے محبین ومخلصین کی مسلسل کئی سالوں سے خواہش ودرخواست اور مظاہر علوم کے اختلاف وانتشار کی بناء پر ۱۴۰۶ھ کا رمضان المبارک فقیہ الامت جامع الشریعت والطریقت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ مفتی اعظم ہند نے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کی مسجد میں گذارا۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہندوستان کی عظیم ترین اسلامی درسگاہوں میں سے ایک ہے، اور بعض خصوصیات کے اعتبار سے انفرادی شان کا حامل ہے، وہاں کی ہر چیز سے حسن باطنی کے ساتھ حسن ظاہری قلب کو فرحت وسرور بخشتا اور آنکھوں کو دعوت نظارہ دیتا ہے، دلکش مناظر ودلفریب عمارتیں، صفائی ستھرائی، سلیقہ، حسن تعلیم وتربیت، سادگی، جذبۂ خدمت، حسن انتظام وہاں کی خصوصیات میں ہیں۔ جو ارباب انتظام کے ذوق صحیح، فطری حسن، اور انکی خداداد صلاحیتوں کی عکاس وترجمان ہیں۔ فخر المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری محدث دارالعلوم دیوبند۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی، مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند نور اللہ مراقدہم جیسی عظیم ویگانۂ روزگار شخصیتوں نے وہاں قیام فرما کر جامعہ کو زینت بخشی، اور وہاں کی رفعت وعظمت کو چار چاند لگائے ہیں۔

عارف باللہ حقیقت آگاہ شیخ طریقت فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے ماہ مبارک میں وہاں قیام فرمانے کیوجہ سے سینکڑوں طالبین ومسترشدین پروانہ وار جمع

ہو گئے۔ علماء، مفتیان، شیوخ حدیث، کثیر تعداد میں تھے، علماء و مفتیان کرام و شیوخ حدیث کی اتنی بڑی تعداد ایک وقت میں ایک جگہ بمشکل نظروں نے کبھی دیکھی ہوگی۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین کو بلکہ پورے ہی گجرات کو ایسا روحانی منظر شاید اوّل مرتبہ دیکھنا نصیب ہوا ہو۔ ہندوستان کے تقریباً پندرہ صوبوں: (گجرات، مہاراشٹر، پنجاب، یوپی، بہار، مغربی بنگال، ہریانہ، ہماچل پردیش، کشمیر، ایم پی، اڑیسہ، تامل ناڈو، کرناٹک، آندھرا پردیش، راجستھان) اور بیرون ہند (پاکستان، بنگلہ دیش، جنوبی افریقہ، برطانیہ، ری یونین، زمبیا، پنامہ، ٹرینیڈاڈ، کناڈا) کے حضرات نے اعتکاف میں شرکت کی۔ عشرۂ اولیٰ میں معتکفین کی تعداد تقریباً ۲۷۵، عشرۂ ثانیہ میں تقریباً ۳۰۰، عشرۂ ثالثہ میں تقریباً ۴۰۰ رہی۔ یومیہ آنے جانے والوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے جو بعض دفعہ کئی سو تک ہو جاتی، اور بعض دفعہ ہزاروں سے بھی متجاوز ہو جاتی۔ جو تراویح، اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے بیان میں شرکت یا صرف حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے بیان میں شرکت کے لئے قرب وجوار، اور بہت سے پچاس ساٹھ میل کا سفر کر کے آتے اور بیان میں شرکت کر کے واپس چلے جاتے، کاروں، آٹو رکشاؤں کی بعض دفعہ اتنی کثرت ہوتی کہ مسجد سے باہر کشادہ صحن اسٹینڈ سا معلوم ہونے لگتا۔ غرض کہ عجیب بہار تھی کہ رحمت خداوندی کھلی آنکھوں برستی معلوم ہوتی تھی۔ مدرسہ خانقاہ بنا ہوا تھا۔ اور اس کو موسوم بھی خانقاہ محمودیہ ڈابھیل سے کیا جاتا تھا۔

❑❑❑

خانقاہ محمودیہ ڈابھیل کے معمولات

اور

نظام الاوقات کی ایک جھلک

سحر میں ڈھائی بجے بیدار کر دیا جاتا، اخیر رمضان میں تقریباً سوا دو بجے بیدار کیا جاتا۔ جو حضرات بیدار کرنے پر مقرر تھے۔ وہ سونے والوں کا ہلکے سے پیر دباتے یا پیر پر ہاتھ رکھتے اور سونے والا اٹھ کھڑا ہوتا۔ چند منٹ مین سب بیدار ہو جاتے۔ نہ آواز ہوتی، نہ شور، نہ الارم بجایا جاتا نہ اعلان کیا جاتا، بتی روشن کر دی جاتی جس کو شب میں تقریباً بارہ بجے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے بیان کے چند منٹ بعد بند کر دیا جاتا تھا۔ ہر شخص استنجاء وضوء سے فارغ ہو کر نوافل میں، تلاوت میں مشغول ہو جاتا۔ ادھر منتظمین کیجانب سے اڑھائی بجے ہی تقریباً دسترخوان بچھا دیا جاتا اور دسترخوان پر برتن لگا دیئے جاتے۔ اور اعلان کر دیا جاتا، مہمان حضرات دسترخوان پر تشریف لے آئیں۔ کھانا شروع ہو جاتا جو حضرات ہاتھ دھلانے پر مقرر تھے وہ بہت خوشدلی اور مستعدی سے ہاتھ دھلاتے، اسی طرح جو حضرات کھانا کھلانے اور پانی پلانے پر مقرر تھے سب خوبصورتی اور خاموشی کے ساتھ اسکو انجام دیتے، آواز، شور بالکل نہ ہوتا۔ کھانے، چائے سے فارغ ہوتے رہتے۔ اور نوافل، تلاوت، دعا، میں مشغول ہوتے رہتے۔ ساڑھے تین بجے یا پونے چار بجے، عموماً سب فارغ ہو جاتے اور سب تلاوت ونوافل و دعا میں مشغول ہو جاتے۔ یہ منظر بھی عجیب پر کیف منظر ہوتا۔ نماز فجر اول وقت ہوتی اور اول وقت فارغ ہو کر سونے کا وقت ہوتا، اندر کے حصہ کی بتی بند کر دیجاتی اور سب سو جاتے کچھ حضرات اس وقت بھی تلاوت کرتے اور وہ باہر برآمدہ میں بیٹھ کر تلاوت کرتے، تا کہ سونے والوں کی نیند میں خلل نہ ہو، وہاں روشنی جلتی رہتی سونے کا یہ وقت دس بجے تک ہوتا کہ اصل سونے کا وقت یہی تھا۔ دس بجے

سے قبل کسی کو بیدار نہ کیا جاتا، البتہ بہت سے حضرات از خود حسب توفیق بیدار ہو کر مشغول ہوتے رہتے، کوئی آٹھ بجے کوئی نو بجے کوئی اور آگے پیچھے بیدار ہوتے اور وضو غیرہ سے فارغ ہو کر نوافل وتلاوت میں مشغول ہو جاتے، دس بجے سب کو بیدار کر دیا جاتا اور سب استنجاء وضو سے فارغ ہو کر مشغول نوافل وتلاوت ہو جاتے۔ ساڑھے گیارہ بجے سے بارہ بجے تک کتاب پڑھ کر سنائی جاتی، فضائل رمضان، اکابر کا رمضان، الاعتدال فی مراتب الرجال کا کچھ حصہ اس مجلس میں ہوا، بعدۂ ظہر سے آدھ پون گھنٹہ پہلے تک تلاوت کا سلسلہ رہتا کہ ظہر سے آدھ پون گھنٹہ قبل کچھ حضرات کچھ اور آگے پیچھے استراحت فرماتے اور اذان ظہر سے قبل اٹھ کھڑے ہوتے، اذان پر سب اٹھ جاتے، نماز ظہر سے فارغ ہو کر آیت کریمہ کا ختم ہوتا بعدۂ اجتماعی دعا ہوتی، بعدۂ ذکر بالجہر کی مجلس ہوتی، اثناء ذکر میں کسی پر ذوق وشوق میں سرور ومستی کی کیفیت غالب ہوتی اور دنیا ومافیہا سے بے خبر وفارغ ہو کر ذکر میں مشغول ہوتا کسی پر گریہ وبکاء کا غلبہ ہوتا جس کی وجہ سے ذکر بھی دشوار ہو جاتا، غرض کہ مختلف کیفیات کا حسب حال ظہور ہوتا، اور سخت سے سخت قلب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اور ع

اس میخانے کا محروم بھی محروم نہیں

کا مصداق ہوتا، قبل عصر یہ مجلس ختم ہوتی، عصر بعد حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس ہوتی۔ جس میں ارشاد الملوک بعدۂ اکمال الشیم پڑھ کر سنائی گئی۔ مغرب سے پندرہ منٹ قبل تقریبا کبھی اور کم وبیش یہ مجلس ختم ہوتی، اور سب حضرات دعاء وتلاوت، مراقبہ وغیرہ میں حسب ذوق مشغول ہو جاتے۔ ادھر منتظمین حضرات افطار کے لئے دسترخوان بچھا دیتے اور افطاری کا سامان دسترخوان پر سلیقہ وقرینہ سے لگا دیا جاتا، اور افطار سے ۵ رمنٹ قبل تقریباً اعلان ہوتا، مہمان حضرات دسترخوان پر تشریف لے آئیں، سب حضرات دسترخوان پر پہنچ جاتے، افطار کے وقت زبانی اعلان ہوتا، کبھی صرف اذان پر اکتفا ہوتا، گھنٹی یا نقارہ کا دستور نہیں تھا۔ افطار اطمنان سے ہوتا اس کے بعد نماز ہوتی، نماز کے بعد دسترخوان بچھ جاتا اور اعلان کر دیا جاتا، بہت سے

حضرات مختصر نفلیں پڑھ کر دسترخوان پر آجاتے اور کھانے سے فارغ ہو کر بقیہ حضرات نوافل پوری کرتے، بہت سے حضرات نوافل اطمینان سے پوری کر کے کھانا کھاتے، کھانے کے بعد چائے کا بھی اہتمام ہوتا، سحر وافطار ہر موقعہ پر میزبان حضرات کی سخاوت وفیاضی کا خوب ظہور ہوتا، مختلف انواع ماکولات ومشروبات کی جمع ہوتیں ہر ہر مہمان کی دلداری بلکہ ناز برداری کیجاتی، کوئی کسی خاص چیز کی خواہش وفرمائش کرتا اس کو حتی الامکان پورا کیا جاتا، گویہ خواہش وفرمائش ان کے منصب (کہ مہمان تھے اور طالب وسالک) کے خلاف تھی اور حصول مقصد میں حائل ومانع۔ مگر خدام کو ہدایت تھی کہ کسی مہمان کو شکایت نہ ہو، اسکی پوری کوشش ہو۔ خدام اس کا بہت خیال رکھتے اور ہنسی خوشی سب خدمات انجام دیتے۔

عشاء بعد کے معمولات سے فراغت پر ۱۲ر بجے تقریباً رفقاء کار آپس میں مذاکرہ کرتے کہ کس مہمان کو کسی کے رویہ سے شکایت تو نہیں ہوئی۔ کسی کے بارے میں معلوم ہوتا۔ اس سے احتساب ہوتا، باز پرس ہوتی، اور اس مہمان سے معافی مانگی جاتی اور تدارک کی کوشش کیجاتی، کوئی بیمار ہوتا اس کے لئے پرہیزی کھانے کا انتظام کیا جاتا اسکی تیمارداری میں کسر نہ چھوڑی جاتی، مختلف المزاج اتنے بڑے مجمع کی رعایت کوئی آسان چیز نہ تھی کہ کوئی روٹی کھانے والا کوئی چاول، کوئی مرچ کا کھانے والا ہے کوئی بے مرچ، کوئی دودھ کا عادی ہے کوئی چائے کا، مگر فیاض وکریم میزبان حضرات کی پوری کوشش ہوتی کہ ہر وقت سب مہمانوں کی مرغوبات دسترخوان پر جمع ہوں اور کسی کو کوئی کبیدگی اور ملال نہ ہو، مگر اس سب کے باوجود بعض مہمانوں کو شکایت بھی ہوئی اور ان کے اپنے ذہن میں جو اپنا مرتبہ ومنصب تھا اور اپنے کو جس اکرام کے مستحق سمجھتے تھے، میزبانوں کے برتاؤ کو اس سے کمتر سمجھ کر دل برداشتہ ہو کر درمیان میں ہی واپس ہو گئے، میزبان حضرات یا ان کے رفقاء سے کسی کے خلاف مزاج بات پیش آنا کوئی بعید نہیں کہ آخر وہ بھی انسان ہیں اور اتنے بڑے مجمع کے مزاجوں کی رعایت بھی دشوار ہے مگر تعجب تو ان حضرات پر ہے کہ جو اپنے نفس کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی کے

لئے یا اکتساب فیض اور تحصیل کمالات کے لئے صفاء قلب و باطن کے لئے خانقاہ میں حاضر ہوئے ہوں اور پھر اپنے اکرام واحترام کی طلب ہو اپنے اعزاز کی خواہش ہو اور وہ بھی اپنے مزعوم کے مطابق ع

ببیں تفاوت رہ ازکجاست تا بکجا

احقر کے ایک مخدوم کرم فرما (جو قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کے متعلقین میں ہیں اور ماہ مبارک میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے اکثر مہمانوں کے طعام کا انتظام ان کے سپرد ہوتا تھا) نے سنایا، کہ کچھ خصوصی مہمان جو دیکھنے میں اچھے اہل علم معلوم ہوتے تھے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مجھ سے کان میں فرمایا ’’پیارے ان کے لئے پلاؤ وغیرہ کا اچھا انتظام کرنا، چونکہ پلاؤ کھانے کے علاوہ کچھ اور ان کا منشاء نہیں۔‘‘

حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت مبارکہ میں ماہِ مبارک گذارنے کے لئے جارہا تھا، سفر کے دوران ٹرین ہی میں خواب دیکھا۔

مخدوم ومکرم حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی نور اللہ مرقدہٗ کسی جگہ تشریف فرما ہیں احقر بھی حاضر ہے دسترخوان لگا ہوا ہے مختلف قسم کے کھانے پھل وغیرہ موجود ہیں حضرت مولانا نور اللہ مرقدہٗ نے خاص تاثر کے ساتھ احقر سے فرمایا: ’’لوگ انہیں چیزوں میں لگے رہتے ہیں جو اصل مقصد ہے اسکی طرف توجہ نہیں دیتے‘‘ (یہی الفاظ تھے یا اس کے قریب قریب) خواب کی مراد ظاہر ہے محتاج تعبیر نہیں گو سب مہمان ہی خصوصی تھے اور سب کے لئے ہی خاص اہتمام ہوتا تھا جو اپنے خاص مہمانوں کے لئے بھی کم ہوتا ہے مگر پھر بھی خواص کے لئے دسترخوان الگ بچھتا تھا، جس پر وہی حضرات شریک ہوتے جن کو میزبان حضرات شریک کرنا چاہتے اور ان سے فرمادیتے یا سمجھتے کہ یہ مخدوم العلماء حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کے اخص الخاص ہیں انکو فرمادیتے کہ تم کو یہاں کھانا کھانا ہے گو وہ حضرات اپنے کو اس سے بہت کمتر،

سمجھتے تھے کہ ان کو خواص کے دسترخوان پر شریک ہونے کی سعادت نصیب ہو مگر میزبان حضرات کے حکم کی تعمیل میں شریک ہوتے۔ اس دسترخوان پر کھانا وہی ہوتا جو دوسرے دسترخوان پر ہوتا مگر میزبان حضرات اپنے گھروں سے بعض مخصوص چیزیں بنوا کرلاتے رہتے جو مزید ہوتیں۔ حضرت اقدس فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے کسی قسم کا کوئی اشارہ نہیں ہوتا تھا کہ کس کو شریک کریں کس کو نہ کریں؟ جیسا کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا مزاج مبارک ہے، یہ سب میزبان حضرات کی صوابدید پر ہوتا، البتہ قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مجازین حضرات کے بارے میں (جو وہاں موجود تھے) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی خواہش ہوتی کہ وہ اس دسترخوان پر شریک ہوں، بعض لوگوں کو اس پر اشکال ہوا کرتا ہے کہ بعض مہمانوں کے ساتھ کھانے میں خصوصیت اور امتیاز کا معاملہ کیا جائے یہ ناواقفیت کیوجہ سے ہوتا ہے، ورنہ تو میزبان کو اختیار ہوتا ہے کہ جس مہمان کو جو کھانا چاہے کھلائے، جس دسترخوان پر چاہے کھلائے کسی کو کوئی اعتراض کا حق نہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں مختلف دسترخوان ہوتے تھے اور ان پر مختلف قسم کے کھانے ہوتے تھے اور حسب صوابدید مہمانوں کو ان دسترخوانوں پر بٹھایا جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک سائل آیا اس کو روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ پر دے دیا گیا، دوسرا سائل آیا تو اس کو دسترخوان بچھا کر کھانا کھلایا۔ اس فرق وامتیاز کی وجہ جب ان سے پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا، "أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ" (**ابو داؤد شریف: ۲/۲۶۵، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم**) [ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ لوگوں کے ساتھ انکے مقام ومرتبہ کے مناسب برتاؤ کیا کریں۔

غیر معتکف مہمانوں کے لئے مسجد کے صحن میں جو کہ گجرات میں عموماً خارج مسجد ہوتا ہے دسترخوان بچھتا، وہیں معتکف حضرات کے لئے ہاتھ دھلانے کا انتظام تھا وہ بھی اس طرح کہ

پانی صحن میں نہ گرے بلکہ باہر جائے، ہاتھ دھلانے کے لئے ٹین کی چادر سے خاص طور پر بنایا گیا تھا۔ جو صحن مسجد میں رکھا جاتا اور اس میں نالی کی ذریعے مسجد سے باہر پانی بہتا رہتا، اور صحن مسجد بھی ملوث نہ ہوتا۔

ساڑھے نو بجے عشاء کی نماز ہوتی، تراویح میں عشرۂ اولیٰ میں ایک قرآن پاک ختم ہوا، جو تین حافظوں نے سنایا، ہر حافظ ایک پارہ سناتا ۱۱/ بجے عموماً تراویح سے فراغت ہوتی۔ عشرۂ اولیٰ کے بعد اخیر تک بعض مصالح اور ضعفاء کی رعایت کرتے ہوئے صرف ایک ختم ہوا۔

تراویح سے فراغت پر یٰسین شریف کا ختم ہوتا، پھر اجتماعی دعا ہوتی۔ اس وقت اجتماعی دعا کا سلسلہ ۲۰/ رمضان تک رہا بعد میں یہ سلسلہ موقوف ہوگیا اور اس وقت کے بجائے بیان کے بعد اس کا وقت رکھا گیا۔ دعا بعد صلوٰۃ وسلام کی چہل حدیث ہوتی۔ ایک شخص پڑھتا اور پورا مجمع سنتا، اس کے بعد حضرت اقدس فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کا بیان ہوتا، سیدھے سادھے الفاظ ہوتے مگر آبدار موتیوں کی طرح صاف ستھرے، نہ واعظوں جیسا جوش ہوتا نہ آواز سخت اور تیز ہوتی، نہ تکلف و تصنع کا ذرا شائبہ، تحریر کی طرح تقریر میں بھی کلمات بہت مختصر ہوتے مگر جامع گویا مغز ہی مغز ہوتا اور متن ہی متن۔ تاثیر اس درجہ ہوتی۔ ع

کہ از دل خیزد بر دل ریزد

کا پورا مصداق ہوتا، محسوس ہوتا کہ کوئی چیز قلوب میں انڈیلی جارہی ہے، اور دنیا کی محبت قلب سے نکال کر اللہ پاک کی محبت اور آخرت کی رغبت بھری جارہی ہے کبھی اخلاص کا بیان ہوتا کبھی اخلاق حسنہ کے حصول کا طریقہ بتایا جاتا، اخلاق رذیلہ کے مضرات کو بتایا جاتا اور انکو اعتدال پر لانے کے گر بھی تعلیم کئے جاتے، کبھی نفس و شیطان کے حیل و مکائد سے آگاہ کیا جاتا، اتباع سنت کی اہمیت کبھی سمجھائی جاتی تو کبھی اشاعت دین کی عظمت کو بتایا جاتا۔ احسان و تصوف کی حقیقت سے کبھی باخبر کیا جاتا تو

کبھی نسبت و یاد داشت سے روشناس کرایا جاتا، غرض کہ وعظ کیا ہوتا روحانی مطب ہوتا۔ جس کی وجہ سے کبھی یہ شعر زبان پر بے اختیار جاری ہو جاتے ؎

کر غور ذرا دل میں کچھ جلوہ گری ہوگی
یہ شیشہ نہیں خالی دیکھ اس میں پری ہوگی
جس قلب کی گرمی نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

ایک شب احقر نے خواب دیکھا کہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ وعظ فرما رہے ہیں اور اخلاق حسنہ واخلاص نیت پر بیان فرما رہے ہیں احقر کی آنکھ کھلی تو حضرت قاسم العلوم والخیرات کے ارشاد فرمودہ چند جملے احقر کو یاد تھے۔ خواب کی تعبیر تو تعبیر جاننے والے ہی جانتے ہیں، حضرت اقدس فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ سے خواب بھی عرض نہ کر سکا حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ تعبیر ارشاد فرماتے، احقر کی سمجھ میں یہ آیا کہ حضرت قاسم العلوم والخیرات کے علوم ومعارف حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کی زبان مبارک سے بیان ہو رہے ہیں اور حضرت فقیہ الامت کی طرف قاسم العلوم والخیرات کی روحانیت متوجہ رہتی ہے۔ نیز خواب سے حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کے مواعظ کی مقبولیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بیان کے بعد حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ عشرہ اخیرہ میں دعا کراتے کبھی بالجہر کبھی بالسر کسی ایک طریق کا التزام نہیں تھا، دعا میں سادہ الفاظ ہوتے، دعا بالجہر ہوتی یا بالسر مجمع پر گریہ غالب ہوتا اکثر کی ہچکیاں بندھ جاتیں اور بعض کی چیخیں نکل جاتیں۔

در اندرون من خستہ دل ندانم کیست
کہ من خموشم واو در فغان ودر غوغا است

دعا شروع ہوتے ہی مجمع کی حالت بدل جاتی بجلی کے مثل کوئی چیز قلوب میں کوند

جاتی جو دلوں میں گرمی و رقت پیدا کر دیتی اور مجمع کو بے خود بنا دیتی۔ ؎

تاثیر برق حسن جوان کے سخن میں تھی
اک لغزش خفی مرے سارے بدن میں تھی

....

معمولات حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ

حضرت اقدس فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ صبح اڑھائی بجے یا اس سے بھی قبل بیدار ہوتے، اور نوافل میں مشغول ہو جاتے، طویل نفلیں ہوتیں ساڑھے تین بجے کے قریب عموما فراغت ہوتی، اسکے بعد سحری تناول فرماتے جو صرف چند لقمے ہوتے اور پھر نوافل میں مشغول ہو جاتے، اذان فجر پر سنت الفجر مختصر پڑھتے، فورا فرض نماز ہوتی، نماز کے بعد استراحت فرماتے اور سات، ساڑھے سات بجے تقریباً بیدار ہو جاتے، وضو سے فراغت پر نمازِ اشراق میں مشغول ہو جاتے، اس وقت کی نماز میں قرأت کافی طویل ہوتی اور نماز میں استغراق اور انقطاع عن الخلق کی وہ کیفیت ہوتی، گویا "الصلوٰۃ معراج المؤمنین ومناجات رب العالمین اور فلا تسئل عن حسنهن وطـــولهن" کا پورا ظہور ہوتا اس ضعف پیری وناتوانی اور کثرت امراض (کہ کھڑے ہوتے ہی عموماً چکر آتا ہے) کے باوجود نماز میں خدا معلوم کہاں سے یہ قوت آجاتی کہ ضعف کا شائبہ تک بھی محسوس نہ ہوتا۔ ولنعم ماقیل ؎

ہر چند کہ پیر خستہ و بس ناتواں شدم
ہر گاہ کہ روئے تو دیدم جواں شدم

ولنعم ماقیل ؎

ضعف پیری کثرت امراض کردش مضمحل
لیک بہر خدمت دین ہمتے دارد جوان

کمال خشوع وخضوع کے ساتھ ساڑھے نو بجے تقریبا اشراق سے فراغت ہوتی (اے کاش اس نماز کا کچھ حصہ احقر اور حضرت والا کے سب خدام کو بھی حاصل ہو جائے) اس کے بعد ایک دو صاحب کا قرآن پاک سماعت فرماتے تقریبا ۱۰/ بجے تک اسکے بعد اہم اور ضروری خطوط اور فتاویٰ کے جوابات املا کراتے اسی دوران معتکفین میں سے کسی کو کوئی سوال کرنا ہوتا وہ سوال

کرتا اور حضرت جواب ارشاد فرماتے تقریبا ۱۱ر بجے تک یہ سلسلہ رہتا۔ ۱۱ر سے ساڑھے گیارہ تک احقر حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کے مواعظ (جن کو بعض احباب مشین کی مدد سے لکھتے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین) احقر ان کو صاف کر کے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو سناتا اور حضرت والا قدس سرہٗ مناسب ترمیم، حذف، اضافہ فرماتے، ساڑھے گیارہ بجے کتاب الاعتدال فی مراتب الرجال پڑھ کر سنائی جاتی جس میں تمام معتکفین شرکت فرماتے، حضرت والا قدس سرہٗ اپنے معتکف ہی میں کتاب سنتے اور توجہ فرماتے اور حاضرین کو باہر کتاب میں شرکت کا حکم فرماتے، بارہ بجے کتاب ختم ہوتی، اسکے بعد کسی کو کوئی خاص مشورہ کرنا ہوتا، کرتا، بعض اصحاب یکے بعد دیگرے کوئی کتاب حضرت قدس سرہٗ سے پڑھتے، اذان ظہر کے قریب تک یہی سلسلہ رہتا، اذان ظہر سے قبل ہی حضرت استنجاء وضو وغیرہ سے فراغت فرماتے اور سنتوں میں مشغول ہو جاتے، ان چار سنتوں میں بھی قرأت کافی طویل ہوتی اور جماعت کے وقت تقریبا سنتوں سے فراغت ہوتی، نماز کے بعد معمولات آیت کریمہ کا ختم، بعدہٗ دعا میں حضرت والا قدس سرہٗ شرکت فرماتے اسکے بعد ذاکرین ذکر میں مشغول ہو جاتے اور حضرت والا قدس سرہٗ اپنے معتکف میں ذکر میں مشغول ہو جاتے اور ذاکرین کی طرف توجہ فرماتے جس کے اثرات حسب حال ذاکرین محسوس فرماتے، بعض مخصوص احباب نے بیان کیا کہ دوران ذکر محسوس ہوتا کہ کوئی چیز قلب میں بھری جارہی ہے اپنے ذکر کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ کچھ وقفہ کیلئے استراحت فرماتے جو برائے نام ہی استراحت ہوتی، چونکہ استراحت کا وقت دن بھر میں عموما فجر بعد ہی ہوتا، پھر استراحت کا موقع نہ ہوتا، کچھ دیر بعد ہی مردانہ وار کھڑے ہو جاتے اور استنجاء وضو سے فارغ ہو کر پھر نفلوں میں مشغول ہو جاتے، اذان عصر کے بعد سنتیں پڑھتے جن میں قرأت کافی طویل ہوتی اور کبھی یہ سنتیں زیادہ طویل نہ ہوتیں بلکہ مختصر ہوتیں اور سنتوں سے فارغ ہو کر تلاوت میں مشغول رہتے، نماز ہوتی، نماز عصر کے بعد پھر عمومی مجلس ہوتی جس میں خود حضرت والا قدس سرہٗ شرکت فرماتے، غروب سے ۱۵ر منٹ قبل تقریبا یہ مجلس ختم ہوتی جس میں ''اکمال الشیم'' اور ''ارشاد الملوک'' ''موت کی یاد''

وغیرہ کتابیں پڑھی جاتیں، اسکے بعد حضرت والا قدس سرہٗ تلاوت وتسبیح اور دعا وغیرہ میں مشغول ہوتے، اسکے بعد افطار ہوتا، افطار میں ایک فنجان زمزم ایک آدھ کھجور تناول فرماتے، فنجان بھی آدھا خود نوش فرماتے اور آدھا خادم خاص مستغنیٔ عن الالقاب محترم مولانا الحاج محمد ابراہیم صاحب مدظلہ وزادلطفہ افریقی پانڈ ورکے حوالے فرماتے، چند گھونٹ کوئی شربت بھی نوش فرماتے اور دوسری چیزیں بھی چکھتے، گو بظاہر بالکل اخیر تک مشغول رہتے مگر یہ مشغولی محض خدام کی دلداری کے طور پر ہوتی، اسکے بعد نماز مغرب ہوتی۔ حضرت والا قدس سرہٗ نماز مغرب بعد نوافل میں مشغول رہتے اور اطمینان کے ساتھ نوافل سے فراغت پر کھانے میں شرکت فرماتے، یہ شرکت بھی برائے نام ہوتی، آدھی چپاتی شاید ہی بمشکل تناول فرماتے ہوں ورنہ تو کوئی ہڈی چوستے رہتے جس سے معلوم ہو کہ کھانے میں مشغول ہیں، کئی سال قبل ایک موقعہ پر ماہ مبارک میں شام کے کھانے کے بارے میں فرمایا تھا:

''مہمانوں کی رعایت میں بیٹھ جاتا ہوں ورنہ خواہش نہیں ہوتی''

اور واقعہ بھی یہی ہے اس لئے کہ حضرت والا قدس سرہٗ کا زمانہ طالب علمی دارالعلوم میں ہمیشہ اور پھر زمانہ قیام مظاہر علوم تقریبا ۲۵ / سال اور زمانہ قیام کانپور تقریبا ۱۴ / سال پھر ابتداء قیام دارالعلوم ہمیشہ ایک وقت کھانا تناول فرمانے کا معمول تھا اس کے بعد جب مہمانوں کی کثرت مستقل ہوگئی تو انکی رعایت و دلداری میں شام کے کھانے میں شرکت شروع فرمائی۔

کھانے کے بعد ۱۵ / ۲۰ / منٹ استراحت فرماتے اور اذان عشاء پر وضو استنجاء سے فارغ ہو کر قبل عشاء کی سنتوں میں مشغول ہوتے پھر فرض وتر اوریح ادا ہوتی اس کے بعد یٰسین شریف کا ختم پھر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا، جس میں حضرت والا قدس سرہٗ کا وعظ ہوتا، آدھ پون گھنٹہ، کبھی کم وبیش حسب ذوق جس کی کچھ کیفیت اوپر گذر چکی، بیان کے بعد نئے آنیوالے یا صبح کو جانے والے مہمانوں کا مصافحہ ہوتا کہ عمومی مصافحہ کا یہی ایک وقت ہوتا تھا۔ دن میں آئے ہوئے مہمان حضرات اسی وقت مصافحہ کرتے اور جو حضرات کل کسی وقت جانے والے ہیں وہ بھی اسی وقت مصافحہ کر لیتے، خواص حضرات دن میں بھی کسی وقت موقع پا کر جب حضرت والا استنجاء وضو کیلئے تشریف لیجاتے

آتے جاتے کسی وقت مصافحہ کر لیتے، مصافحہ سے فراغت پر حضرت والا قدس سرہٗ اپنے معتکف میں تشریف لے جاتے، میزبان حضرات کوئی پھل یا کبھی کوئی آئس کریم یا کوئی شربت وغیرہ لاتے، جس میں میزبان حضرات اپنی صوابدید پر کسی نو وارد خصوصی مہمان کو بھی شریک کر لیتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض خصوصی حضرات کیلئے انکے اپنے اپنے معتکف پر یہ چیزیں پیش کی جاتیں، جس میں کبھی ۱۲؍ کبھی اس سے زائد وقت ہو جاتا، اس کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ بظاہر استراحت فرماتے کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ سو رہے ہیں ورنہ تو بعض خاص خدام نے لیٹے ہوئے بھی آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے ہوئے دیکھا، ان تمام معمولات ومشاغل کے ساتھ ایک قرآن پاک یومیہ ختم فرماتے کہ نصف صدی سے زائد سے ہر ماہ مبارک میں یومیہ ختم کلام پاک کا معمول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور پوری امت کو ماہِ مبارک کی صحیح قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

احقر کی بھی خواہش ہوئی اور دیگر احباب کا بھی اصرار ہوا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کے مواعظ (جو تراویح بعد ہوتے تھے) جو سالکین کیلئے خصوصاً اور عوام الناس کیلئے عموماً بیحد مفید اور قیمتی خزانہ ہے کو محفوظ کیا جائے اور اشاعت کے ذریعہ انکے نفع کو عام سے عام تر کیا جائے، بعض حضرات نے مشین کے ذریعہ ان کو منضبط کر لیا اور بعض احباب نے مشین کی مدد سے ان کو کاپی پر نقل کیا، خدائے پاک ان سب حضرات کی مساعی جمیلہ کا بہترین بدلہ دارین میں نصیب فرمائے، بیش از بیش اپنا قرب خاص نصیب فرمائے، اور دارین کی راحتیں عطا فرمائے۔ آمین

احقر نے ان کو صاف کرنا شروع کیا اور حضرت والا قدس سرہٗ سے انکے سننے کی درخواست کی بعض خصوصی احباب نے احقر کی سفارش اصرار کے ساتھ کی، حضرت والا قدس سرہٗ نے اسکو منظور فرما لیا، اور صبح گیارہ سے ساڑھے گیارہ تک کا وقت عنایت فرما دیا، اور بعد میں اس وقت میں مزید توسیع فرما دی کہ ساڑھے دس سے ساڑھے گیارہ بجے تک کا وقت عنایت فرما دیا، احقر سناتا اور حضرت والا قدس سرہٗ اور بعض اخص حضرات سماعت فرماتے اور جہاں مناسب خیال فرماتے کوئی ترمیم (حذف واضافہ) فرماتے، احقر نے کوشش کی کہ تمام الفاظ جوں کے توں برقرار رہیں

تا کہ ان کا لطف و اثر قارئین محسوس فرمائیں، البتہ کسی جگہ تکرار ہوا تو اس کو حذف کر دیا اور کسی جگہ تکرار کو بھی فائدہ کے تحت باقی رکھا گیا ہے۔ خواہش تھی کہ ہر چیز کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا جائے؛ تا کہ جو حضرات مراجعت کرنا چاہیں ان کو سہولت ہو جائے، مگر یہ کام دیر طلب تھا اور احقر کو فوری طور پر فرصت نہ تھی کہ فتاویٰ محمودیہ کی تیاری زیادہ اہم تھی، ادھر احباب کا تقاضہ جلد اشاعت کا تھا، کہ خطوط کے ذریعہ برابر اصرار ہو رہا تھا اور پوچھا جا رہا تھا کہ مواعظ کب تک چھپ رہے ہیں، اسلئے احباب کے شدت اشتیاق و اصرار کے پیش نظر مناسب خیال کیا کہ اس وقت جوں کا توں ان کو شائع کر دیا جائے اور حوالجات کا کام کسی دوسرے موقعے پر کیا جائے، حضرت اقدس الحاج مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم العالی شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کا بھی یہی حکم تھا کہ حوالہ جات لکھ دیئے جائیں لیکن اس وقت فرصت نہ ہونے کی بناء پر حضرت مدظلہم نے بھی فرما دیا: ''کہ اب تو اللہ کا نام لے کر اسی طرح چھاپ دو'' اسلئے ابتداءً قسط وار اشاعت ہوتی رہی، پھر سب کو یکجا جمع کر کے تین جلدوں میں ہند و پاک ہر دو جگہ سے بار بار اشاعت ہوتی رہی اور اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس پاک پروردگار نے بے حد مقبولیت سے نوازا۔ اب ان کو جدید کتابت اور نظر ثانی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔

☆......احادیث مبارکہ کے حوالجات کی تکمیل بھی کسی حد تک کر دی گئی۔

☆......البتہ اکابر کے واقعات کے حوالجات کا اہتمام دشوار ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔

☆......آیاتِ مبارکہ اور احادیث مبارکہ کا جہاں ترجمہ پہلے سے نہیں تھا ان کا ترجمہ بھی کر دیا گیا۔

☆......مضامین پر پہلے عنوان نہیں تھے، اب ترتیب جدید میں مضامین پر عنوان بھی لگا دیئے گئے۔

☆......اس سے قبل ''خطبات محمود'' کے نام سے چند بار اشاعت ہوئی، مگر حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کی حیات میں ''مواعظ فقیہ الامت'' کے نام سے اشاعت ہوتی رہتی تھی۔ اس لئے اب جدید ترتیب کے بعد ''مواعظ فقیہ الامت'' ہی برقرار رکھا گیا۔

....

☆......اور بعض مواعظ جو بعد میں دستیاب ہوئے پہلی ترتیب میں شامل نہیں ہو سکے تھے ان کو بھی شامل کر دیا گیا۔

اس طرح اب الحمد للہ پانچ جلدوں میں اشاعت کی جا رہی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِكَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا

وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

آمین

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ، میرٹھ (یوپی) الہند

۱۲؍محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

....

حقیقت توبہ

اس بیان میں

☆......توبہ کی ضرورت۔

☆......توبہ کی حقیقت۔

☆......جیسا گناہ ویسی توبہ۔

☆......حقوق العباد کی توبہ۔

☆......غیبت کے اقسام اور اس کے نقصانات وغیرہ کا بیان ہے۔

....

حقیقت توبہ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

هُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَیَعۡفُوۡ عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ۔ (سورۃ الشوریٰ: ۲۵)

[اور وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور گناہوں کو معاف کرتا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کا پورا علم رکھتا ہے۔] (آسان ترجمہ)

حق تعالیٰ شانہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور جب بندہ توبہ کرتا ہے، بہت خوش ہوتے ہیں۔

توبہ

توبہ کا حاصل یہ ہے کہ اپنی خطا پر ندامت ہو، افسوس ہو، کہ میں نے یہ خطا کی، غلطی کی، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ندامت کی وجہ سے آدمی اللہ کے سامنے درخواست کرے کہ میری کوتاہی، گستاخی معاف فرمادیجئے۔

اس کے واسطے چند چیزوں کی ضرورت ہے، خالی زبان سے کہہ دینا کہ میری خطا معاف کردو میں توبہ کرتا ہوں، یہ کافی نہیں۔

ایک بچے کی توبہ

کان پور میں میرے ایک دوست کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس کی عمر چار برس تھی، انہوں

نے مجھ سے اس کی شکایت کی، کہ یہ بچہ پیسے بہت مانگتا ہے، میں نے اس سے پوچھا: کیوں رے؟ تو پیسے مانگتا ہے، اس نے فوراً دونوں ہاتھ سے اپنے کان پکڑے، پھر ہاتھ جوڑے، میں نے کہا کہ آئندہ تو پیسے نہیں مانگے گا، اس نے کہا: نہیں، بالکل نہیں، اس کے بعد باپ کے کہنی مار کے کہا: اب تو پیسے دو، اب تو میں نے توبہ بھی کرلی۔

بس جیسی توبہ اس بچہ نے کی ہماری توبہ بھی اسی قسم کی ہوتی ہے، کہ لفظ توبہ بول دیا اور سمجھ گئے کہ سارے منازل طے ہو گئے۔

بعض خطائیں ایسی ہوتی ہیں کہ انکی قضا بھی کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے نماز نہیں پڑھی تو توبہ کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس نماز کی قضا کرے نماز کی قضا کئے بغیر توبہ کرنا اور کہنا، الٰہی میری توبہ میں نے نماز نہیں پڑھی، آئندہ پڑھا کروں گا، کافی نہیں ہے، بلکہ جن وقتوں کی نماز ترک کی ہے، ان کی قضا ضروری ہے۔ تب توبہ درست ہوگی۔

ایسے ہی اگر کسی نے رمضان کے روزے نہیں رکھے تو اس سے توبہ کے لئے روزوں کی قضا بھی ضروری ہے، روزوں کی قضا کئے بغیر توبہ کرنا اور کہنا، الٰہی میری توبہ آئندہ روزے رکھا کروں گا، اتنا کافی نہیں ہے۔

ایسے ہی کسی نے زکوۃ ادا نہیں کی، اسکے واسطے توبہ کیلئے زکوۃ کی ادائیگی بھی ضروری ہے زکوۃ ادا کئے بغیر اس کا توبہ کرنا اور کہنا الٰہی میری توبہ، آئندہ زکوۃ دیا کروں گا کافی نہیں ہے۔

غرض کہ جن احکام و اوامر کی قضا ہو سکتی ہے، اور شریعت نے ان کی قضا لازم کی ہے ان سے توبہ کے لئے ان کی قضا بھی کرے اور وقت پر ادا نہ کرنے کی معافی مانگے۔

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شخص کے ذمہ مالگذاری یا کوئی ٹیکس یا سرکاری محصول ہو جس کی حد مقرر کر دی گئی ہو کہ فلاں تاریخ تک جمع کر دو، اس نے تاریخ پر جمع نہیں کیا دیر ہوگئی، اب وہ عدالت میں آ کر معافی مانگتا ہے کہ صاحب میں نے ٹیکس وقت پر جمع نہیں کیا، معاف کردو، معافی چاہتا ہوں، وقت پر ٹیکس جمع نہ کرنے کی تو معافی ہو سکتی ہے؛ لیکن کیا وہ ٹیکس بھی

معاف ہو جائے گا، نہیں، ٹیکس دینا ہی پڑے گا۔

اسی طرح شریعت میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کی قضا لازم ہے، ان کی قضا کئے بغیر توبہ مقبول نہیں۔

حقوق العباد کی توبہ

اسی طرح حقوق العباد میں توبہ کے لئے اس حق کی ادائیگی ضروری ہے، مثلاً کسی نے کسی کا روپیہ مارلیا اور پھر کہتا ہے کہ میں معافی چاہتا ہوں، معاف کردو میں نے آپ کا روپیہ مارلیا، یہ کافی نہیں، بلکہ اس کا روپیہ جو ذمہ میں ہے اولا اس کو ادا کرے، پھر معافی مانگے، کہ میں نے غلطی کی تھی کہ آپ کا روپیہ مارلیا تھا، مجھ کو ادا کرنا چاہئے تھا۔

جیسا گناہ ویسی توبہ

غرض جیسا گناہ ویسی اس کی توبہ، "التوبة مثل الحوبة" جیسا گناہ ویسی توبہ، مثلاً گناہ اگر چھپ کر کیا ہے، تو توبہ بھی چھپ کر کرلے کافی ہے اور اگر گناہ دو چار آدمیوں کی موجودگی میں کیا ہے تو توبہ بھی دو چار آدمیوں کی موجودگی میں کرے، اس صورت میں چھپ کر توبہ کرنا کافی نہیں ہے، مثلاً کسی شخص کی غیبت کی، برائی کی، اور اس کو علم ہے جسکی غیبت کی ہے اس کا تنہائی میں توبہ کرنا کہ میں نے توبہ کی کافی نہیں ہے، بلکہ جن لوگوں کے سامنے غیبت کی ہے، ان کے سامنے توبہ کرے، اور اللہ سے معافی مانگے۔

غیبت کی حرمت

قرآن پاک میں غیبت کی ممانعت آئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا

فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ (سورۃ الحجرات: ۱۲)

ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہارا بھائی مرجائے اور اسکی لاش کا تم گوشت توڑ توڑ کر کھاؤ۔

پس غیبت کرنا ایسا ہے جیسے مرے ہوئے بھائی کی لاش سے گوشت توڑ توڑ کر کھانا۔

غیبت کس کو کہتے ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جانتے بھی ہو غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "اللہ ورسوله اعلم" اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں جس طرح وہ بتادیں وہی بات صحیح ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی کوئی بات اسکی پیٹھ پیچھے ایسی کہنا کہ اگر اسکے سامنے کہدے تو اسکو ناگوار گذرے، یہ غیبت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اگر وہ بات سچی ہو واقعتا اس میں موجود تو تب بھی غیبت ہے؟ ارشاد فرمایا: تب ہی تو غیبت ہے۔ جو چیز واقعتا اس میں موجود ہے اور اسکی پیٹھ پیچھے کہی ہے جو اسکے لئے گرانی یا ناگواری کا باعث ہے اسی کا نام تو غیبت ہے، اور جو چیز واقعتا اس میں موجود نہیں ہے، اپنی طرف سے گھڑ کر کہی ہے تو یہ غیبت تھوڑا ہی ہے یہ تو بہتان ہے۔

(عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ شریف: ج/ ۲/ص/ ۴۱۲، باب حفظ اللسان و الغیبۃ الخ)

بہتان

بہتان کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ پلصراط سے گذرتے وقت اس شخص کو وہیں روکدیا جائیگا جس نے دینا میں کسی پر بہتان لگایا، اس سے کہا جائیگا کہ تم نے جو فلاں شخص پر

بہتان لگایا تھا اسکا ثبوت لاؤ؟ اور اسکے گواہ بتاؤ، جب تک گواہ پیش نہیں کروگے آگے نہیں بڑھ سکتے، پلصراط پر اس کو کھڑا کر دیا جائیگا۔ نیچے جہنم کے شعلے بلند ہونگے، کوئی بجلی کی طرح سے کوندتا ہوا نکل جائیگا کوئی ہوا کے جھونکے کی طرح نکل جائیگا، کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح گذر جائیگا، کوئی خراماں خراماں جائیگا، آگ ان پر کوئی اثر نہیں کریگی؛ لیکن جس شخص نے کسی پر بہتان لگایا ہے اسکا حال خراب ہے اسکو وہاں روکدیا جائیگا، کہدیا جائیگا، گواہ لاؤ؟ وہاں جھوٹے گواہ کہاں ملنے لگے، اس دنیا میں تو تیل کی پکوریوں پر جھوٹے گواہ مہیا ہو جاتے ہیں، اور آج کل تو بغیر تیل کی پکوریوں کے بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کو قیامت کی نشانی بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

یَشْھَدُوْنَ وَلَا یُسْتَشْھَدُوْنَ گواہی دیں گے بغیر گواہی طلب کئے۔

یہ علامات قیامت میں سے ہے، اس لئے وہاں کہاں سے گواہ لائیں گے، یہ بہتان کتنی خطرناک چیز ہے۔

قلم کی غیبت

اور غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے قلم سے بھی ہوتی ہے؛ بلکہ قلم کی غیبت زبان کی غیبت سے زیادہ سخت ہے؛ چونکہ جو بات زبان سے کہی تھی وہ تو ختم ہوگئی، کسی کے ذہن میں رہی کسی کے ذہن میں نہیں رہی؛ لیکن جو قلم سے غیبت کی کہ غیبت لکھ کر چھاپ دی، اشتہار شائع کر دیا، پمفلٹ چھاپ دیا، غیبت و برائی کو رسالہ میں لکھ دیا یہ باقی رہنے والی چیز ہے، یہ گناہ مستقل اور دائمی ہوگیا جو بہت خطرناک ہے۔ "القلم احد اللسانین" قلم دو زبانوں میں سے ایک زبان ہے، ایک زبان آدمی کے منہ میں ہے دوسری زبان ہاتھ میں ہے یعنی قلم (جسکا خطرناک ہونا معلوم ہو چکا ہے)

ہاتھ سے غیبت

ایک غیبت ہاتھ کے اشارے سے ہوتی ہے، کوئی شخص چھوٹے قد کا ہے اس کو ہاتھ

کے اشارے سے ٹھگنا بتلا دیا یہ بھی غیبت ہے، کوئی شخص لمبے قد والا ہے، اس کی لمبائی کی طرف اشارہ کر کے بتلا دیا جو اس کو ناگوار گذرے یہ بھی غیبت ہے، کوئی شخص اور کسی خرابی یا عیب میں مبتلا ہے اس کی طرف اشارہ کر کے بتا دیا تو یہ بھی غیبت ہے۔

ایک بڑے انداز کی غیبت

ایک غیبت اور ہے بڑے انداز کی کسی نے کسی مجلس میں بیٹھ کر کسی کی تعریف شروع کی کہ فلاں شخص بہت اچھا آدمی ہے، تو حاضرین میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ، جی ہاں، یا صرف گردن ہلاتا ہے، کہ جی ہاں، اس صورت میں گو اس نے زبان سے کوئی برائی نہیں کی؛ لیکن گردن ہلا کر اشارہ سے بتا دیا کہ اس کے عیوب آپ کو معلوم نہیں مجھے معلوم ہیں واقعی وہ کیسا ہے آپ کو خبر نہیں، آپ نہیں جانتے، میں جانتا ہوں، یہ بھی غیبت ہے اور نہایت خطرناک کہ اس کے غیبت ہونے کا خیال بھی نہیں ہوتا۔

غیبت کی ایک قسم کفر ہے

ایک غیبت ایسی ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کفر لکھا ہے وہ اور زیادہ خطرناک ہے، وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی کی برائی بیان کی، سننے والوں میں سے کسی نے کہا: کہ اس کی غیبت نہ کرو، تو کہتا ہے کہ اس میں غیبت کی کیا بات ہے، یہ تو سچی بات ہے، میں اس کے منہ پر کہہ دوں، یہ تو سچی بات ہے، گویا وہ یہ کہہ کر کہ سچی بات ہے اس کو جائز قرار دے رہا ہے، کیونکہ اس کی سچی بات کا بیان ہی تو غیبت ہے اور یہ اس کو جائز قرار دے رہا ہے، حالانکہ اس کو قرآن پاک میں منع کیا گیا ہے اور حرام قرار دیا گیا ہے، "وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا" تو گویا وہ نص قطعی کا انکار کر رہا ہے اور جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اس کو جائز قرار دے رہا ہے جو کفر ہے اس لئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کفر لکھا ہے، اللہ پاک محفوظ رکھے۔

....

تبلیغی چلہ کا فائدہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم سب کو یہاں مسجد (جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی مسجد) میں جمع فرمادیا ہے، اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ جو لوگ تبلیغی جماعت میں جاتے ہیں انکے متعلق میں تو کہا کرتا ہوں کہ جس شخص کو شراب کی عادت ہے اور ایک چلہ کیلئے تبلیغ میں نکل گیا، چالیس روز ایسے گذر گئے کہ جن میں شراب نہیں پی، گھر رہتے ہوئے اسکو شراب چھوڑنا دشوار تھا؛ لیکن جب سے تبلیغی چلہ میں نکلا شراب نہیں پی، شراب سے بچ گیا، گالی دینے کی اس کو عادت تھی چلہ میں نکل کر چالیس روز تک گالی نہیں دی، لڑنے کی عادت تھی چالیس روز تک لڑا بھڑا نہیں۔ چوری کی عادت تھی چالیس روز تک چوری نہیں کی، غرض قسم قسم کے گناہوں میں ایک شخص مبتلا رہتا ہے، اخلاقی گناہ بھی ہیں عملی گناہ بھی ہیں؛ مگر جب چالیس روز تک چلہ میں نکل گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محفوظ فرمالیا۔ چالیس روز کے بعد جب واپس آتا ہے اسکے اثرات باقی رہتے ہیں پھر اگر جلد ہی دوبارہ تبلیغ میں چلا جائے تو اس کو اور زیادہ فائدہ ہوتا ہے لیکن اگر نہیں گیا تو آہستہ آہستہ پرانی عادتیں لوٹ آتی ہیں۔ پھر اگر چلا گیا تو پھر ان عادتوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

کسی نے چلہ میں نکل کر قرآن پاک یاد کرنا شروع کر دیا، کسی نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" یاد کرلی، کسی نے "قُلْ ھُوَ اللّٰہ" یاد کرلی، کسی نے "آیت الکرسی" یاد کرلی، کسی نے "التحیات" یاد کرلی، کسی نے ساری نماز سیکھ لی، کتنا بڑا فائدہ ہوا۔

اعتکاف کا فائدہ

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم لوگوں کو یہاں مسجد میں بھیجدیا حتی کہ باہر نکلنے سے بھی منع فرمادیا گیا کہ بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے جو خراب عادتیں اپنے گھروں پر تھیں مسجد سے باہر رہ کر، اللہ نے کیا کہ مسجد میں داخل ہو گئے اور ان بری عادتوں کے

چھوڑ دینے کا بہت اچھا موقع نصیب ہوگیا۔ یہاں رہ کر اپنی زبان کی بھی حفاظت کر سکتے ہیں۔

زبان کی حفاظت

زبان کی حفاظت بہت اہم ہے، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ نصیحت فرمائیں! حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کہ اس کی حفاظت کرو۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

(عن ابی سعید رضی اللہ عنہ مرفوعا، مشکوۃ شریف: ۴۱۳ / ۲، باب حفظ اللسان الخ)

"صبح انسان کے بدن کے تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی سے کہتے ہیں کہ اللہ کی بندی سیدھی سیدھی رہنا، ہم سب کا نظام درست رہے گا، اگر تو ٹیڑھی چلی تو ہم سب کا نظام تباہ ہو جائیگا۔"

اس لئے زبان کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: کہ حضور! صلی اللہ علیہ وسلم ہم جو دو چار لفظ بول لیتے ہیں، کیا ان پر قیامت میں پکڑ ہوگی؟

ارشاد فرمایا: "ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ" تیری ماں تجھے روئے، لوگوں کی بہت بڑی جماعت ایسی ہوگی کہ زبان کی وجہ سے ہی ان کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔

اس لئے یہاں زبان کی حفاظت کا بڑا اچھا موقع ہے، جب کہ اپنی زبان کو قرآن کریم کی تلاوت، تسبیح، ذکر، درود شریف، استغفار سے مانوس کرلیں، غیبت کرنے کے بجائے، گالیاں دینے کے بجائے، لڑائی کے بجائے، آدمی کی زبان ذکر الٰہی میں مشغول رہے، کتنا بڑا فائدہ ہے۔ اللہ الصمد۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض دفعہ آدمی ایک بول بولتا ہے، ایک کلمہ کہدیتا ہے اور وہ کلمہ ایسا ہے کہ جس کا اس کو خیال بھی نہیں ہوتا، وہ اس کو معمولی سمجھتا ہے، حالانکہ اس کی وجہ سے

اس کو جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے، وہ ایک کلمہ اتنا خطرناک ہے، اسکی حفاظت کے واسطے بہت اچھا موقع ملا ہے، اسکی حفاظت کریں۔ ورنہ آپس میں لڑتے لڑتے ایک دوسرے کے خلاف بولتے بولتے چھوٹ چھٹاؤ تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔جس سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے۔

میاں بیوی کے اختلاف کے نقصانات

حدیث پاک میں آتا ہے کہ شیطان شام کو اپنا تخت سمندر پر بچھا کر بیٹھتا ہے، اور اس کے چیلے جو اس کی طرف سے اس کی نیابت کرنے کیلئے دینا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں وہ آآ کر اپنی کارگذاری سناتے ہیں کہ میں نے فلاں کام کیا، میں نے فلاں کام کیا، مثلا ایک سناتا ہے کہ میں نے آج ایک آدمی کی نماز قضا کرادی، وہ کہتا ہے، تونے کچھ نہیں کیا، بہت معمولی چیز ہے۔غرض بتاتے بتاتے ایک کہتا ہے کہ میں نے ایک شوہر اور بیوی کے درمیان لڑائی کرادی، شوہر باہر سے آیا، میں نے بیوی کو سکھایا کہ یوں کہو کہ تم نے فلاں کام خراب کردیا۔ بیوی نے کہا، میرے شوہر نے تو کوئی کام خراب نہیں کیا۔شوہر کا جواب بیوی کو اور بیوی کا جواب شوہر کو سکھاتا رہا، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے دونوں میں بلڈ پریشر بڑھ گیا، دماغ میں تیزی آگئی، یہاں تک کہ چھوٹ چھٹاؤ ہوگیا۔ بیوی روٹھ کر یہاں سے میکے چلی گئی۔ یہ سنکر شیطان اس کو سینہ سے لگاتا ہے کہ تونے واقعی شاباشی کا کام کیا ہے۔تو میرا جانشین بننے کے قابل ہے۔

بات کیا ہے، بات یہ ہے کہ بیوی چلی گئی اپنے میکے، وہاں اس کے ماں، باپ، بھائی، بہن، خالہ اور پھوپھی سب مل کر بیٹھیں گے، پوچھیں گے کہ کیا بات ہوئی؟ یہ ساری باتیں سنائے گی تو گویا غیبت اور بہتان کے لئے مستقلاً مجلس منعقد کی جائیں گی اور سارے کے سارے پوچھیں گے۔اس میں شریک ہوں گے۔شوہر کے عزیز رشتہ دار۔ تعلق رکھنے والے شوہر سے پوچھیں گے، وہاں بھی ایسی مجلسیں منعقد ہوں گی، دونوں خاندانوں میں یہ سلسلہ چلا، سلام کلام بند ہوگیا۔کتنی بڑی خرابی اور تباہی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

....

ہفتہ میں دوروز اعمال کی پیشی

حدیث میں آتا ہے کہ ہفتہ میں دوروز ایک جمعرات، ایک پیر کو ان دونوں دنوں میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بندوں کے نامۂ اعمال پیش ہوتے ہیں، اور ان سب کی مغفرت کی جاتی ہے، لیکن جن دو شخصوں کے درمیان آپس کی نا اتفاقی، اور رنجش کی وجہ سے بول چال بند ہے، انکے نامۂ اعمال پیش ہی نہیں ہوتے، انکی مغفرت نہیں ہوتی، انکے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے، کہ جب تک یہ آپس کے تعلقات ٹھیک نہیں کریں گے، اس وقت تک انکی بخشش نہیں ہوگی، انکے نامۂ اعمال ہی پیش نہیں ہونگے۔

نیز ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں لڑائی کی وجہ سے بول چال بند کردیں، تعلقات نہ رکھیں، دونوں کی دعا مردود ہوجاتی ہے، نہ اسکی دعا قبول ہوتی ہے نہ اسکی۔

نیز جذبات شوہر کے ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں، بیوی کے ساتھ بھی لگے ہوئے ہیں، شوہر کہیں اور اپنا منہ کالا کریگا، اور بیوی کہیں دوسری جگہ اپنا منہ کالا کریگی، اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ حرام ہوگی اور زیادہ خطرناک ہوگی، نیز والدین کے اس اختلاف کا بچوں پر بھی اثر پڑیگا۔ لہٰذا زبان کی وجہ سے یہ آپس کی لڑائی کیا ہوئی، شیطان نے معاصی کا ایک درخت بو دیا، جس سے خاردار شاخیں نکلتی رہیں گی، زہریلا پھل لگتا رہے گا، کیڑے، مکوڑے بھی اسکے اندر پیدا ہونگے، اسلئے زبان کی حفاظت نا تہائی ضروری ہے۔ اور یہاں زبان کی حفاظت کا بہت اچھا موقع ہے اعتکاف کی حالت میں ویسے بھی بلا ضرورت بات نہیں کرنی چاہئے لیکن ہمارے بعض دوست واحباب کچھ نہ کچھ باتیں تو آپس میں کرتے ہی رہتے ہیں، گیارہ مہینے کی عادت ایک دن میں کیسے چھوٹے، لیکن اسکے باوجود کمی تو بہرحال کچھ نہ کچھ ہو ہی جائیگی، کچھ فرق تو پڑ ہی جائیگا، جب ارادہ کریں گے، اللہ سے مانگنے کیلئے یہاں آگئے، پچھلے گناہوں سے توبہ کرنے کیلئے اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں، آئندہ کی حفاظت بھی اس سے مانگ رہے ہیں، تو اللہ پاک کیطرف سے نصرت بھی ہوگی پچھلے گناہ بھی معاف ہوں گے، اور انشاء اللہ آئندہ کی حفاظت بھی ہوگی۔

حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ”وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ“

....

فوائد صحبت

اس بیان میں

☆......صحبت کے فوائد۔

☆......فوائد کے لئے شرائط۔

☆......حضرات مشائخ اور اکابر اہل اللہ کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

....

فوائد صحبت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

حدیث پاک میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ کی مجلس مبارکہ میں ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہیں، اور جب یہاں سے چلے جاتے ہیں، بیوی بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو وہ بات نہیں رہتی جو صحبت مبارکہ میں حاصل تھی، حتی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی اس حالت پر نفاق کا گمان ہونے لگا کہ یہ تو منافق کا حال ہوتا ہے، کبھی کچھ، کبھی کچھ، اندر کچھ، باہر کچھ، ان حضرات کے یہاں ہر چیز کا حل یہی تھا کہ براہ راست حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیا جائے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو حالت تمہاری میری مجلس میں رہتی ہے، اگر یہی حالت ہمیشہ رہے تو فرشتے راستے میں تم سے مصافحہ کیا کریں؛ لیکن یہ بات کبھی کبھی ہوتی ہے، ہمیشہ نہیں، انسان چونکہ اس مادی دنیا میں رہتا ہے، یہاں کے ماحول کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے، اور اس کے قلب کی کیفیت متغیر ہوتی رہتی ہے، اس واسطے کامل شیخ کی صحبت کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔

ماہِ مبارک کی برکت

یہ مہینہ خاص طور پر ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے ماحول سے اللہ تعالیٰ نے بچالیا ہے۔ کہ

اے بندے! کہاں کھیتی باڑی کرتا پھرتا ہے؟ آجا! میرے دروازے پر، اے بندے! کہاں دوکان پر بیٹھ کر سودا لگائے گا، میرے دربار میں میری مسجد میں آجا، اے بندے! کہاں تو جوتے بنائیگا، جوتے گانٹھے گا، کپڑے بنائے گا، سب سے چھوٹ چھٹا کر سب کو چھوڑ چھاڑ کر میرے دروازے پر آجا۔

حق تعالیٰ شانہ نے یہاں انعامات دینے کیلئے بلایا ہے، گناہ معاف کرنے کیلئے بلایا ہے، احوال کی، قلوب کی اصلاح کیلئے بلایا ہے۔ بجائے اسکے کہ دوکان پر بیٹھ کر یا فیکٹری میں بیٹھ کر گالی گلوچ کی باتیں ہوتی ہیں۔ غیبت وعیوب کی باتیں ہوتی ہیں، یہاں قرآن پاک کی تلاوت ہے، اللہ کا نام ہے، تسبیح ہے، درود شریف ہے، استغفار ہے، نوافل ہیں، کتنا بڑا انعام ہے کہ حق تعالیٰ نے خود مہمان بنا کر اپنے یہاں بلالیا، شیاطین کو باندھ دیا، جو سال بھر تک پریشان کرتے رہے، طرح طرح کے گناہ سکھاتے بتاتے رہے، ان سے بچالیا، اور شیاطین کی شرارتیں ایسی ہیں کہ ان کا پتہ چلنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بڑی دقت پیش آتی ہے، شیاطین مشائخ سے تو گھبراتے اور بھاگتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی برکت

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ رائپور میں جب بڑے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، صبح کو آٹھ، نو بجے سب اپنے اپنے حجروں سے باہر نکلتے مجلس ہوتی، ایک روز مولانا اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ سے نکلے، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں تشریف فرما تھے، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ان پر پڑی، تو فرمایا، آجاؤ! یہاں بیٹھ جاؤ! مولانا اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعد میں میں نے مولانا اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا؟ کہ حضرت! آج کیا بات تھی کہ حضرت نے آپ کو اس اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ بلایا؟ انہوں نے جواب دیا: کیا کہوں، رات دو بجے اٹھا، اس وقت سے قلب میں ایک آواز گونج رہی تھی

"اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ" بہتیری ضربیں لگاتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں، مگر آواز بند نہیں ہوتی تھی، جیسے ہی حضرت کی نظر پڑی، حضرت نے فرمایا: یہاں بیٹھ جاؤ! فوراً وہ آوازیں ختم ہوگئیں۔

جو چیز برسوں کے مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوتی وہ ان حضرات کے پاس بیٹھنے سے حق تعالیٰ بہت جلد نصیب فرما دیتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا ڈاکٹر اقبال مرحوم پر اثر

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ لاہور تشریف لے گئے، وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا، حضرت کے تلامذہ بہت تھے، خدمت میں آنے جانے لگے، ڈاکٹر اقبال شاعر بھی اس وقت زندہ تھے ان کو بھی انکے بعض دوستوں نے کہا کہ تم بھی چلو، وہ کسی عالم کے معتقد نہیں تھے، نہیں آئے، پھر کسی بے تکلف دوست نے کہا کہ ساری دنیا میں مارے مارے پھرتے ہو وہاں جانے میں کیا حرج ہے، یہ کہہ کر کہ اچھی بات! مجلس میں پہنچ گئے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھتے ہی ذہن اس حدیث کی طرف منتقل ہوا، جس کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں خدام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح بیٹھتے تھے، جیسے ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی ہو کہ ذرا حرکت کریں تو اڑ جائے، یعنی اتنے وقار واحترام کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، یہ نہیں تھا کہ کوئی ادھر دیکھ رہا ہے کوئی ادھر یکھ رہا ہے، یہ کیفیت نہیں تھی بلکہ بڑے وقار وسکون کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس دیکھ کر ذہن منتقل ہوا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کی ایسی ہی کیفیت ہوتی تھی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں لوگ مختلف قسم کے سوالات کرتے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکا جواب دیتے اور جواب بھی بڑا گہرا ہوتا، فرماتے فلاں شخص نے ایسا لکھا ہے، اس کو مغالطہ فلاں کتاب سے ہوا ہے، فلاں کتاب میں بات اس طرح ہے، یہ سمجھا کہ

بات اسطرح نہیں اسطرح ہے، دور تک اتے پتے بتلا دیا کرتے تھے، اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چلتی پھرتی لائبریری ہیں، مستقل کتب خانہ ہیں، ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کی مجلس میں مختلف سوالات کے جوابات سنے، اگلی مجلس میں پھر آئے، حدوث عالم کا کچھ تذکرہ آیا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک قصیدہ سنایا، "ضرب الخاتم علی حدوث العالم" اشعار سنکر ڈاکٹر اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ او ہو یہ تو کچھ پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہیں، اس واسطے کہ ڈاکٹر اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ مانے ہوئے شاعر تھے، اب خود بھی کچھ سوالات کئے، پوچھا زمان کیا ہے؟ مکان کیا ہے؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ڈاکٹر اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نیوٹن نے ایسا لکھا ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ نیوٹن نے جو کچھ اس مسئلہ میں لکھا ہے وہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سے لیا ہے اور یہ خیانت کی ہے کہ اسکو علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ اپنی طرف منسوب کر کے لکھا ہے، ڈاکٹر اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کون اور ان کا رسالہ کہاں، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کا رسالہ میرے پاس دیوبند میں موجود ہے؛ چنانچہ دیوبند سے وہ رسالہ انکے پاس بھیجا بھی تھا: ڈاکٹر اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار سوالات کئے اور جو اشکالات کی چیزیں تھیں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کا تشفی بخش جواب دیا، تو ڈاکٹر اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مانوس ہو گئے۔

علامہ اقبال مرحوم کی قادیانیت سے توبہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب مانوس ہو گئے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں آپ سے خوش نہیں ہوں، اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ غلام احمد قادیانی کی جماعت احمدی کے سکریٹری تھے، اور غلام احمد قادیانی سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا غیظ تھا، بڑی نفرت تھی چونکہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی ذوات مقدسہ پر حملے کئے، سخت سست کہا، ان پر اپنی فوقیت ظاہر کی، جیسا کہ اسکے شعر سے ظاہر ہوتا ہے: ؎

....

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

اس قسم کی باتیں اس نے کہیں، ختم نبوت کا انکار کیا اپنے لئے نبوت کا دعویٰ کیا وغیرہ وغیرہ اس وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے بہت غیظ تھا، ڈاکٹر صاحب سمجھ گئے، اور وہاں سے اٹھے اور آ کر استعفیٰ دیا، توبہ کی توبہ کر کے پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا، حضرت جو کانٹا کھٹکتا تھا اسے میں نکال آیا۔

توبہ کے بعد علامہ اقبال مرحوم کے اندر تبدیلی

اب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر اقبال صاحب کی طرف متوجہ ہوئے، جس سے ڈاکٹر اقبال صاحب نے وہ چیز قلب میں پائی، جس سے قلب ہمیشہ سے ناآشنا تھا، جانتے ہی نہ تھے کہ ایسی چیز بھی قلب میں رہا کرتی ہے، پھڑک اٹھے اور یہ اشعار کہے ؎

الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ انکو ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اس وقت سے ڈاکٹر اقبال کی شاعری کا رخ بدل گیا، بالکل پلٹ گیا، پہلے جانے کیا کیا کہا کرتے تھے؛ مگر اس وقت سے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر اشعار کہنا شروع کر دیئے، اور انہیں کے مضامین کو زیادہ تر بیان کرنے لگے۔

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

انکے حالات تو جو کچھ بھی ہوں لیکن اشعار سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات مقدسہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا، بڑی محبت رکھتے تھے، بڑا عشق تھا، ایک رباعی کہی ہے: ؎

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
لیک اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفی پنہاں بگیر

اے ذات پاک! تو غنی ہے بے نیاز ہے، میں فقیر ہوں محتاج ہوں، حشر کے دن ان گناہوں اور خطاؤں سے جو میں نے کیں ہیں، میرا عذر قبول کر، اور اگر میرا حساب لینا ضروری ہی ہے تو حضور اکرم ﷺ کی نگاہ سے پوشیدہ لینا، حضور ﷺ، پر ظاہر نہ کرنا، تاکہ حضور اقدس ﷺ کو شرمندگی نہ ہو کہ میری امت کے لوگوں سے اس طرح حساب لیا جائیگا۔

بہت اونچے اونچے شعر کہا کرتے تھے۔

یہ انقلاب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کیوجہ سے ہوا آج جس صحبت کی ضرورت ہے وہ صحبت میسر نہیں آتی، نہ اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اسی لئے محرومی رہتی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ میں حضرت شیخ الہندؒ کا ادب

خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر اتنا بڑا ادب واحترام تھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا سے تشریف لائے، صبح کی نماز کے بعد مکان پر مجلس ہوتی، علماء ہی کی جماعت ہوتی تھی، آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو بھی کرتے، کبھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی کسی بات میں گفتگو کر لیتے؛ مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش بیٹھے رہتے، دوزانو گردن جھکائے بیٹھے رہتے، تشہد کی سی حالت میں، جب مجلس ختم ہوتی، آہستہ آہستہ سب لوگ اٹھ جاتے، چلے جاتے، تب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ خود ہی فرماتے، شاہ صاحب آپ کو کچھ پوچھنا ہے، تب وہ عرض کرتے سر اٹھا کر کہتے، کہ حضرت فلاں حدیث کے متعلق دریافت کرنا ہے، از خود نہیں پوچھتے

تھے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دریافت کرنے پوچھتے تھے۔

دوسرے لوگ آپس میں اسی مجلس میں گفتگو کرتے؛ مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی کی گفتگو میں شریک نہ ہوتے، بس اپنے شیخ کی طرف ہی متوجہ رہتے۔

جس وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے تشریف لے جارہے تھے اور پھر گرفتار کرکے مالٹا پہنچادیئے گئے تھے، اس وقت تشریف لے جانے سے پہلے گفتگو تھی کہ "یہاں دارالعلوم میں صدر مدرس کون بنے گا، یہ بات بڑھتے بڑھتے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ گئی، انہوں نے فرمایا: مولوی انور شاہ کے ہوتے ہوئے آخر یہ سوال پیدا کیوں ہوتا ہے کہ صدر مدرس کون بنے گا؟ ان کی حیثیت، ان کی شخصیت اتنی بلند تھی کہ ایک لفظ فرمادیا سب خاموش، آخر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو صدر مدرس تجویز کیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترمذی شریف کا سبق پڑھانے کے لئے درسگاہ میں تشریف لائے کتاب کھولی، عبارت پڑھی گئی، مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لے جانے کا قلب پر اتنا صدمہ تھا کہ کوئی لفظ پڑھا نہیں سکے، کتاب بند کردی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر حاضر ہوئے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر پیر لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں پنڈلیوں کو پکڑ کر سینے سے لگا کر رونا شروع کردیا، اس وقت بے قابو ہو کر اتنی بڑی جرأت کی، یہی شاہ صاحب جو سامنے بولتے بھی نہ تھے، اب اس حالت کو پہنچ گئے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تکلف سے کام نہ لیا اچھا رو لینے دو، جب ان کا رونے کا جوش ختم ہوگیا، تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

> **"شاہ صاحب! میرے یہاں موجود ہونے کی وجہ سے آپ کو شبہات پیدا ہوا کرتے تھے، میں نہیں رہوں گا تو شبہات پیدا نہیں ہوں گے، اگر کوئی شبہ پیدا ہوگا تو قدرت خود رہنمائی کرے گی، جاؤ اللہ کے سپرد۔"**

ان حضرات کے قلوب میں اپنے اساتذہ کے متعلق کیسے جذبات تھے وہ چیز اب ختم ہوگئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور سے دیوبند جاتے، کتب خانہ میں جانے کی ضرورت پیش آیا کرتی تھی، گئے کتب خانہ کھلا ہوا دیکھا تو سیدھے کتب خانے میں پہنچ گئے، جو کچھ وہاں جس کتاب میں دیکھنا ہوتا اسکو دیکھا، نقل کیا، واپس ہو گئے اور کام سے فارغ ہو کر اگر گاڑی کے وقت میں گنجائش ہوتی، تو کسی سے ملاقات بھی کر لیتے۔

ایک مرتبہ کتب خانے سے فارغ ہو کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس انکے کمرہ میں تشریف لے گئے، زینہ چڑھ کر سامنے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمرہ تھا، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا فوراً ننگے پیر دوڑے، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھئی! شاہ صاحب! اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟ میں تو آہی رہا تھا، یہ تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ ننگے پیر دوڑ کر آؤ، مگر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے ہوئے کمرہ میں لے گئے، وہاں جو مخصوص تلامذہ تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتے تھے ان کی طرف اشارہ کر دیا وہ باہر چلے گئے، تنہائی میں کسی مسئلہ پر گفتگو کرنا تھی، گفتگو ہوئی، اس کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

مولانا کفایت اللہ گنگوہیؒ حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں

مولانا کفایت اللہ صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ میں رہتے تھے، مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سہارنپور میں پڑھا اور وہاں مدرس بھی رہے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں مالٹا میں تھے، مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک کیفیت طاری ہوئی، اثناء ذکر و شغل میں خود کشی کو طبیعت چاہتی ہے، چاقو اٹھاتے ہیں، کنواں جھانکتے ہیں؛ مگر چونکہ ساتھ ساتھ عالم بھی ہیں، اسی حالت میں نہ چاقو کام دیتا ہے نہ کنواں، اور اپنے شیخ بھی وہاں نہیں وہ مالٹا میں ہیں۔ خیال دوڑایا تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف

خیال گیا، کہ وہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول تھے، ان کی خدمت میں خط لکھا کہ میرا یہ حال ہے، میری دستگیری کیجئے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ:

حیرانم کہ بچہ دہقاں را بچہ کار سپردند
صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

[میں حیران ہوں کہ دیہاتی بچہ کو کیا کام سپرد کیا؟ صلاح کار کہاں، اور کہاں میں خراب کہاں، دیکھئے! تفاوت راہ کہاں سے کہاں تک ہے۔]

تعجب ہے مجھے اتنے بڑے کام کا اہل کیوں سمجھ لیا گیا، میں ایسے کام کا اہل کہاں، مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پریشان ہوئے اور تھانہ بھون حاضری کا ارادہ کیا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لئے میرٹھ سے سہارنپور آئے اور سہارنپور سے جس گاڑی سے جانا تھا وہ گاڑی نہیں ملی، مدرسہ مظاہر علوم آ گئے، حضرت سہانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سینہ سے لگایا، بٹھایا، جب اور لوگ چلے گئے تو ان سے فرمایا کہ آپ نے کیا لکھا تھا، تعجب ہے کہ آپ جیسا جانتا بوجھتا آدمی ایسی بات لکھے، بھلا میں اس کا اہل کہاں۔

انہوں نے عرض کیا:

حضرت اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ اس کے اہل نہیں تو یہ آپ پر اعتراض نہیں بلکہ حضرت عالی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض ہے کہ انہوں نے آپ کو اجازت کیوں دی، کیا نااہلوں کو اجازت دیا کرتے تھے، اور جس در سے آپ کو سب کچھ ملا ہے میں نے بھی وہیں پرورش پائی ہے، اس لئے میرا آپ پر حق ہے۔

حضرت نے اس پر خاموشی اختیار کی اور فرمایا: ٹھہر جاؤ!

چنانچہ یہ ٹھہر گئے۔

....

رات کو عشاء کے بعد حضرت جب گھر جانے لگے تو ان کو بارہ تسبیح میں کچھ تھوڑا سا تغیر کر کے بتایا کہ مہمان خانہ کے اوپر کے کمرہ میں بیٹھ کر اخیر شب میں ذکر کرنا جہر کے ساتھ کہ میرے گھر تک آواز آئے، گھر بالکل قریب تھا۔

انہوں نے عرض کیا: کہ حضرت مجھ سے ذکر و شغل نہیں ہوتا، چھڑاؤ اس ذکر شغل کو کہ جس سے جان سے بھی عاجز آ گیا، تاکہ میں بھی درس و تدریس میں لگوں۔

حضرت نے فرمایا: گھبراؤ نہیں، جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو، ہمارے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک صاحب آئے تھے ان پر بھی یہی کیفیت طاری تھی ان کو حضرت نے بھی یہی بتایا تھا۔ یہ ان کے اطمنان کے لئے حضرت نے اپنے نسخے کی سند بھی بتادی، اور عشاء کی نماز کے بعد گھر چلے گئے۔ انہوں نے اخیر شب میں اٹھ کر ذکر شروع کیا، حضرت کا معمول تھا کہ صبح صادق کے وقت مدرسہ آجاتے تھے، کچھ دیر تک خاموش مراقب رہتے، پھر فجر کی نماز ہوتی تھی، حسب معمول حضرت آ کر بیٹھ گئے، پھر فجر کی نماز کے بعد حضرت نے پوچھا: کیا حال ہے، کہا اب تو سکون ہے، وہ بات نہیں رہی، فرمایا: کہ اچھا یہاں بیٹھ جاؤ! حجرہ کے باہر سامنے بٹھایا، اور خود حجرہ کے اندر جا کر کواڑ بند کر لئے۔

مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے تھے کہ میں نہیں جانتا اندر بیٹھے کیا کر رہے تھے، مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میرا قلب زخمی ہے، زخم پڑے ہوئے ہیں اور حضرت بیٹھے ہوئے اس کو دبا رہے ہیں اور اس میں حضرت کے دبانے سے خون، پیپ نکل رہا ہے، میں چونک پڑتا تھا، دیکھتا تھا کہ حضرت تو یہاں نہیں ہیں حضرت کے حجرہ کا دروازہ بند ہے، اشراق تک یہی کیفیت رہی، اشراق پڑھ کر حضرت اندر سے باہر نکلا کرتے تھے، پوچھا کیا حال ہے، میں نے کہا بالکل اطمنان ہے، کہا اچھا آجاؤ! بخاری شریف کے سبق کے ساتھ لے گئے، حضرت نے ان کو وہیں بٹھا کر بخاری شریف کا سبق پڑھایا۔

مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ ایسے انوار و برکات میں نے وہاں

دیکھے کہ دل تڑپتا تھا، ایسے انوار کہیں نظر نہیں آئے، خواہش تھی کہ حضرت طویل تقریر کریں؛ مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مختصر تقریر کرنے کی تھی، اس لئے میں نے الٹے سیدھے سوالات کرنے شروع کر دیئے، حضرت نے بعض دفعہ ایک ایک سوال کے کئی کئی جواب دیئے، اور کسی جواب کے متعلق فرمایا: کہ اس جواب کو کتابوں میں تلاش مت کرنا، یہ کتابی نہیں ہے، کبھی ایسا ہوا کہ ایک سوال کیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا، پھر فرمایا: اس جگہ پر ایک اور سوال ہے، جس سے شراح نے تعرض نہیں کیا، اس سوال کو بتلایا پھر اس کا جواب دیا، غرض اس طرح سبق پڑھایا بڑا اطمینان ہوا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے تھانہ بھون جانے کا ارادہ کیا تھا، فرمایا: ہاں ضرور جاؤ؛ مگر واپسی میں ایک شب یہاں کے لئے اور رکھنا کہ ابھی خامی رہ گئی ہے، میں سوچتا تھا کہ کیا خامی رہ گئی، میں تھانہ بھون گیا وہاں سے واپسی پر دو روز سہارنپور ٹھہرا جس خامی کا مجھے احساس نہیں ہوتا تھا اب پتہ چلا کہ جب میں صبح کو حجرہ کے سامنے بیٹھا مراقب ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قلب کے اندر کوئی چیز بھری جارہی ہے، جس سے قلب کے اندر قوت پیدا ہوگئی، مسرت پیدا ہوگئی، پہلی حاضری پر تو آلائش نکالی، دوسری حاضری پر قوت بھری، تب فرمایا: اب ان شاء اللہ امن اطمینان ہے، اب جاؤ۔

یہ سب صحبت کی برکات ہیں، طبیب سے یہ کام نہیں ہوتا، اسلئے تو صحبت کی ضرورت ہے، آخر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ کی صحبت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت میں تابعین بیٹھے، اور تابعین کی صحبت میں تبع تابعین بیٹھے، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا آرہا ہے۔

بڑے بڑے اشکالات صحبت میں بیٹھ کر حل ہوجاتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں کچھ شکوک وشبہات لے کر گنگوہ جاتا،

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں؛ لیکن پوچھنے کی نوبت نہیں آتی تھی، بغیر پوچھے حل ہو جاتے تھے۔ کبھی تو ایسا ہوا کہ جو سوال میرا تھا وہی سوال کسی اور نے کرلیا، اس کا جواب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا جس سے میرا شبہ دفع ہوگیا، کبھی ایسا ہوا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خود ہی بات فرماتے اور بغیر پوچھے ہی شبہ کا جواب بھی بیان فرمادیتے، کبھی ایسا ہوا کہ کچھ نہیں فرمایا، مجلس میں بیٹھنے سے ہی شبہ حل ہوگیا۔

ایک دو باتیں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیں، حضرت نے دریافت فرمایا: سائل کون ہے؟ عرض کیا: اشرف علی، حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا، نہ یہ فرمایا: کہ اتنی سیدھی اور کھلی بات کا جواب تم کو چاہئے، نہ یہ اس کا جواب مشکل ہے، نہ یہ کہ پھر پوچھنا، کچھ نہیں۔ بلکہ مکمل خاموشی اختیار فرمائی، اس خاموشی سے جس طرح وہ مسئلے حل ہوئے ہیں، اب خیال آتا ہے کہ حضرت تقریر فرماتے تو بھی اس طرح سے حل نہ ہوتے، جس طرح اس خاموشی سے حل ہو گئے۔

صحبت سے فائدہ کے لئے شرط

کیا بات ہے! بات یہ ہے کہ اصل فیضان حق تعالیٰ کی طرف سے شیخ کے قلب پر ہوتا ہے، وہی فیضان پاس بیٹھنے والوں کو حاصل ہوتا ہے، بشرطیکہ مناسبت ہو، بشرطیکہ عقیدت ہو، کوئی خرخشہ قلب میں نہ ہو، خرخشہ ہوگا تو کوئی فائدہ و فیضان نہ ہوگا، خرخشہ نہیں ہے، قلب صاف ہے تو فیضان ہوتا ہے، اصل فیاض ذات باری تعالیٰ ہے، شیوخ تو وسائط ہیں سنگ مرمر کی چھت پر جیسی صاف بارش آسمان سے برستی ہے، اس چھت پر پانی ویسا ہی گرے گا جیسا آسمان سے اترے گا، اس کا ایک پرنالہ ہے، اس پرنالے کے نیچے جو آئے گا، پرنالے سے فیض اس کو پہنچے گا، پرنالہ کے اندر پانی پیدا نہیں ہوتا، پانی آسمان سے آتا ہے۔ یہ پرنالہ واسطہ ہے، اس واسطہ سے بھی تعلق رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر کسی شخص نے گارا گوبر اس پرنالے میں بھر لیا تو جو پانی اس پرنالے سے آئے گا، اس گارے گوبر سے متاثر ہو کر آئے گا، وہ خراب گندہ پانی ہوگا وہ پانی

آسمان سے خراب نہیں اترا، آسمان سے تو صاف چلا تھا؛ لیکن درمیان میں پرنالہ میں گارا گوبر بھر گیا ہے اسکی وجہ سے خراب ہو کر آیا ہے۔

بس یہی کیفیت شیخ کی ہے، کہ اگر کسی کے شیخ واقعی شیخ ہیں، حقیقی کامل عارف شیخ ہیں، ان کے اوپر حق تعالیٰ کی طرف سے فیضان ہوگا وہ بالکل صاف ہوگا، ہاں اگر مرید کو اس شیخ کے ساتھ عقیدت نہیں ہے، بدگمانی رکھتا ہے، شیخ کے اعمال واقوال پر نکتہ چینی اور تنقید کرتا ہے، تو اس کے اثرات اس کے اوپر ضرور رہوں گے؟ اور جب شیخ کے قلب میں تکدر رہوتا ہے، اس تکدر کی وجہ سے فیضان نہیں ہوتا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو سامنے آنے کی ممانعت

اس کا ایک مستدل حدیث میں بھی ہے، حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس طرح سے شہید کیا تھا کہ مثلہ کیا تھا، دل جگر نکالا تھا، کان، ناک کاٹے تھے۔ جب فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، بیعت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”هل تستطيع ان تغيب وجهك عني“ کیا ایسا کر سکتے ہو کہ اپنی صورت میرے سامنے نہ لاؤ، اس لئے کہ چچا کے ساتھ جیسا معاملہ بیدردی کا کیا تھا، وہ یاد آیا، غم تازہ ہوا، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر اسی طرح سے جب جب یہ سامنے آئیں گے چچا کا غم تازہ ہوگا تو فیض سے محروم ہو جائیں گے؛ چونکہ تکدر کے ساتھ فیض نہیں پہنچتا، لہٰذا ان کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ سامنے نہ آئیں، نہ سامنے آئیں گے نہ غم تازہ ہوگا، ہاں تعلق ایمانی کی وجہ سے فیض دور سے بھی پہنچے گا، جتنا ان کے مقدر کا ہوگا اس لئے یہ صورت اختیار کی گئی۔

منافقین کی عادت تھی کہ مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شکایتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شکایتیں میرے پاس نہ لاؤ، میں چاہتا ہوں کہ جب اپنے صحابہ کے پاس آؤں تو سلیم الصدر

ہوں، میرے قلب میں کسی کی طرف سے میل اور کدورت نہ ہو تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے، اسی طریق پر جو مشائخ اہل حق ہیں وہ خود چاہتے ہیں کہ اپنے معتقدین مریدین میں سے کسی کی طرف سے بھی ان کے قلب میں خرخشہ نہ ہو، تکدر نہ ہو تا کہ فیض صحیح صحیح پہنچے کہ اگر شیخ کے قلب میں تکدر ہوگا تو فیض نہیں پہنچے گا۔ خرابی پیدا ہوگی، طالب کے قلب میں تکدر ہوگا تو بھی خرابی پیدا ہوگی، اس لئے دونوں کے قلب میں آپس میں ربط ہونے کی ضرورت ہے، ربط ہوگا تو بہت جلد فائدہ ہوگا، بہت فیضان ہوگا۔

شیخ جلال الدین بھانیسریؒ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں

پہلے حضرات قوت تاثیر رکھتے تھے، حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوئے، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ اپنا حال لکھا، حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ جواب لکھتے ہیں۔

"اگرچہ دیر است آہو بچنگ شیر است"

اگرچہ کچھ دیر ہے لیکن ہرن شیر کے پنجہ میں آچکا ہے۔

تو جس طرح سے ظاہری اعضاء میں ایک قوی آدمی ایک کمزور آدمی سے پنجہ کر کے اس کے پنجہ کو مروڑ دیتا ہے، کشتی میں اسے دبالیتا ہے، ظاہری قوتوں پر حاوی ہو جاتا ہے، اسی طریقہ پر جو باطنی قوتیں ہیں، نفس امارہ کی سرکشی کی طاقت پر شیطان کے لگائے ہوئے پھندے اندر موجود ہیں، ان کے اوپر قوت پانے کے لئے بھی قوت کی ضرورت ہے، شیخ کے اندر باطنی قوت ہوگی، تو ان باطنی قوتوں پر غالب آ کر ان کی اصلاح کریگا۔ اور اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ اگر شیخ ہی بیچارہ کمزور ہے تو اللہ اس کے حال پر بھی رحم کرے اور طالب کے حال پر بھی رحم کرے۔ (آمین) دونوں ہی قابل رحم ہیں۔ فقط

❑❑❑

تاثیر ذکر

اس بیان میں

☆......ذکر کی تاثیر اور اس پر اشکال مع جواب۔

☆......روح کی قوتیں اور اقسام۔

☆......انسان اور حوانات میں فرق۔

☆......خلاصۂ کمالات۔

☆......غفلت کے ساتھ ذکر وغیرہ امور۔

کا بیان ہے۔

تاثیر ذکر

حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا: کہ اللہ کا نام چاہے کتنی ہی غفلت سے لیا جائے بے اثر نہیں۔ اثر کر کے رہتا ہے۔

بعض لوگوں کی طبیعت میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم ذکر نے کے لئے بیٹھتے ہیں تو ادھر ادھر کے خیالات آتے ہیں۔ ایسے ذکر سے کیا فائدہ، یوں نہیں سوچنا چاہئے۔ کہ ایسے ذکر سے کیا فائدہ، ایسا ذکر بھی کارآمد ہے، اس کا شکر ادا کریں، اور دل کے متوجہ ہونے کی دعا مانگیں، دل بھی حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، زبان بھی حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، زبان کو اپنے نام کے ساتھ جاری کر دیا دل کو بھی جاری فرمادے، یہ جاری ہونا ہمیں نظر نہ آتا ہو، اس کی تاثیرات ہم نہ دیکھتے ہیں؛ لیکن ہمیں ان پر اعتماد کرنا چاہئے، جنہوں نے تاثیرات بتائیں۔

شیخ بوعلی سینا کے اشکال کا حکیمانہ جواب

ایک شہزادہ بیمار ہوا، اس زمانہ کے بزرگ عیادت کے لئے تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے عصا لئے ہوئے گئے، وہاں پہنچ کر دیکھا کہ شیخ ابوعلی سینا جو شاہی طبیب، رئیس الاطباء، اپنے فن میں بڑا ماہر سمجھا جاتا تھا وہ موجود ہے نبض دیکھ رہا ہے اور تشخیص کر رہا ہے، بزرگ نے پہنچ کر بچے کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا، پڑھ کے دم کیا، ابن سینا کہتے ہیں، یہ بڈھا کیا کر رہا ہے، مین مین چھو، مین مین چھو، یہ کیا کہتا ہے، ارے الفاظ تو غیر قار الذات ہیں غیر مجتمع الاجزاء فی الوجود ہیں، یہ تو منہ سے حروف نکلے اور اڑ کے ختم ہو گئے، اس کے پیٹ میں سدھ بیٹھا ہوا ہے، گرم دوا دیجائے، جس سے سدھ تحلیل ہو کر نکلے، اس پڑھنے سے اور چھو کرنے سے کیا ہوتا ہے، ان بزرگ نے ابن سینا کی طرف دیکھا اور کہا، کیا کہا کتے، کتے کیا بولا، بس جناب یہ لفظ

سنتا تھا کہ سخت غصہ کے مارے حکیم ابن سینا کے چہرہ کا رنگ سرخ ہوگیا، اور بزرگ نے دوبارہ پڑھ کر دم کیا، پھونک ماری، پھر ابن سینا کی طرف دیکھ کر کہا گدھے اب بھی نہیں سمجھا۔

بادشاہ کے دربار میں کتا، گدھا کہدیا، ابن سینا کی حالت بدل گئی، غصہ کے مارے منہ سے جھاگ آنا شروع ہو گئے، رگوں میں تنتناہٹ، بدن میں کپکپی آ گئی، ادھر بزرگ نے تیسری مرتبہ پڑھ کر دم کیا اور پوچھا حکیم صاحب کیا بات ہے کیسا مزاج ہے؟ چہرہ کا رنگ سرخ کیوں ہو رہا ہے؟ بدن میں کپکپی کیسی ہے؟ منہ میں جھاگ کیوں ہے؟ رگوں میں تنتناہٹ کیوں ہے؟

ابن سینا نے کہا: کہ آپ نے مجھے ایسا لفظ کہا کہ جس سے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

بزرگ نے فرمایا: کہ لفظ تو غیر قار الذات ہے، غیر مجتمع الاجزاء فی الوجود ہے زبان سے نکلا اور ختم ہوگیا، اس سے بھی کوئی تاثیر ہو سکتی ہے، اور فرمایا: کہ دیکھئے بعض لفظ اس طرح سے مزاج کو بدل دیتا ہے، جیسے آپ کا مزاج بدل گیا ہے، کیا بعید ہے کہ میں کوئی ایسا لفظ پڑھ کر دم کردوں جس سے مزاج بدل جائے، گرمی پیدا ہو جائے اور سدہ باہر نکل آئے۔

حکیم صاحب تو ابھی تشخیص ہی کر رہے تھے، اللہ نے کیا وہ سدہ نکل کر باہر بھی آ گیا، بچہ کو صحت بھی ہوگئی۔

پس تاثیر ہمیں نظر نہیں آتی، لیکن جنہوں نے تاثیر کو بتایا وہ جانتے ہیں کہ تاثیر ہوتی ہے، بغیر تاثیر کے کوئی چیز نہیں، حق تعالیٰ نے ہر چیز کے اندر کوئی تاثیر رکھی ہے بعض دفعہ چیز بہت چھوٹی سی معمولی سی ہوتی ہے، مگر تاثیر اسکی بڑی ہوتی ہے، بچھو چھوٹا سا ہے ایک ڈنک مار دے سارا مزاج درست کر دے، ایسی تاثیر اس میں رکھی ہے، کوئی کہنے والا کہے اس میں کیا رکھا ہے ذرا سا ڈنک ہے یہ تو کچھ بھی نہیں۔

اشرف المخلوقات کا مطلب

ایک مرتبہ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کیا جنات انسان کو ستا سکتے ہیں؟ میں نے

کہا: ہاں ستا سکتے ہیں۔ کہنے لگے: کہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے، اشرف المخلوقات کو کون ستا سکتا ہے، میں نے کہا: جی ایک بھڑ، چہرہ پر کاٹ لے پھر دیکھو اس اشرف المخلوقات کا کیا حلیہ بنتا ہے؟ اشرف المخلوقات کا یہ مطلب کہاں سے لے لیا ہے، اشرف المخلوقات کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس میں ترقی کی بے پناہ صلاحیتیں رکھیں ہیں کہ خاکی ہونے کے باوجود ملائکہ سے آنکھیں ملاتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے اور ملائکہ پیچھے رہ جاتے ہیں انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت عطا فرمائی ہے۔

روح کی قوتیں اور اقسام

ہر روح میں چند قوتیں ہوتی ہیں، ان قوتوں کے مجموعے سے کوئی چیز تیار ہوتی ہے، ایک قوت غضبانیہ، ایک قوت شہوانیہ، ایک قوت خیالیہ، ایک قوت واہمہ، ایک قوت عاقلہ، پانچوں قوتیں جس روح میں ہوتی ہیں اس میں اور قوت عاقلہ اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ بقیہ چار قوتیں کالعدم ہو جاتی ہیں، گویا کہ ہیں ہی نہیں، ایسی روح کو روح ملکوتیہ کہتے ہیں۔

اور جس میں قوت غضبانیہ وشہوانیہ کا غلبہ ہوتا ہے، بقیہ قوتیں اس کے مقابلہ میں مضمحل اور کمزور ہوتی ہیں اور یہ روح حیوانیہ کہلاتی ہے، اور روح حیوانیہ کی دو قسمیں ہیں، ایک روح سبعیہ، ایک روح بہیمیہ۔

روح سبعیہ: وہ ہے جسے پھاڑ کر کھانے کی عادت ہے جیسے بلی کہ پھاڑ کھاتی ہے، کتا وہ بھی پھاڑ کھاتا ہے، شیر وہ بھی پھاڑ کھاتا ہے، ان سب کے اندر قوت غضبانیہ بڑھی ہوئی ہے، اس لئے یہ حیوانات سباع ہیں۔

روح بہیمیہ: اور جس کے اندر قوت شہوانیہ غالب ہوتی ہے وہ روح بہیمیہ کہلاتی ہے، ان کے اندر دوسری قسم کی خاصیات ہوتی ہیں۔

اور جس کے اندر قوت خیالیہ واہمہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے وہ جنات کی روح ہے اور جس

میں پانچوں قوتیں حق تعالیٰ نے اعتدال کے ساتھ پیدا فرمائی ہیں، وہ انسان ہے، انسان اشرف المخلوقات اس اعتبار سے ہے کہ حق تعالیٰ نے پانچوں قوتیں اسکے اندر اعتدال اور توازن کے ساتھ پیدا فرمائی ہیں اور اس کیلئے ترقی کا راستہ کھولدیا ہے، کہ یہ ترقی کر کے قوت عاقلہ کو حاکم بنالے اور خیالیہ، واہمہ، غضبانیہ، شہوانیہ کو محکوم اور تابع بنالے تو یہ سب سے بڑھ جاتا ہے، اور اگر اس کے اندر قوت غضبانیہ کا غلبہ ہو جائے تو ہر وقت پھاڑ کھانے کو تیار رہے، ڈانٹ، ڈپٹ، غصہ اس کے مار دیا، اس کا سر پھوڑ دیا، اسکی ناک کاٹ لی، یہ سب کچھ حرکتیں کرتا ہے۔

اگر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہو جائے تو ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ جانور بھی اس سے شرمانے لگے، قوت خیالیہ، واہمہ، اس کے اندر آجائے تو مسمریزم سیکھتا ہے اور ہوا میں بھی اڑتا ہے اور آنکھیں بند کر کے یہاں سے وہاں پہنچ گیا وہاں سے یہاں پہنچ گیا، یہ سب کچھ کرتا ہے۔

انسان کو جو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے۔ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ" [اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے۔] (آسان ترجمہ)

بنی آدم کو صاحب کرامت قرار دیا ہے تو اسلئے نہیں کہ اس کی قوت غضبانیہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یا اسلئے نہیں کہ قوت خیالیہ، واہمہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے بلکہ اسلئے قرار دیا ہے کہ ساری قوتیں اعتدال کے ساتھ پیدا ہونے کے باوجود اس نے وہ ترقی کی جو اسکے لئے نافع ہے جس کے ذریعہ سے اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور سعادت عظمیٰ اس کو نصیب ہوتی ہے۔

انسان اور جانور میں فرق

جانوروں کے اندر تو کمالات خلقی اور پیدائشی ہوتے ہیں، مثلاً تیرنا یہ خلقی ہے کتے کا بچہ بھی تیرتا ہے، بلی کا بچہ بھی، گھوڑے کا بچہ بھی اور انسان جب تک استاد سے تیرنا نہ سیکھے نہیں تیر سکتا۔

اسی طرح دوسرے کمالات جو دوسرے جانوروں میں ہوتے ہیں وہ بھی خلقی اور

پیدائشی ہوتے ہیں۔

اور انسان بے کمال پیدا ہوتا ہے، کوئی کمال اپنے ساتھ لیکر نہیں آتا، اس دنیا میں آکر یہ کمالات حاصل کرتا ہے، سیکھتا ہے، ترقی کے دروازے اسکے لئے کھلے ہوئے ہیں، بہت آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ان ترقیات پر حق تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں۔

خلاصۂ کمالات

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا اور یوں فرمایا کہ: ہمیں ایسی زندگی مطلوب ہے جیسی ان کی زندگی ہے جیسی زندگی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے، ویسی زندگی حق تعالیٰ کو مطلوب ہے اور پسند ہے، حق تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ سب لوگ اسی طریقہ پر چلیں، تو جتنے لوگ جس قدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلیں گے، اسی قدر حق تعالیٰ کے محبوب بنتے چلے جائیں گے، اصل معیار یہ ہے اس معیار پر جو چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا چلا جائیگا، اور یہ قرب ایسا نہیں جو آنکھوں سے نظر آتا ہو کانوں سے سنائی دیتا ہو، زبان سے چکھنے کے قابل ہو۔

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ: [اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔] (آسان ترجمہ) شہ رگ سے بھی حق تعالیٰ زیادہ قریب ہیں، اس کی ایسی ذات عالی ہے کہ اس کے قرب کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ اس دنیا میں نہیں دی جا سکتی، جس طرح اسکی ذات وراء الوراء ہے کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا، اور کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتا، راستہ جو کچھ ہے قرب کا وہ یہی ہے چاہے آنکھوں سے کچھ نظر آئے یا نہ آئے۔

بیداری میں زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بعض اولیاء اللہ کی بڑی کرامتیں ہوتی ہیں، ان کو آنکھوں سے بھی بہت کچھ نظر آتا ہے،

جیتے جاگتے نبی کریم ﷺ کی زیارت کرتے ہیں، بیداری کی حالت میں زیارت کرتے ہیں، فیض الباری میں لکھا ہے کہ: جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ مرتبہ بیداری کی حالت میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت کی؛ لیکن یہ زیارت بھی ایسی ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے آدمی صحابی نہیں بن جاتا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام کو نہیں پہنچ جاتا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری میں زیارت

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ مسجد نبوی میں باب الرحمت کے قریب درس دے رہے تھے اس میں حیات النبی ﷺ کا مسئلہ آگیا، حضرت مولانا نے اس کو ثابت فرمایا، طلبہ نے اشکال کیا اس کا جواب مرحمت فرمایا، پھر اشکال کیا گیا پھر جواب دیا، پھر اشکال کیا، پھر جواب دیا، پھر ایکدم اس طرف دیکھا، روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف، طلبہ نے بھی دیکھا، دیکھا تو وہاں روضۂ اقدس نہیں ہے، عمارت نہیں ہے، جگہ صاف ستھری ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف فرماہیں، سب نے دیکھا، اچھا بھئی اشکال کرتے ہو، اس پر کیا اشکال کروگے، اس کے بعد پھر اپنی کتاب کی طرف متوجہ ہوئے، طلبہ بھی متوجہ ہوئے، پھر طالب علم نے دیکھا تو روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عمارت موجود ہے، تو اس قسم کی چیزیں حق تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھلا دیتے ہیں، سنا دیتے ہیں۔

بیداری اور خواب کی زیارت میں کونسی زیادی قوی ہے

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بہت جگہ خطوط لکھے، بہت سے علماء سے دریافت کیا کہ ایک بات بتائیے؟ ایک شخص وہ ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں کرتا ہے، ایک شخص وہ ہے جو بیداری کی حالت میں زیارت کرتا ہے، ان میں سے کونسی قوی ہے؟ اپنے اپنے ذوق کے مطابق سب نے جوابات دیئے، میں حاضر ہوا مجھ سے بھی

فرمایا: میں نے کہا: حضرت خواب کی زیارت قوی ہے، بہ نسبت بیداری کے۔

فرمایا: کیوں؟

میں نے کہا: اس کی ذمہ داری لی گئی ہے: **ان الشیطان لا یتمثل بی من رانی فقد رانی**" (**مسند احمد: ۲/ ۴۱۰**) [یقیناً شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا۔] یہ ذمہ داری لی گئی ہے، ضمانت ہے کہ جس نے خواب میں دیکھا اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو دیکھا۔

اس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیا بیداری کی حالت میں شیطان کو قدرت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنا لینے کی؟

میں نے کہا: کہ شیطان کو تو اس پر بھی قدرت نہیں ہے، البتہ قوت متخیلہ ایک صورت گھڑ سکتی ہے یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے، اور خواب میں اس احتمال کو قطع کر دیا گیا۔

بات یہ ہے کہ خواب میں جس نے دیکھا وہ تو خواب کی رو سے صحیح ہے اور یہاں قوت متخیلہ ایک صورت بنا سکتی ہے، ایسے ہی قوت واہمہ صورت گھڑ سکتی ہے، اور گھڑ لیتی ہے، جنگل میں جاتے ہوئے کتنی صورتیں نظر آتیں ہیں اور دور سے جانے کا کیا کیا نظر آتا ہے، اس لئے یہاں نظر آوے یا نہ آوے؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہو رہا ہے۔

ایمان بالغیب معتبر ہے

اور ہمارا ایمان تو قرآن پاک پر ہے، اپنی آنکھوں پر تھوڑا ہی ہے، اپنی آنکھوں کے حوالہ کر دیا جائے تو کچھ بھی حاصل نہ ہو، اور ہم نے دیکھا ہی کیا، جنت دیکھی، دوزخ دیکھی، عرش دیکھا، کرسی دیکھی، لوح دیکھی، حوض کوثر دیکھی، کچھ نہیں دیکھا، قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے، اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، منکر نکیر کو قبر میں دیکھا، قبر میں جو روشنی کر دی جاتی ہے، جنت کا راستہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے دیکھا، نہیں دیکھا۔ ایمان بالغیب لاتے ہیں، آپ حضور ﷺ

نے جو کچھ فرمادیا اس پر ایمان لے آئے، آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لانے کا تو ہم سے مطالبہ نہیں، "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" ہے جو چیزیں غیب ہیں ان پر ایمان کا مطالبہ ہے آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں پر ایمان لانے کا مطالبہ نہیں ہے۔

انتقال کے وقت کا ایمان معتبر نہیں

اسی وجہ سے جب انسان کے انتقال کا وقت آجاتا ہے، عالم آخرت کی چیزیں اس پر منکشف ہو جاتی ہیں، ملک الموت سامنے آجاتا ہے اس وقت جو ایمان لاتے ہیں تو اس وقت کا ایمان بھی مقبول نہیں، غرغرہ کی حالت کا ایمان مقبول نہیں ہے، اس واسطے کہ ایمان بالغیب نہیں، رہا ایمان بالمشاہدہ ہو گیا، تو مرنے کے بعد جب وہاں سب چیزیں سامنے آئیں گی، جنکی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے تو ان کو دیکھ کر کہیں گے، "اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ" (سورۂ سجدہ: ۱۲) ہم نے دیکھ لیا، سن لیا اب ہمیں لوٹا دیجئے دنیا میں، جا کر پھر سے عمل کریں گے، انکی یہ بات منظور نہیں ہوگی، کیونکہ یہاں تو ایمان بالغیب معتبر ہے۔

ابن ماجہ شریف کی ایک روایت

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا شیر خوارگی کے زمانے میں، سولہ سترہ مہینہ کی عمر میں، ایک روز بچہ کی والدہ نے کہا کہ دودھ جوش مار رہا ہے دودھ پینے کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسکو تمہارے دودھ کی ضرورت نہیں رہی، جنت میں اس کے لئے دودھ کا انتظام ہو گیا، تم چاہو تو تم کو اس کی صورت دکھلا دوں، چاہو تو اسکی آواز سنوا دوں؟ ماں نے جواب دیا، کہ نہیں مجھے صورت دیکھنے کی ضرورت نہیں نہ آواز سننے کی ضرورت، آپ نے فرمایا: بس وہ کافی ہے،

بات یہ ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے باوجود پھر بھی یقین کرنا دیکھنے پر موقوف رہتا تو یہ ایمان بالغیب نہ رہتا، یہ روایت ابن ماجہ میں موجود ہے، اس واسطے یہاں ایمان بالغیب معتبر ہے، تو مومن کے ایمان کی اعلیٰ درجہ کی ترقی اسکی سعادت یہی ہے کہ اس کا ایمان مغیبات پر سب سے زیادہ ہو۔

اپنی آنکھوں کو جھٹلایا جاسکتا ہے اور جتنے تجربہ کار، دانشمند، ڈکٹیٹر ہوں انکی بات غلط ہوسکتی ہے؛ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سچ ہے اس کے اندر کذب کا احتمال نہیں، اس چیز میں انسان جتنا پختہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا اس کو قرب نصیب ہوگا، اسکی زندگی جس قدر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے مطابق ہوگی اسی قدر حق تعالیٰ کا محبوب ہوگا۔

غفلت کے ساتھ بھی ذکر کارآمد ہے

اس واسطے اللہ تعالیٰ کا نام لینا خواہ غفلت سے ہی کیوں نہ ہو بیکار نہیں، کارآمد ہے، باقی کسی کا شعر ہے: ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
این چنین تسبیح کے دارد اثر

[زبان پر تسبیح اور دل میں گاؤ خر ایسی تسبیح کب اثر رکھتی ہے۔]

مگر بعض بزرگوں نے اس میں بھی ترمیم کردی: ؎

این چنین تسبیح ہم دارد اثر

[ایسی تسبیح بھی اثر رکھتی ہے۔]

ہاتھ میں تسبیح ہے، زبان پر ادھر ادھر کی باتیں لگی ہوئیں ہیں اس تسبیح کا بھی اثر ہوتا ہے، بے اثر یہ تسبیح بھی نہیں ہوتی۔

....

ایک دوسرا شعر ہے: ؎

سبحہ در کف، توبہ برلب، دل پُر از ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما
ہاتھ میں تسبیح، لب پر توبہ، دل ذوق گناہ سے پُر ہے
معصیت کو ہمارے استغفار پر ہنسی آتی ہے

ہاتھ میں تسبیح، لبوں پر توبہ، اور دل گناہ کے ذوق میں بھرا ہوا ہے، اب یہ گناہ کروں، اب یہ گناہ کروں، معصیت کو بھی ہمارے استغفار پر ہنسی آتی ہے، معصیت ہنستی ہے کہ یہ استغفار کر رہے ہیں۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے: استغفارنا یحتاج الی استغفار کثیر" ہمارا تو استغفار کرنا بھی بہت سے استغفار کا محتاج ہے، کیونکہ استغفار کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، یہ تو زبان سے کہہ رہا ہے کیا واقعی دل میں بھی چاہتا ہے، اگر دل میں معصیت سے مغفرت چاہنے کے بجائے دل اس کے شوق میں ڈوبا ہوا ہے تو یہ تو زبان سے ایسی بات کہہ رہا ہے جو دل میں نہیں "یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ" (سورۃ آل عمران: ۱۶۷) [وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔] (آسان ترجمہ) کا مصداق ہے جو نفاق ہے اس لئے فرماتے ہیں: "اِسْتِغْفَارُنَا يُحْتَاجُ اِلٰى اِسْتِغْفَارٍ كَثِيْرٍ" ہمارا تو استغفار کرنا بھی بہت سے استغفار کا محتاج ہے، اللہ تعالیٰ نے زبان کو ذکر کی توفیق دی، اس زبان میں سچائی بھی عطا فرما دے دل کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پسندیدہ زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین)

❁ ❁ ❁

تزکیۂ نفس

اس بیان میں

☆......تزکیۂ نفس کی ضرورت واہمیت اور اس کے نتائج وثمرات۔

☆......حقیقی کامیابی۔

☆......تزکیہ سے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے واقعات۔

کا بیان ہے۔

....

تزکیۂ نفس

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۔ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۔ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ۔ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۔ صُحُفِ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی ۔

[فلاح اسی نے پائی ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی، اور اپنے پروردگار کا نام لیا، اور نماز پڑھی، لیکن تم لوگ دنیاوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ آخرت کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ پائیدار ہے۔ یہ بات یقیناً پچھلے (آسمانی) صحیفوں میں بھی درج ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں۔]

اللہ جل جلالہ کا ارشاد عالی ہے کہ: تحقیق بالیقین وہ شخص کامیاب ہے جس نے تزکیۂ باطن کرلیا، جس نے اپنے اندر کو اپنے باطن کو سدھار لیا وہی شخص کامیاب ہے۔

کامیابی کا نقطۂ نظر

دنیا میں کامیابی کا نقطۂ نظر بہت مختلف ہے، ایک شخص کو مکان کی ضرورت ہے وہ سمجھتا ہے کہ مجھے مکان مل گیا تو میں کامیاب، عالیشان بلڈنگ بنوالی تو میں کامیاب ہوگیا، ایک شخص کو دوکان کی ضرورت ہے وہ سمجھتا ہے مجھے فلاں جگہ دوکان مل جائے تو میں کامیاب، ایک شخص کو شادی کی ضرورت ہے وہ سمجھتا ہے کہ فلاں جگہ شادی ہو جائے تو میں کامیاب، الیکشن

آئے گا، ایک شخص کہتا ہے کہ اگر میں الیکشن میں کامیاب ہو جاؤں تو پارلیمنٹ کا ممبر بن جاؤں تو میں کامیاب، غرض کہ ہر ایک کا نقطۂ نظر الگ الگ ہے اور صحیح ان میں سے وہ ہے جو ان سب کے پیدا کرنے والے نے بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کو کامیاب فرمایا وہ درحقیقت کامیاب ہے، اور اس کے علاوہ جو کچھ چیزیں ہیں وہ کامیابی کی نہیں، بھلائی کی چیزیں ہیں، معمولی طور پر ایک چمک دمک کی چیزیں ہیں بہت جلد فنا ہو جانے والی ہیں، کامیاب تو وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کامیاب ہے، تزکیۂ باطن سے اخلاق فاضلہ حاصل ہوتے ہیں، اعمال صالحہ حاصل ہوتے ہیں، وہ اخلاق فاضلہ وہ اعمال صالحہ انسان کا ساتھ دینے والے ہیں، درحقیقت ایسی چیزیں کسی کو میسر آجائیں تو وہ کامیابی کی چیز ہے۔

اگر کسی کے پاس روپیہ ہو، بہت سارا جمع کر لیا ہو، نوٹوں کی گڈیاں کی گڈیاں جمع کر لیں لیکن ایک دیمک کا کیڑا اس پر مسلط ہو جائے تو سب کو کھا کے ختم کر دے یہ بھی کوئی کامیابی ہے جس کو ایک کیڑا ختم کر دے، استغفر اللہ، یہ تو کچھ بھی کامیابی نہیں، ناکامی ہی ناکامی ہے۔

ایک شخص کے پاس ہوائی جہاز ہے، اس سے آمدنی بہت ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں کامیاب ہوں، ایک پرزہ اگرا اوپر سے خراب ہو جائے، دھم سے نیچے آگرے جہاز میں جتنے آدمی تھے وہ بھی گئے اس کا ڈرائیور چلانے والا بھی گیا سب ختم ہو گئے۔ ایک شخص کے پاس موٹر ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں کامیاب ہوں؛ لیکن چلتے چلتے کسی جگہ ایکسیڈنٹ ایسا ہوا کہ جس سے موٹر بھی ٹوٹ گیا اور ڈرائیور بھی ختم ہو گیا، یہ بھی کچھ کامیابی ہے۔ ایک شخص کی ملکیت میں ایک بہت بڑی ریل ہے، اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا جس کے نتیجہ میں کتنے مسافر اس میں مارے گئے، کتنے تباہ و برباد ہوئے، زخمی ہوئے، یہ کیا کامیابی ہے، غرض کہ ان میں کسی چیز میں حقیقی کامیابی نہیں۔

ایسا بھی دیکھا ہے کہ صبح کو سیٹھ گدی پر بیٹھا ہے، نخوت و تکبر کا یہ عالم ہے کہ کسی کالے آدمی سے بات کرنے کو تیار نہیں، اور جناب شام کو پستول لے کر آدمی پہنچے اور کہا کہ اس کاغذ پر دستخط

کروکہ ہم نے یہ ساری دوکانیں فروخت کر دیں اور قیمت وصول پائی، ورنہ ابھی پستول سے مارے دیتے ہیں، اس نے جناب دستخط کر دیئے، اب فوراً کان پکڑ کر اس کو اٹھا دیا کہ چلو یہاں سے، چلا گیا، شام کے کھانے تک کے پیسے اس کے پاس نہیں، ایسی کیفیت بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان میں سے کوئی چیز دل لگانے کے قابل نہیں، بھروسہ کرنے کے قابل نہیں، محبت کرنے کے قابل نہیں۔ یہ سب چیزیں دھوکہ کی ہیں انکی کوئی حیثیت نہیں۔

حقیقی کامیابی

حقیقی کامیابی وہ ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" کامیاب ہے وہ شخص جس نے تزکیۂ باطن کر لیا۔ مثلاً نفس کے اندر بخل ہے۔ بخل کو دور کر کے سخاوت کو حاصل کر لیا، بخل کو کیسے دور کیا جاتا ہے، سخاوت کو کیسے حاصل کیا جاتا ہے، کیا سخاوت کی تعریف ہے، کوئی مقالہ شاندار دلائل کے ساتھ لکھ کر آدمی پڑھ کر سنا دے، کیا وہ سخی ہے؟ محض مقالہ لکھ دینے سے تو سخی نہیں ہو جاتا، یا کسی نے رسالہ لکھ کر چھاپ دیا کیا وہ سخی ہو گیا؟ کیا سخی کی تعریف میں کوئی مستقل رسالہ لکھ دے تو کیا وہ سخی ہو گیا؟ یا سخاوت جہاں جہاں کیجاتی ہے، اسکے دروازے اور راستے سارے بتا دے، ساری قسمیں بتا دے، کیا اس بتانے سے وہ سخی ہو گیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنے نفس سے کہا: تو بخیل ہے، نفس نے کہا: میں کیوں بخیل ہوتا؟ میں تو سخی ہوں، کہا: نہیں تو بخیل ہے، اس نے کہا: میں سخی ہوں، اچھا طے یہ پایا کہ کل جتنی نقدی رقم اپنے پاس ہو سب سے پہلے جو غریب ملے اس کو دیدو، اگر خوشدلی سے رقم دیدی تو معلوم ہوتا ہے کہ سخی ہے اور جو دینے میں خوشدلی نہ ہوئی تو معلوم ہوتا ہے کہ بخیل ہے۔

....

صبح کو دیکھا پچاس اشرفیاں انکے پاس تھیں انکو لے کر چلے، ایک جگہ ایک نابینا حافظ بیٹھے ہوئے کسی نائی کی دوکان پر حجامت بنوا رہے ہیں، پرانے سے میلے سے کپڑے ہیں، انہوں نے لیجا کر بہت ادب احترام کے ساتھ وہ اشرفیاں انکی خدمت میں پیش کیں اور کہا: حافظ صاحب یہ پچاس اشرفیاں آپ کی خدمت میں نذرانہ ہے، حافظ صاحب نے کہا: اچھا ہوا تم لے آئے میرے پاس اس نائی کو اجرت دینے کیلئے بھی کچھ نہیں تھا، اسے دیدو انہیں خیال آیا کہ یہ نابینا ہیں، انکو پتہ نہیں کہ یہ کتنی اشرفیاں ہیں، نائی کی اجرت بال بنانے کی کہیں پچاس اشرفیاں ہوتی ہیں، حافظ صاحب نے سر اٹھا کر کہا، اسی واسطے تو کہتے تھے کہ تم بخیل ہو دیجئے، کیوں نہیں دیتے، افوہ یہ تو بہت دور کی پتہ کی بات بتا رہے ہیں، بہت شرمندگی ہوئی اور وہ سب اشرفیاں اٹھا کر نائی کے سامنے رکھدیں، نائی نے کہا کہ میں نے جب حافظ صاحب کو میلے کپڑے دیکھے تھے اسی وقت سوچ لیا تھا اور ارادہ کرلیا تھا کہ انکی حجامت اللہ واسطے بناؤں گا، ان ٹھیکروں کی وجہ سے میں اپنی نیت خراب نہیں کرتا، مجھے نہیں چاہئے، وہ فرماتے ہیں کہ: مجھے اتنی ذلت اسوقت محسوس ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی، وہ اشرفیاں لائے اور لا کر دریا میں پھینکدیں کہ خدا تمہیں غارت کرے جو تم سے دل لگاوے وہ اسی طرح ذلیل ہے۔

تو سخاوت کی تعریف کے بجائے عمل کی ضرورت ہے، یہ تو عملی چیز ہے، سخاوت کی خالی تعریف کر دینے سے، قصیدہ یا رسالہ لکھ دینے سے آدمی سخی نہیں ہو جاتا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سخاوت

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تربیت فرمائی ان پر کوشش ومحنت کی اللہ پاک نے ان کو کامیاب فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات میں "یُزَکِّیْھِمْ" بھی تو ہے کہ تزکیہ باطن فرماتے تھے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کو اٹھا کر دیکھنا چاہئے کیسی کیسی سخاوت کی باتیں ان سے صادر ہوئیں۔

ایک جگہ چند آدمی بیٹھے ہیں آپس میں گفتگو ہو رہی ہے کہ اس وقت کون شخص زیادہ سخی

ہے؟ تین آدمیوں کے نام پیش کئے گئے، کسی نے ایک کا کسی نے دوسرے کا کسی نے تیسرے کا نام پیش کیا، وہ تین نام کون تھے؟ ایک عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، ایک قیس ایک اور صاحب نابینا، آپس میں طے ہوا کہ ان تینوں کی آزمائش ہونی چاہئے ان میں سے ایک اٹھا اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی سخاوت

یہ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ایسے آدمی تھے کہ جب سفر میں جاتے تو اپنی اونٹنی کو اشرفیوں سے روپیوں سے، کھانے، کھانے پینے کی چیزوں سے بھر کر چلتے کہ راستہ میں کسی کی خاطر تواضع کرنے میں کچھ پریشانی اٹھانی نہ پڑے، اس واسطے کہ اس وقت کی یہ کیفیت تھی کہ کئی کئی روز گذر جاتے تھے کہ کہیں پانی نہیں ملتا تھا، سائل نے ان سے جا کر کہا کہ میں ایک مسافر آدمی ہوں مجھے سواری چاہئے؟ حضرت عبد اللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ اس وقت سفر کرنے کیلئے تیار تھے، اونٹنی بھری بھرائی کھڑی تھی صرف سوار ہونے کی دیر تھی، اور اس وقت سواری چاہئے کہ یہ مطلب نہیں ہوتا تھا، جیسے آج کل گھنٹے آدھ گھنٹے کیلئے کسی کی موٹر مانگ لی کہ میں ذرا سورت ہو آؤں، اور لا کر واپس کر دی اور تیل کے پیسے بھی دیدئے، بعض تیل کے پیسے نہیں دیتے تو موٹر والا مانگ لیتا ہے، کہ تیل کے پیسے تو دیکر جاؤ، اس وقت سواری کا مانگنا ایسا نہیں تھا، بلکہ جو سواری مانگ لی مانگ لی پھر اسکی واپسی نہیں ہوتی تھی، اونٹنی سامان سے اشرفیوں سے لدی لدائی تیار کھڑی تھی۔ حضرت عبد اللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے وہ اونٹنی اس کے حوالے کر دی کہ جاؤ لیجاؤ، وہ اس کو لیکر خوشی خوشی آئے جہاں ممتحنین کا بورڈ بیٹھا تھا، ان کے سامنے لا کر کہا کہ دیکھو، یہ عبد اللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کے یہاں سے لایا ہوں۔

قیس کی سخاوت

اس کے بعد وہ صاحب دوسرے صاحب (جنکا نام قیس تھا) کے یہاں گئے۔ ان

کے مکان پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ قیس تو ہیں نہیں کہیں باہر گئے ہوئے ہیں، باندی نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کیا کام تھا؟ جواب دیا: ان سے ہی کام تھا تم سے کام نہیں، باندی نے کہا: بتاؤ تو سہی؟ انہوں نے جواب دیا: کہ تمہارے بس کا نہیں، باندی نے کہا: اللہ کے بندے بتاؤ تو سہی کیا کام ہے؟ کہا: میں ایک مسافر ہوں مجھے سواری چاہئے، باندی نے کہا: اس کے لئے ان کے ہونے اور ان سے پوچھنے کی کیا ضرورت، اتنی اجازت تو مجھے بھی ہے یہ کہہ کر اونٹنی کے گلہ میں سے عمدہ سی اونٹنی لا کر حوالہ کر دی، یہ اونٹنی لے کر لوٹ آئے اور آ کر بتایا کہ یہ انکی باندی نے دی وہ خود موجود نہیں تھے۔

نابینا اپاہج کی سخاوت

پھر تیسرے کے یہاں پہنچے جو نابینا تھے اور اپاہج بھی گٹھیا کی بیماری تھی اور وہ دو غلاموں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیر کو گھسیٹتے ہوئے مکان سے مسجد جا رہے تھے، نماز پڑھنے کے لئے اسی حالت میں سائل نے ان سے جا کر کہا کہ میں ایک مسافر ہوں مجھے سواری چاہئے، انہوں (نابینا) نے کہا کہ میری ملکیت میں آج ان دو غلاموں کے سوا کوئی اور چیز نہیں یہ دو غلام میں نے تم کو دیئے تم ان کو لیجاؤ اور ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت سے سواری کا انتظام کرلو۔ یہ کہہ کر غلاموں کے کندھے سے ہاتھ اٹھا لئے، کیونکہ جب کہہ دیا کہ تم کو دیئے تو ان کی ملکیت ختم ہوگئی، اب کندھے پر کیسے ہاتھ رکھیں اس لئے ہاتھ اٹھا لئے اور چونکہ گٹھیا کی بیماری تھی اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکتے تھے، گرے گھٹنوں میں بھی چوٹ آئی، نابینا بھی تھے اور اپاہج بھی، سائل نے کہا: آپ کو غلاموں کی ضرورت ہے آپ ان کو رکھئے، میں اپنی سواری کا انتظام دوسری جگہ سے کرلوں گا، انہوں نے کہا: اچھا تم نہیں لیتے تو میری طرف سے یہ آزاد ہیں، میں نے اپنی ملکیت ختم کر دی، سائل نے واپس آ کر واقعہ بتایا۔

تو بھئی سخاوت دیکھنا ہے تو ان حضرات کی سخاوت کو دیکھو کس شان کی سخاوت ہے۔

....

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حاتم طائی کے بیٹے سے (حاتم طائی کی سخاوت تو پوری دنیا میں مشہور ہے) ایک صاحب نے کہا کہ میرے یہاں ایک تقریب ہے۔ مہمان آئیں گے، کچھ برتن چاہئیں گے، پوچھا کتنے مہمان آئیں گے، جواب دیا: اتنے مہمان آئیں گے، اور اونچے پیمانے پر تقریب کرنی ہے، فلاں روز اور فلاں تاریخ میں آئیں گے جواب دیا اچھی بات ہے بھیج دیں گے، اب وہ دن دن گنتے جارہے ہیں وہ برتن نہیں بھیج رہے ہیں دس روز رہ گئے، نو روز رہ گئے، آٹھ روز رہ گئے، سات روز رہ گئے، چھ روز رہ گئے، پانچ روز رہ گئے، چار روز رہ گئے، تین روز رہ گئے، دو روز رہ گئے، ایک دن رہ گیا، وہ برتن نہیں بھیج رہے ہیں، ان کو بھی زیادہ پریشانی نہیں کہ برتن نہیں آئے، مہمان آجائیں گے تو کیا ہوگا، یہاں تک کہ تاریخ آگئی، مہمان آگئے، جب مہمان آگئے اس وقت انہوں نے برتن بھیجے اور برتن میں شاندار اعلیٰ قسم کا کھانا تیار کراکے بھیجا وہ خوش ہوگئے کہ اچھا ہوا مجھے کھانے کا انتظام بھی نہیں کرنا پڑا پکا پکایا کھانا بھجوا دیا، انہوں نے مہمانوں کو کھلایا، جب برتن واپس گئے تو کہا کہ میں نے خالی برتن منگائے تھے کھانا تو نہیں منگایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ: ہمارے گھر سے کبھی برتن خالی گیا ہی نہیں۔ خالی برتن بھیجنا خاندانی روایات کے خلاف ہے، سخاوت کرنے والے وہ حضرات ہیں، سخاوت کی تعریف اور چیز ہے، سخاوت کے ساتھ متصف ہونا اور چیز ہے۔

تَزَکّٰی، ''تزکیہ'' کے معنیٰ تعریف کرنے کے نہیں، جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں جو صفت کلام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زید عمرو کے درمیان کلام کو پیدا کرنے والا ہے، خود کلام کے ساتھ متصف نہیں، ان کا یہ کہنا غلط ہے۔

سخاوت تو ایسی چیز ہے کہ آدمی خود اس سے متصف ہو۔

....

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سخی

ان ہی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے سے زیادہ بھی کوئی سخی پایا ہے، کہنے لگے "لا حول و لا قوۃ الا باللہ" میں کیا اور میری سخاوت کیا؟ سارا عرب مجھ سے زیادہ سخی، بتلایا، میں نے ایک جگہ پر دیکھا، ایک باغ ہے ہرا بھرا اور ایک آدمی اسکی خدمت کر رہا ہے، تھانولے پینڈے لگا رہا ہے اور پانی دے رہا ہے میں کچھ دیر بیٹھا رہا پھر اس سے پوچھا بھئی اس باغ میں سب سے زیادہ عمدہ پھل کونسے درخت کا ہے اس نے جواب دیا کہ: مجھے نہیں معلوم میں مالک نہیں ہوں، میں تو محافظ و خادم ہوں، میں نے چکھا نہیں۔ یہ بھی غور کرتے جایئے وہ محافظ ہے باغ کا، نہیں جانتا کہ کون سے درخت کا پھل کونسے رنگ کا پھل سب سے بڑھیا ہے، اور ہم لوگ بھی مدرسہ والے محافظ ہوتے ہیں، ذرا دیکھ بھال کے چلنا، ان کو بہت خیال آیا کہ بھئی یہ تو بہت عمدہ آدمی ہے، اس سے پوچھا تمہارے مالک کا کیا نام ہے، بتلایا یہ نام ہے فلاں جگہ پر ہے، اتنے میں اسکے پاس روٹی آئی، کوئی لایا، اسکے پاس ایک کتا بھی تھا باغ میں کتا بھی رہتا ہے، روٹی دیکھ کر کتا بھی آگیا، ایک نوالہ یہ خود کھاتا تھا اور ایک نوالہ کتے کو دیتا تھا، جتنا بڑا نوالہ خود نے لیا، اتنا ہی بڑا نوالہ کتے کو دیا، یہاں تک کہ روٹیاں ختم ہوگئیں۔ انہوں نے پوچھا: تم نے یہ کیا معاملہ کیا کہ ایک نوالہ کتے کو دیتے تھے اور ایک نوالہ خود کھاتے تھے، بتایا کہ: یہ کتا میرا رفیق ہے، میں بھی باغ کی حفاظت کرتا ہوں، یہ بھی باغ کی حفاظت کرتا ہے، جب باغ کی حفاظت کرنے میں میرا رفیق ہے تو جتنی اجرت مجھ کو ملتی ہے، اس میں بھی یہ میرا برابر کا شریک ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

ان کو اسکی بڑی قدر ہوئی، اس کے مالک کے پاس گئے، اور جا کر کہا: میں نے تمہارا باغ دیکھا ہے، مجھے بے حد پسند آیا، میں اس کو خریدنا چاہتا ہوں، کہا اچھی بات ہے،

بیچ دیا۔ انہوں نے قیمت لا کر دیدی، پھر پوچھا تمہارے یہاں کوئی باندی بھی ہے کہا: ہاں باندی بھی ہے، کہا پھر بڑھیا سی باندی بھی لادو، باندی لے کر آیا وہ بھی خرید لی، پھر کہا جو شخص باغ کا محافظ ہے میں اس کو بھی خریدنا چاہتا ہوں، اس نے جواب دیا: میں اس کو بیچنا نہیں چاہتا، اس واسطے کہ بچپن سے ہمارے یہاں رہا ہے، پلا ہے، سارے خاندان کو اس سے تعلق ہے، کہا کہ بھئی مجھے تو اس کے خریدنے کی بڑی تمنا تھی، اس نے کہا: اچھا آپ کی تمنا ہے تو بہت اچھا ہے میں نے فروخت کر دیا، انہوں نے اسے بھی خرید لیا۔

باندی کو لے آئے اور اس باغ کے محافظ سے کہا کہ: بھئی میں نے یہ باغ خرید لیا، اس نے کہا بہت اچھا، اللہ برکت دے یہ کہہ کر وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا کہ اب میرا کیا کام، میرے مالک کا باغ رہا نہیں، انہوں نے کہا ٹھہرو، میں نے اس باندی کو بھی خریدا ہے، اس نے کہا اللہ اس میں بھی برکت دے، کہا میں نے تمہیں بھی خرید لیا، اس نے کہا مجھے اس سے قلق ہوا، اس واسطے کہ میں بچپن سے اس گھر میں رہا ہوں، اس خاندان سے مجھے تعلق ہے، بہر حال جب آپ نے خرید لیا تو اللہ اس میں بھی برکت دے۔

انہوں نے کہا کہ اس باندی کا نکاح تم سے کر دیا اس نے کہا بہت اچھا اللہ برکت دے، پھر کہا: میں نے تم دونوں کو آزاد کیا، تم کو بھی اور باندی کو بھی، یہ باندی تمہاری بیوی اور یہ باغ تم دونوں کو دیدیا۔ پہلے محافظ ہونے کی حیثیت سے وہ شخص باغ میں رہتا تھا اور خدمت کرتا تھا، اب وہ مالک ہو گیا، ان حضرات کی سخاوت کا یہ عالم تھا۔

ایک سخی کی سخاوت

ایک صاحب چلے ہوئے جارہے تھے ایک کھیت پر گذر ہوا، ایک نوجوان اٹھا اس نے کہا: السلام علیکم: میرے والد کا انتقال ہو گیا، اس نے کہا: اللہ مغفرت فرمائے، تم کو صبر وسکون دے، اس نے کہا میں نے جب حساب کے کاغذات دیکھے تو اس میں اتنے ہزار روپے والد صاحب

کے تمہارے ذمہ ہیں، کہا: اچھی بات ہے جب جی چاہے لے لینا، جو خادم ساتھ تھا اس سے فرمایا کہ جب یہ لینے کیلئے آئیں تو اتنے ہزار روپے ان کو دے دینا، اور چلے گئے، ایک دو روز بعد پھر ادھر سے گذر ہوا پھر وہ لڑکا اٹھا اور کہا مجھ سے سمجھنے میں غلطی ہوگئی، میرے والد صاحب کے نہیں چاہئے، بلکہ آپ کا چاہئے والد صاحب کے ذمہ، انہوں نے فرمایا: اچھا میں نے معاف کیا لڑکے نے کہا میں معاف نہیں کراتا میں تو دوں گا، کہا: اچھی بات دیدو، کہا: سب تو میں نہیں دے سکتا، فرمایا: جتنا ہے اتنا ہی دیدو، اس نے کہا: روپیہ تو ہے نہیں، زمین کا یہ ٹکڑا لے لو، کہا اچھی بات اسکو لے لیا، اس زمین میں مصلی بچھایا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اس کو وقف کر دیا اور آگے چلدیئے۔

ان حضرات کی سخاوت اس کیفیت کی تھی۔ وہ محض زبانی سخاوت نہیں کرتے تھے، قلمی سخاوت نہیں کرتے تھے، سخاوت تو انکی گھٹی میں پڑی تھی، بخل پاس کو نہیں تھا۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" بہت ہی کامیاب ہے وہ شخص جس نے تزکیۂ باطن کرلیا، مثلاً بخل کو دور کر دیا اور سخاوت کو اپنے اندر پیدا کرلیا، حاصل کرلیا۔

ایک سخی کی عجیب سخاوت

ایک شخص نے ایک صاحب سے آکر کہا کہ بڑی پریشانی کی بات ہے فلاں شخص کے میرے ذمہ اتنے روپے میری طرف چاہئیں، اس نے مجھے پکڑا میں نے کل کا وعدہ کرلیا اور میرے پاس کل کو دینے کو نہیں، وہ آئیگا تو ذلیل کریگا، انہوں نے کہا: روپیہ تو میرے پاس ہے نہیں تمہیں ترکیب بتائے دیتا ہوں، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں کل کو تجھ کو دونگا اور وعدہ دین ہوتا ہے، "العدۃ دین" وعدہ بھی دین ہوتا ہے، لہٰذا دین ہوگیا تم میرے اوپر قاضی کے یہاں جا کر عدالت میں دعویٰ دائر کردو کہ اسکے اوپر اتنا دین چاہئے، میں کہوں گا میرے پاس دینے کو نہیں، تم کہنا یہ غلط کہتا ہے، اسکے پاس ہے، قاضی مجھے جیل میں ڈالدے گا میرے گھر کے خاندان کے فلاں فلاں عزیز کو خبر کرنا، وہ جائیں گے اور جا کر کے روپیہ دے کر چھڑالیں گے۔ تب تم روپیہ اسکو دے

دینا، چنانچہ اسکی خاطر اس کو برداشت کیا کہ خود جیل چلے جائیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خیر البشر بعد الانبیآء: انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ افضل ان کا درجہ ہے مقام کتنا بلند ہوگا؛ مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ سفر سے واپس آرہے ہیں بچوں نے دیکھ لیا تو دوڑے دوڑے گئے لپٹ گئے انکے اپنے بیٹے نہیں محلے کے بچے۔ انہوں نے ایک کو آگے بٹھایا ایک کو پیچھے بٹھایا، ان کو لے کر چلے آئے، سفر میں جاتے تو محلہ کے لڑکے آ کر لپٹ جاتے کوئی دامن پکڑ رہا ہے کوئی آستین پکڑ رہا ہے کوئی ہاتھ پکڑ رہا ہے، مزاج میں ایسی شفقت تھی۔ یہ امیر المومنین کا حال تھا، بڑے شاندار آدمی تھے یہ نہیں سوچا کہ میں اتنا بڑا آدمی ہوں، یہ میری شان کے خلاف ہے، یہ تقاضائے شفقت تھا، یہ مقتضیٰ بذل جاہ ہے۔

غرض کہ جو بخل کی صفت ہے اس کو دل سے نکالنا اور سخاوت کی صفت پیدا کرنا یہ چیز ہے، سخاوت قلب سے ہوتی ہے، ہاتھ تو اس کا ذریعہ اور آلہ ہے۔ حقیقی سخاوت قلب سے ہے "خیر الغنی غنی القلب" جو قلب کا غنی ہے وہ درحقیقت کارآمد ہے، اس واسطے کہ آدمی کو یہ پریشانی ہوتی ہے۔ میں نے اتنا روپیہ دے دیا تو میرے پاس کہاں سے آئے گا، اور جب قلب کے اندر غنی ہو اور مالک الملک پر اعتماد ہو کہ اس کے پاس سب کچھ ہے

"وان من شیٔ الا عندنا خزائنہ" ہر چیز کے خزانے اس کے پاس ہیں، اسکے خزانے پر اعتماد ہو اپنے ہاتھ کے روپیہ پر اعتماد نہ ہو اپنی جیب کے روپیہ پر اعتماد نہ ہو، بلکہ خداوند تعالیٰ کے خزانے پر اعتماد ہو یہ اعتماد اعلیٰ درجہ کی چیز ہے، اس لئے جب آدمی بخل کرتا ہے تو بخل کا منشا یہ ہوتا ہے کہ جو چیز میرے پاس ہے وہ دوسرے کو دونگا تو میں خالی رہ جاؤں گا، میری ضرورت کی چیز ہے۔ دوسرے وقت، مجھے کہاں سے ملے گی، کماؤں ملے نہ ملے، کامیاب ہوں یا ناکام، یہ سب لغویات ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے آدمی پریشان ہوتا ہے اور

اگر حق تعالیٰ پر اعتماد ہو کہ جس نے پہلے دیا آئندہ بھی وہی دے گا، تو پھر کوئی بات نہیں ہوتی، بڑا اطمنان رہتا ہے، پاس ہے تو مطمئن نہیں ہے تو مطمئن، اپنے پاس نہیں اللہ کے خزانے میں تو ہے اللہ تعالیٰ نے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ دینے والے ہیں تو کاہے کو پریشان ہو۔

آٹا روٹی پکنے گیا

ایک صاحب کی بیوی نے آٹا گوندھا، طشت میں رکھا اور محلہ میں آگ لینے کیلئے گئی، پیچھے کوئی سائل آیا شوہر نے ادھر ادھر دیکھا کہ کچھ اور تو ہے نہیں، وہ آٹا رکھا ہوا ہے طشت اٹھا کر سائل کو دے دیا کہ لیجاؤ، بیوی آگ لیکر آئی، پوچھتی ہے یہاں آٹا رکھ کر گئی تھی وہ کیا ہوا؟ شوہر نے کہا وہ روٹی پکنے گیا، اس نے کہا ٹھیک بتاؤ مذاق مت کرو، کہا: میں ٹھیک ہی بتا رہا ہوں مذاق نہیں ہے، سائل آیا تھا میں نے دیکھا اور تو کچھ ہے نہیں اٹھا کر میں نے وہی دیدیا وہ روٹی پکا لیگا، اس نے کہا: اللہ تمہیں ہدایت دے یہاں تو بچوں کے کھانے کیلئے کچھ اور ہے بھی نہیں۔ اس نے کہا ہو یا نہ ہو اسکی مجھے خبر نہیں یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ سامنے آٹا رکھا ہوا ہے اور میں کہدوں کہ ہے نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ غیرت ہوتی تھی انکی کہ جس ذات عالی نے پہلے عطا کیا پھر نہیں دیگا وہ خود دیگا یہ اعتماد اصل چیز ہے۔ جس کو یہ اعتماد حاصل ہو جاتا ہے بس وہ پاکیزہ ہے، اللہ کا مقبول بندہ ہے۔

کثرت ذکر

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى، اور اپنے رب کا نام کثرت سے لیتا ہے، ذکر کی بڑی تاکید آئی ہے، قرآن پاک میں بھی احادیث میں بھی نماز متعین چیز ہے دن بھر میں پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے، روزہ متعین ہے سال میں ایک دفعہ ایک مہینہ کے روزے فرض ہیں، حج ساری عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے لیکن ذکر کے متعلق ہے "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا" (سورۃ الاحزاب:۴۱،۴۲) [اے ایمان والو! اللہ

کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو، اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔] (آسان ترجمہ)

یہ جو صبح شام کی تسبیح بتائی جاتی ہیں ان آیات سے ہی ماخوذ ہیں، صبح کی تسبیح شام کی تسبیح "وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا" اور ذکر بتایا کثرت سے کرو۔ "وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ" (سورۃ الاحزاب: ۳۵) [اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا ذکر کرنے والی عورتیں۔] (آسان ترجمہ) اور ایک حدیث میں ہے کہ خدا کا اتنا ذکر کرو کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ پاگل ہوگیا ہے۔ "اذکروا اللہ حتی یقال انہ لمجنون" اتنا ذکر حق تعالی کا کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگیں؛ لیکن ایسا نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ہی کہنے لگے کہ تو پاگل ہوگیا، غلط طریقہ پر ذکر کرنا، بے موقع ذکر کرنا مخلوق کو پریشان کرڈالنا، کہ کسی کو سونے نہیں دیتے، بیٹھے ضربیں لگا رہے ہیں، ایسا نہیں، بلکہ بندوں کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ: اپنے رب کا نام لیتا ہے اس کا ذکر کرتا ہے، کہاں نام لیتا ہے، کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے، سو کر اٹھے تو بسم اللہ پڑھے اور لیٹے تو بسم اللہ پڑھے، بازار جائے تو بسم اللہ پڑھے، غرض ہر جگہ اللہ کا نام لیتا ہے، فصلی نماز پڑھتا ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا: [لیکن تم لوگ دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو۔] بلکہ عام طور پر لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہیں۔ چونکہ دنیا کی زندگی نظروں کے سامنے ہے، جتنے سال ہوتی ہے، اور آخرت کی زندگی نظروں کے سامنے نہیں بلکہ وہ غیب ہے۔ غیب پر ایمان لانے کا حکم ہے اور جو دنیا کی زندگی ہے وہ مشاہدہ ہے معائنہ سے متعلق ہے۔ بلکہ اسی پر بھروسہ ہے۔ اس میں روپیہ خرچ کردیئے تو کیا ہوگا؟ اور کہاں سے آئیں گے؟ جو اپنی جیب میں ہے وہ فقیر کو دے دیا تو ہمارے پاس کہاں سے آئیگا؟

ہاں وہ جو آٹا دے دیا تھا، ابھی بات کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص ایک کپڑے میں گرم گرم روٹی لپٹی ہوئی لے کر آیا، اور سالن کا پیالہ بھی ساتھ لایا۔ ہدیہ کے طور پر بیوی نے کہا یہ تو واقعی پکنے کے لئے گیا تھا، میں تو اتنی جلدی پکا بھی نہ پاتی، جتنی جلدی یہ پک کر آگیا، یہ آٹا تو سالن

بھی لے کر آیا، ان کا معاملہ خدا کی مخلوق کے ساتھ یہ تھا کہ آٹا دیدیا، اور خداوند تعالیٰ کا معاملہ ان کے ساتھ یہ تھا کہ سالن بھی دیدیا اور روٹی بھی پکی پکائی دیدی تو جیسا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ بندہ کرتا ہے حق تعالیٰ بھی ویسا ہی معاملہ کرتا ہے۔

اپنے آپ کو کمتر و عاجز سمجھنا، یہ اصل چیز ہے اور ہر چیز کو یہ سمجھنا کہ خدائے پاک کے قبضۂ قدرت میں ہے اسکی طرف سے اجازت ہوگی تو یہ چیز مجھے ملے گی، نہیں اجازت ہوگی تو نہیں ملے گی۔

روٹی ہاتھ میں ہے یوں نہ سمجھے کہ میں تو کھا ہی لوں گا، روٹی میری ملکیت میں ہے خدا کی طرف سے منظوری ہے تو روٹی کھائی جائیگی، نہیں منظوری ہے تو نہیں کھائی جائیگی سامنے سے اٹھالیجائیگی، ہاتھ میں نوالہ لئے ہوئے ہے منہ میں نوالہ جانے کے بعد نوالہ منہ سے نکل جائیگا، اس قسم کے واقعات سب پیش آتے رہتے ہیں، اسلئے حق تعالیٰ کی طرف سے جو چیز منظور ہے وہ اصل چیز ہے اور وہ نظروں سے غائب ہے اس کا پتہ نہیں، اسلئے جو چیز حاصل ہے، دنیا کی ظاہری زندگی، آدمی کو اس پر اعتماد ہے اور جو زندگی غیب ہے جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے وہ اسکے علم میں نہیں اس پر اعتماد کی ضرورت ہے، اگر حق تعالیٰ کو منظور ہے تو ضرور ملے گا ورنہ تو نہیں۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى: (سورۃ الاعلیٰ:۱۷) [حالانکہ آخرت کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ پائیدار ہے۔] (آسان ترجمہ) دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر ہے، باقی رہنے والی ہے، دنیوی زندگی تو فنا ہونے والی ہے، آدمی نے بہت کچھ مال و دولت کمالیا؛ لیکن جب جائیگا تو کیا سارے مال و دولت کو قبر میں ساتھ لے کر جائیگا؟ کچھ نہیں، سب یہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے، شاندار باغ لگایا، بلڈنگ بنائی، موٹر خریدی، دوکان کی، کارخانے قائم کئے، فیکٹریاں کھولیں، ملازمت کی، ممبر بنا، سب کچھ کیا کونسی چیز ان میں سے ساتھ جائیگی۔ کوئی چیز ساتھ جانے والی نہیں، ساتھ میں جو جائیں گے وہ اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ جائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین) ○○○

صلوٰۃ وسلام کیلئے نظر آنا ضروری نہیں

اس بیان میں

☆......ایک ڈاکٹر کے ساتھ دلچسپ مکالمہ کا ذکر۔

☆......حق تعالیٰ شانہ کی رویت اور تجلی اور اس پر اشکال مع جواب کا ذکر ہے۔

....

صلوٰۃ وسلام کیلئے نظر آنا ضروری نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ!

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملائکہ کو دینا میں پھیلا رکھا ہے، روئے زمین پر جہاں سے بھی کوئی صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، ملائکہ لیجا کر خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں۔کہ فلاں ابن فلاں نے آپ کی خدمت میں یہ سلام یہ درود پڑھا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسرور ہوتے ہیں۔جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں: کوئی اگر کہنے لگے کہ یہاں تو اتنی دیر تک صلوۃ وسلام پڑھا گیا، ہمیں تو کوئی فرشتہ نظر نہیں آیا، ہونے کیلئے نظر آنا کہاں ضروری ہے؟ کہ اگر نظر آئے تو تسلیم کرو، اگر نظر نہ آئے تو کہو کہ موجود نہیں، اپنی آنکھ کو معیار بنانا غلط ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا بس وہ بات ٹھیک ہے۔

فقیہ الامت قدس سرہٗ کی ایک ڈاکٹر سے گفتگو

ایک دفعہ ایک جگہ سفر میں گیا ہوا تھا، وہاں جب مغرب کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا، سڑک پر ہی ایک صاحب نے ہاتھ پکڑا اور کہا کہ مولانا صاحب ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ یہ بتایئے کہ خدا کہاں ہے؟ اگر ہے تو وہ نظر کیوں نہیں آتا؟ جب تک میں پانچوں چیز سے نہ دیکھ لوں میں تسلیم نہیں کرسکتا۔

میں نے کہا: کہ مسئلہ جواب ذرا دیر طلب ہے، سڑک پر کھڑے کھڑے جواب دینا دشوار ہے، فلاں جگہ میرا قیام ہے، وہاں تشریف لے آیئے، کہنے لگا: واہ مولانا صاحب ذرا سے مسئلہ کے واسطے بھی آپ کے دربار عالی میں حاضر ہونا پڑے گا؟ بس ان کی اسی بات سے مزاج کا پتہ چل گیا، سارے مزاج کا شروع سے اخیر تک، کیسا مزاج ہے، میں نے ان سے کہا: اگر آپ نے ڈاکٹری پڑھی ہو، آپریشن میں مہارت حاصل کی ہو، آنکھ کے آپریشن میں آپ بڑے ماہر ہوں، تو اگر اس وقت یہیں کھڑے کھڑے ایک شخص کہے کہ ڈاکٹر صاحب میری آنکھ میں موتیا آگیا، آپ کے پاس آپریشن کرنے کے لئے اوزار بھی ہیں ذرا میری آنکھ کا اپریشن کرتے جایئے، آپ کیا جواب دیں گے؟ آپ کہیں گے بھئی آپریشن اس طرح نہیں ہوا کرتا، ہسپتال میں آؤ وہاں داخلہ لو، وہاں پیٹ صاف کیا جائیگا، تمہاری آنکھوں کے بال کاٹے جائیں گے، تمہیں لٹایا جائیگا تمہاری آنکھ کو بے حس کیا جائیگا، تب آپریشن ہوگا پھر پٹی بندھے گی، اتنے گھنٹے تک سیدھے لیٹے رہو گے چلو گے نہیں، پھر کسی سے بات کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، آنکھ کا آپریشن[1] اس طرح سے ہوگا، تب وہ آپ کے اس جواب پر کہنے لگے واہ ڈاکٹر صاحب تھوڑی سی بات کے واسطے بھی آپ کے دربار عالی میں حاضر ہونا پڑے گا، تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اگر آپ نے اس کے فقرے سے متاثر ہو کر وہیں کھڑے کھڑے آپریشن کر دیا تو میں کہوں گا کہ آپ نے اس مریض کے ساتھ بدخواہی کی، اسکی آنکھ پھوڑ دی، آپ نے اپنے فن کے ساتھ خیانت کی، حکومت کو اگر پتہ چل جائے کہ آپ نے اس طرح سڑک پر کھڑے کھڑے آپریشن کر دیا تو آپ کا ڈپلومہ ضبط کر لے گی آپ کو سزا دے گی، فوراً انکی سمجھ میں آگیا، کہا کہ اچھی بات ہے میں آتا ہوں۔ یہ لوگ دلائل کی حقیقت کو نہیں مانتے، نظائر کو جانتے ہیں، نظائر سے بہت جلدی سمجھ جاتے ہیں، دلائل سے نہیں سمجھتے۔

[1] پہلے آنکھ کا آپریشن اسی طرح ہوتا تھا مگر اب الحمد للہ بری سہولت پیدا ہوگئی کہ بہت آسانی سے ہوجاتا ہے۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور سرسید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ریل میں سفر کر رہے تھے، اسی گاڑی میں اسی ڈبہ میں سرسید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے ان کے ساتھ کتا تھا۔ مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کیسے آدمی ہیں یہ کتا ساتھ میں رکھتے ہیں؟ تب انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ مولوی لوگ کہتے ہیں کہ جہاں کتا ہوتا ہے فرشتہ پاس کو نہیں آتا، میں نے کتا اس لئے ساتھ رکھ رکھا ہے تا کہ موت کا فرشتہ میرے پاس نہ آوے۔

مولانا نے فرمایا: کہ کتوں کی جان بھی تو کوئی فرشتہ نکالتا ہے، آپ کی جان وہ فرشتہ نکالیگا، جو کتوں کی جان نکالتا ہے، دونوں ایک دوسرے کے نام سے تو واقف تھے مگر ملاقات نہیں تھی، سرسید احمد نے فوراً کہا: کہ آپ مولانا عبدالحئی ہیں کیا؟ تو انہوں نے کہا آپ سرسید ہیں کیا؟ اس وقت دونوں کی ملاقات ہوئی، تو بات معمولی سی تھی جلدی سمجھ میں آ گئی،

کتا پالنے کی ممانعت کی وجہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ صاحب کتا پالنا کیوں منع ہے؟

حضرت نے فرمایا: کہ جہاں کتا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ انکی سمجھ میں نہیں آیا، ان کے دماغ نے قبول نہیں کیا، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ کتے کے اندر قومی ہمدردی نہیں ہے اسکی قوم کا کتا دوسرے محلے سے آجائے تو اس کو برداشت نہیں کرتا، اپنے رستہ میں گلی کوچے میں کو نکلنا اس کو گوارا اور برداشت نہیں ہوتا، اس نے کہا یہ ہے بات دیکھئے یہ کام کی بات ہے۔ حالانکہ جو کام کی بات بتائی تھی اس کو قبول نہیں کیا۔ یہ بات تو پتھر ہے جو کام کی بات بتائی تھی اس کو معدہ نے دماغ نے قبول نہیں کیا، اسکو قبول کیا، خیر۔ تو انہوں نے وعدہ فرمالیا کہ میں آؤں گا۔

....

چنانچہ پھر ایک روز وہ آئے اور انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں وہ ہوں کہ جس نے آپ سے مسئلہ پوچھا تھا، میں نے کہا: کہ اچھا اب کہئے اپنا سوال، میں بھی فارغ آپ بھی فارغ، انہوں نے کہا: کہ خدا کہاں ہے؟ اگر ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ جب تک میں پانچوں چیز سے نہ دیکھ لوں میں تسلیم نہیں کرسکتا۔ میں نے کہا: کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کہیں سے یا کسی سے یہ الفاظ سن لئے ہیں، اور بغیر معنیٰ مطلب سمجھے آپ نے ان کو یاد کرلیا ہے، جیسے طوطا رٹا کرتا ہے، نبی جی، میاں مٹھو، جس طرح وہ مطلب سمجھے بغیر بولدیتا ہے، اسی طرح آپ نے کہیں سے یہ الفاظ سن لئے اور مطلب سمجھے بغیر آپ نے بول دیئے۔ ان کو یہ بہت ناگوار گذرا، کہنے لگے کہ آپ نے کیسے کہدیا؟ کہ میں نے مطلب نہیں سمجھا، میں نے کہا: میں نے ایسے کہہ دیا کہ آپ اپنے سوال کی تشریح نہیں کرسکتے جب میں آپ سے تشریح پوچھوں۔ انہوں نے کہا کیسے نہیں کرسکتا ہوں، میں ابھی تشریح کردوں گا۔ پوچھئے آپ، میں نے کہا کہ بتائے پانچ چیزیں آپ کے پاس کیا ہیں دیکھنے کے لئے، اس نے کہا: یہی حواس خمسہ، باصرہ، شامہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ سب یہی پانچ چیزیں ہیں؟

میں نے کہا: قدرت نے دیکھنے کے لئے باصرہ بنائی ہے بقیہ چار چیزیں دیکھنے کے لئے نہیں بنائیں۔ کسی چھوٹے سے بچے سے پوچھو کہ تم کس چیز سے دیکھتے ہو؟ وہ کہے گا آنکھ سے، اس سے کہو کہ کان سے دیکھتے ہو تم، تو کہے گا نہیں غلط ہے کان سے نہیں دیکھتا کان کا کام سننا ہے، کہو کہ ناک سے دیکھتے ہو؟ کہے گا کہ نہیں، ناک کا کام سونگھنا ہے، اس سے کہو کہ زبان سے دیکھتے ہو؟ کہے گا نہیں زبان کا کام چکھنا ہے، کہو کہ ہاتھ سے دیکھتے ہو؟ کہے گا نہیں ہاتھ کا کام تو چھونا ہے، غرض یہ کہ بچہ بھی یہ باتیں سمجھتا ہے اور آپ نے اتنی تعلیم پائی خدا جانے کیا کیا پڑھا ہوگا گریجویٹ کہیں کے ہوئے ہوں گے آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں ہے، پھر ذرا اچھی طرح سلجھا کر انکو سمجھایا تو کہنے لگے کہ ہاں بات تو ایسی ہی ہے اور کہا کہ اب سوال کیجئے، تو انہوں نے پھر سوال کیا کہ خدا کہاں ہے؟ اگر ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ جب تک میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں

اس وقت تک تسلیم کر نہیں سکتا، میں نے کہا آپ کے اس سوال کے خیمہ کے پانچ ستون تھے جن میں سے چار تو گر گئے، ایک رہ گیا اس پر آپ اب تک اتنی شدت سے قائم ہیں؟ مجھے بتائے کہ دنیا میں جتنی چیزیں ہیں کیا سب کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر ہی تسلیم کرتے ہیں، بغیر دیکھے تسلیم نہیں کرتے اپنا کان دیکھا ہے آپ نے آئینہ میں عکس دیکھا ہوگا، کان نہیں دیکھا ہے اگر کوئی کہے کہ آپ کے کان نہیں تو آپ کہیں کہ ہے کان، تو کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے، اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا، اپنی آنکھ دیکھی ہے؟ آئینہ میں آنکھ دیکھی ہیں اپنی۔ اگر کوئی کہہ دے کہ آپ نابینا ہیں، اندھے ہیں آپ کے آنکھ تو ہے نہیں بتایئے؟ آپ نے اپنی آنکھ دیکھی ہے آنکھ سے؟ آپ نے اپنی گردن دیکھی ہے؟ سینہ میں دل دیکھا ہے؟ زبان دیکھی ہے؟ جگر دیکھا؟ کمر دیکھی؟ کچھ بھی تو نہیں دیکھا آپ نے دنیا میں آ کر دوسروں کی تو یہ چیز دیکھتے پھرتے ہو اپنی نہیں دیکھی۔ ان میں سے کسی ایک چیز کی نفی کیجائے آپ ماننے کو تیار نہیں۔ میں نے کہا کہ اچھا بتائے کہ اس شہر کی آبادی مردم شماری کتنی ہے؟ انہوں فوراً بتا دیا ایک لاکھ چھتیس ہزار۔ میں نے کہا کہ: ہر فرد کو دیکھا ہے آپ نے؟ یوں بتایا ایک لاکھ چھتیس ہزار کیا ہر شخص کو دیکھا ہے۔ تب وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا کہ: آنکھ کی روشنی بھی دیکھی ہے؟ آنکھ کی پتلی تو آپ نے دیکھ لی ہوگی اور جو آنکھ کے اندر روشنی ہے جس کو نگاہ کہتے ہیں وہ تو آئینہ مین بھی نظر نہیں آتی؛ لیکن ہے آپ کے پاس، یقین ہے آپ کو موجود ہے حالانکہ آپ نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔

بہت ساری مثالیں دیں۔ کسی چیز کو رد تو نہیں کر سکے وہ، باقی ہاں سمجھ میں آ رہا تھا کہ ان کا دل قبول نہیں کر رہا ہے، میں نے پوچھا کہ: آپ کا نام کیا ہے؟ بتایا، والد کا نام کیا ہے؟ بتایا، میں نے کہا کہ والد کے والد کا ہونا بھی دیکھا ہے آپ نے؟ ایک شخص کو تو دیکھا ہے لیکن والد کہنے کی بنیاد بھی دیکھی ہے۔ یہاں آ کر وہ خاموش رہے۔

اتنا بڑا دعویٰ: کہ جب تک میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اس کا وجود تسلیم نہیں

....

کرسکتا، بتائے صدر جمہوریہ ہند کو آپ نے دیکھا ہے؟ نہیں دیکھا مکہ مکرمہ دیکھا ہے؟ مدینہ طیبہ دیکھا؟ انگلینڈ دیکھا؟ کچھ نہیں دیکھا لیکن ان سب چیزوں کا یقین ہے بغیر اپنی آنکھ سے دیکھے تسلیم کرتے ہیں، اچھا بتائے کہ قدرت نے یہ جو پانچ چیزیں دی ہیں، پہلے تو آپ ان پانچ چیزوں سے دیکھنے کے دعویدار تھے اب وہ چار چیز سے دیکھنے کو تو ختم کردیا؛ لیکن کیا ان چار چیز سے کسی قسم کا کوئی علم حاصل نہیں ہوتا، اچھا آنکھ کو آپ نے کارآمد قرار دیا بقیہ چار چیزوں کو بیکار قرار دیا، آپ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اپنی آنکھ سے دیکھیں گے تو یقین کریں گے اور ان چار سے کوئی چیز حاصل ہو، علم میں آئے تو اس کا یقین نہ کریں گے؟ تو گویا آپ کے نزدیک حواس خمسہ میں چار بیکار ہوئے، ایک کارآمد ہے، لہٰذا یہ دعویٰ یہ مطالبہ کہ جب تک اپنی آنکھ سے نہ دیکھوں تسلیم نہیں کرسکتا کہاں تک صحیح ہے، بالکل غلط ہے آئندہ کہیں کسی سمجھ دار آدمی کے پاس ایسی بات نہ کہیئے گا۔

کیا ہم خدا کو دیکھ سکتے ہیں؟

میں نے کہا کہ: یہ سوال کرتے کہ ہم خدا کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں دیکھ سکتے ہیں، تو کہنے لگے کہ اچھا یہی بتا دیجئے، میں نے کہا کہ ہاں دیکھ لیں گے، آپ بتایئے کہ اگر آپ صدر جمہوریہ امریکہ کو دیکھنا چاہیں تو آپ کا مطالبہ ہو کہ اسی وقت یہیں بیٹھے بیٹھے اسی حال میں دیکھ لیں تو کیا دیکھ لیں گے؟ نہیں دیکھ سکتے، آپ کو سفر کرنا ہوگا مختلف سواریوں کا سفر کرنا ہوگا آپ کو ویزا، پاسپورٹ بنوانا ہوگا، آپ کو کسٹم پر تمام چیزوں کی جانچ کرانی ہوگی، بمبئی میں پورا معائنہ کرانا ہوگا کہ کوئی خلاف قانون چیز تو نہیں لے جارہے ہو، وہاں کی زبان سیکھنی ہوگی۔ وہاں کا لباس اختیار کرنا ہوگا، وہاں صدر کے جو لوگ مقرب اور دربار کے لوگ ہیں ان سے رابطہ قائم کرنا ہوگا، تب کبھی جا کر آپ اس کو دیکھ سکیں گے۔ حالانکہ وہ آپ ہی جیسا گوشت پوست سے بنا ہوا ایک

انسان ہے لیکن اپنے جیسے گوشت پوست سے بنے ہوئے انسانوں کو آپ اس جگہ اسی وقت یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھنا چاہیں تو نہیں دیکھ سکتے۔ تو مالک الملک کو جو سارے عالم کا خالق ہے اس کو کیسے دیکھ سکتے ہیں، اس کے لئے بھی آپ کو سفر کرنا ہوگا جیسے صدر جمہوریہ امریکہ کو دیکھنے کے لئے سفر کرنا ہوگا، اس مالک الملک کو دیکھنے کے لئے بھی سفر کرنا ہوگا، پاسپورٹ، ویزا بھی دیکھا جائیگا آپ کا۔

قبر کا سفر کرنا ہے، وہاں منکر نکیر آپ سے کچھ سوالات کریں گے جانچ کریں گے، کہ کوئی غلط قسم کی چیز تو دنیا سے نہیں لے کر آئے؟ اس کے بعد ایک مدت تک وہاں آپ کو رکھا جائیگا، پھر چل کر میدان حشر میں اعمال تولے جائیں گے تمام حساب وکتاب ہوگا، کیا دھرا سامنے آئے گا۔ خدا جانے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ملے گا یا بائیں ہاتھ میں ملے گا، بہر حال اس کو پڑھنا ہوگا پھر پل صراط پر گذرنا ہوگا تب جا کر وہاں دیکھ پائیں گے۔

یہ جسم آپ کا وہاں کارآمد نہیں یہ ختم ہوجائے گا یہ آنکھیں کارآمد نہیں دوسرا جسم ملے گا دوسری آنکھیں ملیں گی۔ دوسرا دماغ ملے گا۔ دوسری طاقت ملیگی۔ یہ جسم اس دنیا کے لئے ہے ہزار قسم کی بیماریاں اس جسم میں لگی ہوئی ہیں۔ ڈاکٹر طبیعت وغیرہ سے علاج کرانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جوانی ہے یہ ختم ہونے والی ہے یہاں کی۔ بڑھاپا آئے گا۔ یہاں کی راحت ختم ہوتی ہے تو رنج آتا ہے۔ غرض قسم قسم کے حوادثات یہاں لگے ہوئے ہیں وہاں یہ حوادثات نہیں ہیں وہاں ایسی جوانی ملے گی جس کے بعد بڑھاپا نہیں۔ ایسی طاقت ملے گی جس کے بعد کمزوری نہیں۔ ایسی تندرستی ملے گی جس کے بعد بیماری نہیں۔ ایسی زندگی ملے گی جس کے بعد موت نہیں وہاں جا کر دیکھیں گے۔ مخبر صادق صلی رسول مکرم اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے وہاں حق تعالی کا دیدار جنت کی ایک اہم نعمت ہے۔

....

قیامت میں اللہ تعالیٰ کی تجلّی

جس وقت حساب وکتاب ہو کر وہاں پہونچ جائیں گے تو اس وقت کہا جائے گا کہ دنیا میں جو جسکی پرستش کرتا تھا اس کے ساتھ چلا جائے۔ کچھ لوگ چاند کی پرستش کرتے تھے۔ کچھ لوگ سورج کی۔ کچھ آگ کی۔ کچھ پانی کی۔ غرض ان کے معبودان باطلہ کے ساتھ جانے کے لئے ان سے کہا جائے گا۔ جو مسلمان صرف حق تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے وہ ٹھہر جائیں گے۔ ان کے سامنے ایک صورت نمودار ہوگی کہ میں تمہارا خدا ہوں وہ دیکھ کر انکار کردیں گے کہ نہیں تو ہمارا خدا نہیں، پھر دوسری صورت میں ظہور ہوگا کہ میں تمہارا خدا ہوں تو سب کے سب سجدہ میں گر جائیں گے۔

اشکال مع جواب

یہاں ایک طالب علمانہ اشکال پیدا ہوتا ہے یہ کہ پہلی مرتبہ جب صورت سامنے آئے گی اور آواز دیگی کہ میں تمہارا خدا ہوں تو یہ نہیں پہچان پائیں گے اور انکار کردیں گے تو یہ کیوں انکار کردیں گے۔ اس سے پہلے کبھی خدا کو دیکھا تھا انہوں نے۔ اس کی آواز سنی نہیں، جھوٹ کی وہاں جگہ نہیں سچ ہی سچ ہے وہاں تو۔ آخر یہ کیوں انکار کردیں گے؟ دوسری آواز میں کیوں ایک دم سجدہ میں گر جائیں گے کہنے لگیں گے کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔

حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں یہ رہتے ہوئے حق تعالیٰ کی مہربانیوں، شفقتوں، رحمتوں اور راحتوں کا جو کچھ تجربہ کیا تھا، کہ کیسے رحیم ہیں، کیسے رؤف ہیں، کتنے کتنے انعامات کئے، کیسی کیسی نعمتیں عطا فرمائیں وہ جو پہلی دفعہ آواز ہوگی کرخت آواز ہوگی، شفقت سے خالی آواز ہوگی جس نہج پر شفقت کا دنیا میں تجربہ کیا تھا وہ

رحم وشفقت اس آواز میں نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے انکار کر دیں گے کہ تم ہمارے خدا نہیں۔ ایک شخص اپنے بیٹے کو آواز دیتا ہے۔ بیٹا دوسرے کمرے میں ہے تو وہ بیٹا غصہ سے بھری آواز میں زور سے کہتا ہے۔ ہاں جی۔ باپ سمجھتا ہے کہ بیٹا تو ایسا نہیں ہے کبھی ایسی کرخت آواز سے نہیں بولتا۔ بیٹا نہیں وہ تو کوئی اور بول رہا ہے۔ اسی طریقہ پر وہاں پہلی آواز ہوگی اور دوسری آواز میں وہی شفقت، وہی رحمت ہوگی جس کا دنیا میں تجربہ کیا تھا۔ اس لئے دوسری مرتبہ میں پہچان لیں گے۔

وہاں جا کر دیکھیں گے۔ دنیا میں رہتے ہوئے آنکھ میں ایسی طاقت نہیں کہ اس مالک الملک کو دیکھ سکیں۔ اس کی پیدا کی ہوئی چیز سورج کو دھوپ کے وقت تیز گرمی میں نہیں دیکھ سکتے۔ آنکھ کی طاقت بہت کمزور ہے۔ بہت ضعیف ہے۔ واجب الوجود کو یہ آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ دوسری آنکھ دیکھے گی۔ اس آنکھ سے تمہیں دیکھیں گے۔

دور سے پڑھنے والے کا درود شریف فرشتے پہنچاتے ہیں

تو بھئی آج اگر فرشتے یہاں نظر نہیں آتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی پر یقین کرنا چاہئے۔ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل صحیح ہے۔

ذات عالی پر جہاں سے جو بھی پڑھتا ہے سلام
لاکے پہنچاتے ہیں خدمت میں ملائک مَن وَعَن
سامنے آکر پڑھے جو اس کو وہ سنتے ہیں خود
ہے یہ ثابت اس پہ شاہد بیہقی کی ہے سنن

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى نَائِيًا عَنِّيْ اُبْلِغْتُهٗ

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو میری قبر پر آکر درود شریف پڑھتا ہے اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے تو مجھ تک پہونچا دیا جاتا ہے۔

اس واسطے ہماری آنکھ کسی چیز کو نہ دیکھے تو ہمارے لئے آنکھ بھروسہ کی چیز ہی نہیں۔ ہمارے لئے تو بھروسہ کی چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے چاہے ہماری آنکھ کو نظر آئے یا نہ آئے اور خاص کر شب جمعہ میں اور یوم جمعہ میں درود شریف کی زیادہ تاکید آئی ہے۔حضور اکرم ﷺ کو بڑی مسرت ہوتی ہے جب کوئی درود شریف پڑھتا ہے۔اس لئے آج رات جمعہ کی رات ہے،اس لئے جتنا بھی زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا جاسکے پڑھئے۔ویسے ہمیشہ ہی پڑھتے رہنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

○○○

مذمتِ کبر

اس بیان میں

☆......کبر کی مذمت اور اس کے نقصانات۔

☆......کبر کا علاج۔

☆......شیطان کی چال اور اس کے مکروفریب۔

کا بیان ہے۔

....

مذمتِ کبر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

حدیث قدسی میں ہے کہ:

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا مِنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَذَفْتُهُ فِی النَّارِ ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ شریف ۴۳۳)

[بڑائی میری چادر، اور عظمت میرا ازار ہے، پس اگر کوئی شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو جہنم میں داخل کرونگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو جہنم میں پھینک دوں گا۔]

حدیث قدسی وہ کہلاتی ہیں جس کو حضور اقدس ﷺ نے اس طرح بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں تو وہ نہیں ہے تو معلوم ہوا وحی جلی نہیں۔ آنحضور ﷺ نے اس کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے۔ وہ حدیث قدسی کہلاتی ہے۔

اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ ۔ کبریا کے معنیٰ بڑائی۔

"حق تعالیٰ فرماتے ہیں بڑائی میری چادر ہے۔ کوئی شخص اگر کسی کی چادر چھیننے لگے دنیا میں تو اس کو کیسا سمجھا جائے گا۔ بہت خراب آدمی ہے تو جو شخص بڑائی اپنے لئے ثابت کرنا چاہتا ہے۔ دوسروں میں بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے۔ اپنی بڑائی کی دھونس دکھانا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی چادر کو چھین رہا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی چادر چھینے گا اس کا حال معلوم ہے۔ کوئی اپنے جیسا انسان ہو اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اپنے سے دوگنا تین گنا طاقت ہو پھر بھی اس کا کسی چیز سے مقابلہ ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت غیر متناہی ہے۔ "وَھُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ" (سورۃ انعام:۱۸) [اور وہ اپنے بندوں کے اوپر مکمل اقتدار رکھتا ہے، اور وہ حکیم

بھی ہے، پوری طرح باخبر ہے۔] (آسان ترجمہ:) تمام بندوں پر قاہر ہے "هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْيَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ" (سورۃ انعام:۶۵) [وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیجدے، یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (نکال دے) یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے بھڑادے اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھادے۔] (آسان ترجمہ) اللہ تعالیٰ چاہیں تو اوپر سے عذاب نازل کردیں۔ چاہیں تو قدموں کے نیچے سے عذاب لیکر آئیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر طرح سے قدرت ہے۔کل کائنات حق تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ سانپ بچھو یہ بھی خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ شیر بھیڑیے یہ بھی خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اپنے جس مجرم کو اپنی جس مخلوق سے پٹوادیں۔ جس سے چاہیں سزا دلوادیں اس کو یہ پورا اختیار ہے اور یہ برابر ہوتا رہتا ہے۔ امراض انسان کے بدن میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی انسان کے دشمن ہیں۔ خارجی حوادث ہیں وہ بھی انسان کے دشمن ہیں۔ کسی کے گلٹی نکل آئی۔ کالرا ہوگیا، دق ہوگئی۔ ایسے ایسے امراض پیدا ہوجاتے ہیں یہ امراض بھی خداوند تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اپنے جس بندے کو جس مجرم جس ملزم کو جس مخلوق سے چاہیں پٹوادیں۔ اسلئے جو شخص اللہ تعالیٰ کی چادر کو چھیننے گا گھسیٹے گا تو اللہ تعالیٰ اسے کسی سے پٹوادیں گے۔ پس بڑائی اپنے اندر پیدا نہیں ہونی چاہئے۔

انسان اپنی پیدائش پر غور کرے

آدمی غور کرے کاہے سے پیدا ہوا ہے؟ ناپاک نطفہ سے مَاءِ مَهِين سے، صلصال سے، حماء مسنون سے پیدا ہوا۔ ایسے طریقہ پر کہ جب باپ اور ماں آپس میں ملتے ہیں چھپ کر ملتے ہیں کہ کوئی دیکھ نہ لے اور اس ملنے کا اثر یہ ہوا کہ شریعت نے ان کو کہہ دیا کہ تم ناپاک ہو نماز پڑھنے کے قابل نہیں تم۔ مسجد میں جانے کے قابل نہیں۔ قرآن کو ہاتھ لگانے کے قابل نہیں۔ اس طریقہ پر تو پشت پدر سے شکم مادر میں انسان آیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب نطفہ ہوتا

ہے تو ایک ملکِ موکل فرشتہ جو اس کے اوپر مسلط ہوتا ہے کہتا ہے یَارَبِّ نُطْفَۃٌ اے پاک پروردگار! یہ نطفہ ہے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ اسے باقی رکھنے کا، ختم کر دینے کا۔ اگر اس کو باقی رکھنا ہوتا ہے تو چالیس روز میں وہ علقہ بنتا ہے پھر فرشتہ پوچھتا ہے یارَبِّ عَلَقَۃٌ یارب یہ تو علقہ ہوگیا پھر اس کو باقی رکھنا ہوتا ہے تو چالیس روز میں وہ مضغہ ہو جاتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے کہ یَارَبِّ مُضْغَۃٌ پھر اس کو باقی رکھنا ہوتا ہے تو اس کے بعد پھر اس کے اندر ہاتھ پیر پیدا ہوتے ہیں، جان پڑتی ہے اور کیا کیا ہوتا ہے۔ عورت کو جو خون ہر مہینہ آیا کرتا تھا حمل کے بعد وہ خون آنا بند ہو جاتا ہے جو بچہ پیٹ میں ہے۔ اس کی جسم کی تیاری کے لئے ضرورت اس خون کی ہے تو عورت کا خون وہاں مستقل اس کے لئے غذا بن رہا ہے۔ پھر اس کے اندر جان پڑ گئی وہی خون اس کی غذا بن رہا ہے۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے پھر حق تعالیٰ اس خون کو دودھ کی شکل میں بدل کر پلانے کے لئے بھیجد یتے ہیں کہ ماں بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور بچہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کو کوئی تمیز نہیں کوئی علم نہیں۔ طاقت نہیں نہ کروٹ بدل سکتا ہے، نہ بیٹھ سکتا ہے نہ بات کر سکتا ہے اور نہ اپنی کسی تکلیف کو بتا سکتا ہے۔ سر میں درد ہے، پیٹ میں درد ہے، کچھ پتہ نہیں کہاں درد ہے۔ روتا ہے بے تحاشہ روتا ہے۔ اس کو چپ کرنے والے بہلانے والے بھی تھک جاتے ہیں۔ نجاست میں ملوث ہو گیا اس کو کچھ پتہ نہیں۔ وہ اپنے ہاتھ کو چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ چاہے نجاست میں بھرا ہوا اس کو کچھ پتہ نہیں۔ غرض یہ کہ ایسی حالت میں انسان پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ اس کے حالات حواس درست ہوتے رہے، عقل آتی رہی، سمجھ آتی رہی، بولنا سیکھا، بات بولنے لگا، غذائیں کھانے لگا۔ تو جس کا مبدا یہ ہے وہ کس واسطے تکبر و غرور کرتا ہے غور کرنا چاہئے۔ قرآن پاک میں ہے وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اپنے نفسوں میں دیکھتے نہیں ہو غور نہیں کرتے۔ سوچنا چاہئے کیسے کیسے پیدا ہوئے تھے کیسے اور کیا کیا اطوار ہمارے اوپر گذرے ہیں اور موجودہ حالت میں جب جوانی کا زمانہ آیا۔ بچپن کا زمانہ ختم ہو گیا۔ جوانی دیوانی کہلاتی ہے "اَلشَّبَابُ شُعْبَۃٌ مِنَ الْجُنُوْنِ" [جوانی جنون کا ایک شعبہ ہے۔] مشہور ہے۔ جوانی میں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔

انسان کی صحبت کا غذا پر اثر

لیکن خود دیکھ لے کہ کتنی مصیبتوں سے اور ناپاکیوں سے بھرا ہوا ہے۔ روزانہ کتنا پیشاب اس سے نکلتا ہے، کتنا پاخانہ نکلتا ہے اور اسکی کیا حالت ہے۔ سیب کھایا، امرود کھایا تین گھنٹے کے بعد کس صورت میں وہ نمودار ہو کر باہر نکلتا ہے۔ نہ اسکے نام لینے کو جی چاہتا ہے، نہ آنکھ سے دیکھنے کو دل چاہتا ہے اور نہ ناک سے سونگھنے کو جی چاہتا ہے، نہ ہاتھ لگانے کو جی چاہتا ہے۔ اس کا نام ہی غلیظ رکھا گیا۔ غرض غذا کیسی صورت میں نمودار ہوئی۔ یہ حضرت انسان کی صحبت سے بنا ہے وہ اچھی غذا اشرف المخلوقات کے پیٹ میں داخل ہوئی تھی اسکی صحبت میسر آئی جس سے اسکا رنگ بھی بدل گیا۔ اسکا ذائقہ بھی بدل گیا۔ اسکی تاثیر بھی بدل گئی خوشبو بدل گئی۔ اسکی سب چیز کا ناس ہو گیا۔ اس حالت میں وہ غذا نکلی۔

انسان کی عاجزی اور کمزوری

اور انسان اتنا ضعیف و کمزور ہے سوتا ہے تو کہیں چھت میں سے سانپ گر پڑے کاٹ لے وہ کیا کر سکتا ہے۔ کوئی چور داخل ہو کر اسکا گلا گھونٹ دے وہ کیا کر سکتا ہے؟ بچھو کاٹ لے کیا کر سکتا ہے؟ زلزلہ آئے تو نیچے زمین کے اندر دھنس جائے۔ کیا کر سکتا ہے؟ اسکے قابو میں کوئی چیز نہیں۔ سہارنپور میں ایک صاحب نے اپنے مکان میں نیا کمرہ بنایا۔ ایک پرانا کمرہ تھا ایک نیا کمرہ ہو گیا۔ پرانے کمرے میں رات کو لیٹے ہوئے تھے۔ برسات کا زمانہ تھا بارش زور کی آگئی۔ خیال ہوا کہ پرانا کمرہ ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے گر نہ جائے۔ نئے کمرے میں چلنا چاہئے۔ تو جناب مرد و عورت بچے سب نئے کمرے میں چلے آئے جیسے ہی نئے کمرے میں پہنچے اسکی چھت گر گئی۔ نئے کمرے کی سب ختم ہو گئے، گئے تھے بچاؤ کے واسطے لیکن ختم ہو گئے۔ اسلئے حق تعالیٰ ہی حفاظت کرنے والے ہیں۔ انسان اتنے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ اندر بھی اسکے دشمن۔ باہر بھی اسکے دشمن۔ نجاست اور غلاظتوں میں گھرا ہوا ہے۔ کیا تکبر کرتا ہے؟ کیا بڑائی کرتا ہے؟ کس بات پر اینٹھتا ہے؟ اگر اس کو یہ خیال ہے کہ

میرے اندر اعلیٰ درجہ کی طاقت ہے۔ میں پہلوان ہوں۔ ہاں پہلوان میں طاقت تو ضرور ہے لیکن اگر فالج پڑ جائے تو فالج کا علاج مشکل ہے۔ تو اپنے ہاتھ سے مکھی نہیں اڑا سکتا۔ کوئی حرکت نہیں کرسکتا۔ اگر اس کو روپیہ کا خیال ہے کہ میرے پاس روپئے بہت ہیں تو ایک دیاسلائی میں سارے روپئے ختم ہوجائیں۔ اسی سال کی بات ہے شعبان کے مہینہ میں ہتورا جانا ہوا ضلع باندہ میں۔ وہاں معلوم ہوا کھیتی کٹ کر غلہ جمع تھا۔ اس میں آگ لگ گئی۔ اور آگ اس طرح لگی۔ تار بجلی کا درمیان سے ٹوٹا وہ گرا تو اس سے غلہ میں آگ لگ گئی جتنا غلہ تھا سب جل گیا۔ کیا کیا منصوبے بنا رکھے تھے کہ لڑکی کی شادی کرنی ہے اس کے لئے جہیز کی ضرورت ہوگی۔ غلہ فروخت کرکے جہیز بنائیں گے۔ لڑکے کی شادی کرنی ہے اس کا ولیمہ کرنا ہے دعوت کرنی ہے۔ مکان بنانا ہے کسی کا قرضہ چاہئے۔ اس کو دینا ہے۔ حج کا ارادہ ہے۔ اس میں آگ لگ گئی اور سب منصوبے ختم ہو گئے تو حفاظت کرنے والا صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ اسلئے جو شخص اتنا محتاج ہو۔ ایسا گھرا ہوا ہو ضروریات میں۔ دشمنوں میں، اندر بھی دشمن، باہر بھی دشمن وہ کس بات پر غرور اور تکبر کرتا ہے۔

متکبر آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس شخص کے دل میں تھوڑا سا تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جاسکتا۔ جب تک دوزخ کی آگ میں جل جلا کر اس کا تکبر سارا نہ نکال دیا جائے اس کے بعد جنت میں جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے تو داخل ہو ہی نہیں سکتا۔

تو جو صفت اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے تجویز فرمالی اس کو آدمی کھینچنے لگے؟ اور پھر پڑھنے اور عالم ہونے کے بعد۔

علم کا نشہ

اگر آدمی تھوڑا سا بھی پڑھ لیتا ہے تو بس اس میں اتنا نشہ آتا ہے کہ اللہ کی پناہ اتنا

شراب میں بھی شاید نشہ نہ ہو۔ وہ کسی کو نظر میں نہیں لاتا۔ حالانکہ علم حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ جس کی تجلی انسان کے قلب پر پڑتی ہے۔

علم کا حقیقی فائدہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لَیْسَ الْعِلْمُ بِکَثْرَۃِ الرِّوَایَۃِ اِنَّمَا ھُوَ نُوْرٌ یَضَعَہُ اللّٰہُ فِی الْقَلْبِ" علم کثرت روایت کا نام نہیں بلکہ وہ تو ایک نور ہے جو قلب میں رکھا جاتا ہے۔ جب قلب میں نور رکھا جاتا ہے اور قلب روشن ہوتا ہے تو سب سے پہلے تو قلب ہی کو دیکھے گا۔ قلب نظر آئیگا۔ جیسے کہ ایک اندھیرا کمرہ ہے۔ تہ خانہ ہے۔ کچھ پتہ نہیں اس میں کیا ہے؟ اس میں آپ نے ایک گیس جلا دیا۔ ایک بلب جلا دیا اب نظر آتا ہے کہ او ہو ادھر تو سانپ جا رہا ہے۔ ادھر تو بچھو جا رہا ہے۔ یہ کاٹنے والا ہے یہ ڈسنے والا ہے تو سب سے پہلے تو اس نور سے قلب کے اندر کی چیزیں نظر آنی چاہئیں کہ قلب کا کیا حال ہے۔ قلب کے اندر حسد ہے۔ قلب کے اندر بخل ہے قلب کے اندر ریاکاری ہے قلب کے اندر دوسروں کو اذیت پہنچانا ہے۔ قلب کے اندر چوری کرنا ہے اور کیا کیا چیزیں قلب کے اندر ہیں۔ لہٰذا علم کی روشنی میں سب سے پہلے آدمی کو اپنا جہل محسوس ہونا چاہئے کہ کتنا میں جاہل ہوں۔ یہ علم کا صحیح فائدہ ہے کہ اس کو اپنے جہل کا ادراک ہو۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ "القول الجلیل" اس میں یہ مقولہ ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمیں تو سب کچھ پڑھ کر پتہ چل گیا کہ ہم جاہل ہیں۔"

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا فارغین کو خطاب

دیوبند میں حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو فرمایا کرتے تھے "جاہلین" جاہلین کہہ

کر خطاب فرمایا کرتے تھے اور جب ان کی بخاری شریف ختم ہوگئی تو اس روز فرمایا کہ آج سے تم لوگ "جُھّالین" ہو گئے۔

علم کا اثر

اور وہ علم ہی کیا ہے جو انسان کے اپنے عیوب نہ بتا سکے۔ سب سے بڑا علم کا اثر یہ ہے کہ آدمی کو اپنے عیوب و ذنوب کا پتہ چل جائے۔ آنکھیں کھل جائیں کہ میرے اندر کیا کیا عیب ہے کیا کیا گندگی ہے۔ جو حق تعالیٰ کی ناخوشنودی کا باعث ہے یہ ہے علم کا فائدہ۔ اور اگر علم کے ذریعہ سے دوسروں ہی کے عیوب و ذنوب کو تلاش کرنے لگ جائے آدمی تو یہ اہل علم کے لئے تباہ کرنے والی چیز ہے۔ برباد کرنے والی چیز ہے جن لوگوں کو چسکا پڑ جاتا ہے دوسروں پر تنقید وتبصرہ کرنے کا کہ ہر ایک کے اندر عیب نکالتے رہتے ہیں تو ساری زندگی ان کی ایسی گذرتی ہے کہ اپنے کسی عیب پر ان کو کبھی توجہ نہیں ہوتی کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں۔ حالانکہ علم دیا گیا ہے اپنے عیوب کو تلاش کرنے کیلئے۔ اپنے ذنوب کو دیکھنے کیلئے۔ اپنی اصلاح کرنے کیلئے دیا گیا۔ آدمی کو اپنا عیب معلوم نہ ہو تو کیا علم ہے؟ ایک صاحب کے متعلق میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ فلانے صاحب عالم تھے۔ وہ بدعتی لوگوں میں تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا علم جو سنت اور بدعت میں فرق نہ کر سکے۔ وہ کوئی علم ہے؟ یوں فرمایا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کیلئے شیطان کی چال

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ العزیز جو غوث اعظم کہلاتے ہیں۔ بہت اونچے مقبولین میں سے تھے اور اولیاء اللہ میں سے تھے ان کے حالات میں ہے کہ ایک مرتبہ ان کو ادراک ہوا، احساس ہوا کہ خداوند تعالیٰ کا خاص قرب ہے اور انوار و برکات کی بارش ہو رہی ہے۔ بہت سی چیزیں نظر آ رہی ہیں، اسی اثناء میں ان کو پیاس محسوس ہوئی تو سامنے ایک

صورت نکلی جس کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ اور اس میں چھلکتا ہوا عمدہ پانی پیش کیا گیا۔ چونکہ ان کے پاس غیب سے کھانے پینے کی چیزیں آیا کرتی تھیں، خوارق و کرامات ان سے بہت صادر ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی طرف سے عقیدے بھی لوگوں کے بہت زیادہ خراب ہوئے۔ بس سمجھتے ہیں کہ سب کچھ تقسیم کرنا ان ہی کے سپرد ہے اور لوگ ان ہی سے مانگتے ہیں خدا سے نہیں مانگتے جو شرک ہے، پانی سامنے پیش کیا گیا پینے کا ارادہ کیا۔ خیال آتا ہے کہ سونے کا برتن استعمال کرنا تو حرام ہے۔ رک گئے۔ پھر خیال آتا ہے کہ حرام کرنے والے کون ہیں؟ ہم نے حرام کیا، ہم ہی دے رہے ہیں۔ پیو۔ نہیں پیو گے تو ناشکری ہوگی، ناقدری ہوگی، کفرانِ نعمت ہوگا۔ پکڑے جاؤ گے۔ پھر پینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو پھر خیال آتا ہے کہ یہ تو تلبیس ابلیس معلوم ہوتی ہے۔ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" شریعت محمدیہ میں نسخ نہیں جو احکام ہیں وہ قیامت تک کیلئے ہیں یہ نہیں کہ کسی کے کہنے سے منسوخ ہو جائیں کہ سونے کا برتن استعمال کرنا جائز ہو جائے۔ "لاحول" پڑھی۔ نہ وہ صورت رہی نہ وہ ہاتھ رہا، نہ وہ پیالہ رہا نہ پانی رہا۔ وہ انوار و برکات بھی سارے ختم اتنے بڑے شیخ وقت کو شیطان نے پھانسنے کے واسطے ایسا پنڈال تیار کیا کہ انوار و برکات نظر آرہے تھے، "لاحول" پڑھی تو بھاگا اور بھاگتے بھاگتے کہتا ہے کہ تم اپنے علم کے زور سے بچ گئے ورنہ تو اتنے اولیاء اللہ کو میں نے اس مقام میں لاکر جہنم میں بھیجا ہے۔ انھوں نے سوچا کہ شیطان تو خیر نفع کی بات کہہ ہی نہیں سکتا۔

"اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ"

[بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔] اس میں بھی اس کی چال ہے جواب میں کہتے ہیں کہ علم کے زور سے نہیں بچا، اللہ کے فضل سے بچا، اللہ کا فضل اگر شامل حال نہ ہو تو علم کیا کر سکتا ہے کچھ نہیں کر سکتا۔

اس واسطے شیطان کا چکر ایسا ہوتا ہے کہ اتنے بڑے بزرگ کو بھی پھانسنا چاہتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے شیطان کا مناظرہ

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ کہیں جا رہے تھے راستہ میں ملا شیطان۔ لگا مناظرہ کرنے۔ سامنے سے ایک گاؤں والا آرہا تھا کھیتی کرنے والا۔ کندھے پر پھالی لئے ہوئے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے شیطان سے پوچھا کہ بتا میرا ایمان قوی ہے یا اس کسان کا؟ شیطان نے کہا کہ تیرا ایمان تو چٹکی میں اڑا دینگے ایمان تو اسکا قوی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا ایمان تو تحقیقی ہے۔ استدلالی ہے۔ اسکا ایمان تقلیدی ہے۔ استدلال کی چیز کو کیسے اڑا سکتا ہے۔ شروع ہوگئی بحث، اتنے میں وہ کسان قریب آگیا۔ اس سے پوچھا کیوں بھئی، خدا کتنے؟ اس نے کہا ایک، شیطان نے کہا اور جو میں نے دلیل سے دو ثابت کردیئے۔ اس نے پھالی اٹھا کر کہا کہ ابھی میں تیرا پیٹ پھاڑ دونگا۔ شیطان نے کہا اس دلیل کا کیا جواب ہوگا؟ شیطان تو اہل علم کے دلائل کا جواب دیتا ہے۔

سہل عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے شیطان کا مناظرہ

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے۔ شیخ شعبانی نے بھی اس سوال و جواب کو نقل کیا ہے کہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اونچے درجہ کے اولیاء اللہ میں سے تھے۔ وہ غالباً نماز کیلئے جا رہے تھے راستہ میں ابلیس ملا۔ انھوں نے پہچان لیا کہ یہ ابلیس ہے۔ ابلیس نے بھی سمجھ لیا کہ انہوں نے مجھے پہچان لیا۔ ابلیس نے کہا: سہل تم کہتے ہو کہ میری بخشش نہیں ہوگی۔ میرے اوپر رحمت نہیں ہوگی۔ حالانکہ قرآن شریف میں ہے کہ "رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ" [اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔] (آسان ترجمہ) یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے "رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ" [میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔] (آسان ترجمہ) کیا میں شئ نہیں ہوں؟ لا شیء ہوں، لا شئی کہنا تو محال ہے، میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ نہیں کہہ سکتے کہ میں لا شئی ہوں۔ لامحالہ شئے ہوں۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسکے اس سوال پر میرا یہ حال ہوگیا کہ مجھ پر سکتہ

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

طاری ہوگیا۔ سانس پورا نہیں آتا۔ آدھا سانس اندر کو آدھا سانس باہر کو آرہا ہے۔ منہ کا لعاب خشک ہوگیا۔ ایسا زبردست اعتراض کیا۔ چنانچہ میں جی میں "لاحول" پڑھتا رہا اور پھر جواب دیا: "رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فسأكتبها لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ (سورۃ الاعراف)[اور جہاں تک میری رحمت کا تعلق ہے وہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، چنانچہ میں یہ رحمت (مکمل طور پر) ان لوگوں کیلئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کریں، اور زکوۃ ادا کریں، اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں۔](آسان ترجمہ) یہ رحمت کس کیلئے؟ ان لوگوں کیلئے جو اقامت صلوٰۃ کریں، ایتاء زکوٰۃ کریں اور دوسرے فلاں فلاں ارکان ادا کریں۔ اور تو یہ کام نہیں کرتا لہٰذا تیرے واسطے رحمت نہیں ابلیس کہنے لگا۔

کاش! آپ چپ ہی رہتے (گوہر افشانی نہ فرماتے تو بہتر تھا) جواب دیا۔ ارے سہل تقیید تیری صفت ہے۔ اسکی صفت اطلاق ہے تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ اسکی رحمت کو مقید کردیا "فسا کتبها للذين يتقون" کے ساتھ تقیید تو تیری صفت ہے۔ کہا کہ "قیاس الغائب علی الشاھد" ناجائز ہے۔ قیاس الواجب علی الممکن ناجائز ہے۔ تو ممکن ہے تو مخلوق ہے۔ وہ خالق ہے۔ واجب کو ممکن پر قیاس کرتا ہے۔ یہ کہہ کر مذاق اڑاتا ہوا چلا گیا۔

سہل ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسکے بعد اس اعتراض کا مجھے جواب نہیں آیا۔ تو شیطان ایسے ایسے چکر دیتا ہے۔ ایسے ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ آدمی ہکّا بکّا رہ جائے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

اس واقعہ کو حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔ فیض الباری میں فرماتے ہیں کہ افسوس میں نہیں سمجھا کہ شیخ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کس بات کی وجہ سے خاموش ہوگئے۔ اہل علم کا علم۔ کہاں وہ ملعون کہاں شیطان۔ میرے سامنے آئے میں جواب دیتا ہوں۔ تو انہوں نے جواب یہ دیا کہ قرآن پاک میں رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رحمت میں وسعت ہے ہر شئے کی۔ جیسے کوئی شخص کہے اس کمرہ میں وسعت

ہے پچاس آدمیوں کی۔ چاہے بالفعل اس میں ایک بھی آدمی موجود نہ ہو لیکن اگر آنا چاہیں تو پچاس آدمی اس میں آسکتے ہیں۔ تو رحمت میں وسعت ہے کوئی آنا چاہے تو آسکتا ہے۔ جب خود ہی وہ نہ آئے "انلزموکموھا و انتم لھا کارھون" کیا زبردستی ہدایت کو چپکا دیا جائے نہیں فرمایا کہ اس میں رحمت کی کیا خطا ہے جب وہ خود ہی اس مین آنا نہیں چاہتا۔ یہ جواب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیا۔ غرض اہل علم حضرات کو زیادہ چکر دیتا ہے۔

علم کیوں دیا گیا؟

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علم دیا گیا تھا اپنے عیوب معلوم کرنے کے لئے تاکہ اپنے عیوب کی اصلاح کی جائے۔ اس کو شیطان نے خود اس عالم کے خلاف استعمال کرانا شروع کردیا کہ وہ اس علم کی روشنی میں دوسروں کے عیوب و ذنوب پر نظر کرتا رہے۔ ان کے درپے ہو گیا۔ ان کے عیوب نظر آئیں گے۔ اپنا کوئی عیب نظر نہیں آئے گا تو اپنے دل میں اپنی بڑائی بڑھتی چلی جائے گی۔ دوسروں کی ذلت و حقارت بڑھتی چلی جائے گی۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔ پھر ایسے علم سے کوئی خیر و برکت نہیں ہوگی۔ جب صاحب علم کے اندر تکبر بھرا ہوا ہو، دوسروں کو حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اپنے آپ کو بڑائی کی نظر سے دیکھتا ہے تو پھر اس کے علم میں کیا خیر و برکت ہو سکتی ہے؟ کچھ نہیں۔ اہل علم حضرات کو خاص طور سے تکبر سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ ان کی جتنی محنت ہے پڑھنے پڑھانے کی وہ ساری کی ساری برباد ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ جن حضرات کو اپنا علم عطا فرماتے ہیں اگر اس علم کے ساتھ اپنا فضل بھی عطا فرمادیں جو اس علم کی حفاظت کرے کہ وہ شیطان کے آلہ کار نہ بن جائیں تو ان کا حال دوسرا ہوتا ہے۔

مرنے کے بعد اہل علم حضرات کا اکرام

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا انتقال کے بعد۔ پوچھا کہ آپ

کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا۔فرمایا کہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چپکے سے میرے کان میں کہا گیا کہ اے محمد! اگر تم کو عذاب دینا ہوتا تو اپنا علم تمہارے سینے میں محفوظ نہ کرتا۔بس کچھ پوچھ گچھ نہیں ہوئی۔کہنے لگے کہ انتقال کس حال میں ہوا آپ کا؟ فرمایا کہ کیا کہوں ''باب المکاتب'' کا ایک مسئلہ سوچ رہا تھا مجھے پتہ بھی نہیں چلا اور جان نکل گئی۔

کسی نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ فرمایا کہ عرش کی داہنی جانب مجھے سونے کی کرسی پر بٹھا کر سچے موتی مجھ پر نثار کئے گئے۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہاں؟ کہا کہ اس کے اوپر ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہاں ہیں؟ کہا کہ وہ فوق الفوق ہیں۔

جن حضرات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے۔علم کے ساتھ اپنا فضل بھی عطا فرمایا ہے۔اس فضل نے احاطہ کرلیا۔ایسی چیزوں پر شیطان کو رخنہ اندازی کا موقع نہ ملے۔تو وہ ''نورعلیٰ نور'' ہیں۔ان کی زندگی کا کیا کہنا اور جہاں یہ چیز نہ ہو وہاں بہت پریشانی ہوتی ہے اور فضل ملتا تو ہے خدا کی طرف سے لیکن کب ملتا ہے یہ اس وقت ملتا ہے جب آدمی اپنے کو چھوٹا سمجھے، اپنے آپ کو حقیر سمجھے ذلیل سمجھے اپنے مبدأ پر غور کرے کہ میں کس چیز سے پیدا ہوا؟ کتنی ناپاکی نجاست میرے اندر لگی ہوئی، کتنی خرابیوں میں مبتلا ہوں اور پھر بیمار ہوں گا۔مرنے کے بعد قبر میں کیڑے مکوڑے کھائیں گے۔بدن پھٹے گا۔پیپ نکلے گی۔خون نکلے گا۔تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے اور حسین چہرہ نہ جانے کیسا بن جائے گا۔بدن کی طاقت کیسی ہوجائے گی۔ان چیزوں پر آدمی غور کرے۔تو تکبر پیدا نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ کا فضل شامل حال رہتا ہے۔علم صحیح سمجھ میں آتا ہے اور اس علم میں ایسی برکت ہوتی ہے کہ ایک ایک آدمی لاکھوں کا استاذ، لاکھوں کے دلوں کو روشن کرنے والا بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

حقیقت شکر

اس بیان میں

☆......اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت پر شکر گذاری لازم ہے۔

☆......شکرگذاری سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆......ناشکری سے نعمت چھن جاتی ہے۔

☆......شکر کی حقیقت کیا ہے؟

☆......ناشکری پر گرفت کے بعض واقعات۔

....

حقیقت شکر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔

(سورۂ ابراھیم: ۷)

[اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تم کو اور زیادہ دونگا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقین جانو میرا عذاب بڑا سخت ہے ۔] (آسان ترجمہ)

اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم شکر ادا کرتے رہو تو ہم انعامات میں زیادتی کرتے رہیں گے زیادہ نعمت دیں گے اور اگر تم نے ناشکری کی، کفرانِ نعمت کیا، شکر ادا نہیں کیا تو میرا عذاب شدید ہے ۔ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ۔

روزہ کی شکرگذاری

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کتنی بڑی نعمت ہے کہ نہیں تمہیں روزہ رکھنے کی توفیق دی ۔ تلاش کر کے دیکھئے کتنے لوگ ایسے ملیں گے کہ روزہ نہیں رکھتے ۔ رمضان کا احترام نہیں کرتے ہیں ۔ بے تکلف کھاتے پیتے پھرتے ہیں اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے ۔ قانون شکنی ایک تو چوری چپکے سے ہوتی ہے ۔ کسی شخص نے چوری کرلی، پوشیدہ

طریقہ پر دوسرے کو پتہ لگ گیا پھر اس کے بھی ہاتھ نہ آیا۔ ایک کھلم کھلا علی الاعلان قانون کے خلاف کرنا۔ پھر ایک شخص کا نہیں بلکہ ایک قوم کا قانون کے خلاف کرنا۔ بالکل یوں سمجھئے کہ قانون کے خلاف گویا ایک احتجاج ہے مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ رمضان میں قانون خداوندی یہ ہے کہ دن بھر روزہ رکھو۔

ناشکری سے حفاظت

جو لوگ روزہ نہیں رکھتے۔ ہوٹل کھول رکھے ہیں کھلا رہے ہیں پلا رہے ہیں ان کو پتہ ہی نہیں کہ رمضان آیا بھی یا نہیں آیا۔ یہ کیا ہے؟ اجتماعی حیثیت سے کھلم کھلا علی الاعلان خدائے پاک کی قانون شکنی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ایسا وقت آجائے کہ شراب عام طور پر پی جانے لگے، گانا بجانا عام ہو جائے۔ لوگ خدا کی نافرمانی کھلم کھلا علی الاعلان کریں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ ہو تو "**اوشك الله ان يعمهم بعقاب**" قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عام عذاب دے گا۔ عام گرفتاری ہو جائے گی۔ اس میں کرنے والے نہ کرنے والے سارے پکڑے جائیں گے۔ جو لوگ ہوٹل کھول کر بیٹھتے ہیں دکان پر کام کرتے ہیں کھانا پکاتے ہیں کھلاتے ہیں ماہ رمضان کے دنوں میں۔ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ جرم کرنے والوں میں نہیں۔ وہ خود بھی مجرم ہیں جو کھاتے پیتے ہیں بلا عذر شرعی کے وہ بھی مجرم اور راور جو ان کو کھلاتے ہیں وہ بھی مجرم، یہ نہ کرنے والوں میں نہیں۔ نہ کرنے والے تو دوسرے لوگ ہیں دیکھ رہے ہیں کہ بیٹا روزہ نہیں رکھتا مگر باپ کچھ نہیں کہتا۔ اگر وقت پر دکان نہ گیا لڑکا تو ناراض ہوتا ہے سخت کلمات کہتا ہے۔ اگر ملازمت پر نہیں گیا تو ناراض ہوتا ہے۔ کھیت پر نہیں گیا تو ناراض ہوتا ہے۔ باپ جس کام پر لگا ہوا ہے اس کام میں اگر وہ ہاتھ نہ بٹائے تو ناراض ہوتا ہے۔ بہت خفا ہوتا ہے۔

....

مونچھیں رکھنے والا خاندان

یہاں تک کہ ہمیں معلوم ہے کہ ایک خاندان ایسا ہے کہ بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں۔ داڑی منڈاتے ہیں۔ مونچھیں بڑی بڑی رکھتے ہیں۔ یہ بھی حدیث کا مقابلہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ داڑی بڑھاؤ مونچھیں کٹاؤ۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ اسکی ضد کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل کی ناشکری

جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے مانگا تھا کہ من وسلویٰ کھاتے کھاتے ہمارا جی بھر گیا۔ ہمیں تو دال چاہیے، پیاز چاہیے۔ کہا گیا کہ اچھا اس شہر میں داخل ہو جاؤ۔

"وَادْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ"

اور کہو کہ اے خدا ہمارے جرم وخطاء کو معاف فرما۔ جھک کر سجدہ کی حالت میں داخل ہونا۔ انہونے کیا کیا؟ لیٹ گئے سیدھے، پیر پہلے داخل کر دیئے اور بجائے "حِطّۃ" کہنے کے "حِنطۃ" کہہ رہے ہیں ہمیں تو گیہوں چاہیے گیہوں، من وسلویٰ نہیں چاہیے۔ یہ "مغضوب علیھم" کی شان ہے۔ خداوند تعالی نے جو حکم فرمایا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم فرمایا ہے اسکے خلاف علی الاعلان کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ داڑھی بڑھاؤ مونچھیں کٹاؤ، وہاں کیا ہے مونچھیں بڑھاؤ داڑھی کٹاؤ، داڑھی منڈاؤ، اس خاندان میں بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں، ایک بچہ جوان ہوگیا، اس نے مونچھیں نہیں رکھیں باپ نے اسے ڈانٹا اور دھمکی دی کہ تمہیں عاق کر دوں گا، جائداد سے کچھ نہیں ملیگا مار مار کے گھر سے نکالدوں گا، ہمارے خاندان میں شعار ہے کہ مونچھیں رکھی جاتی ہیں۔ یہ خاندانی شعار ایسا ہے کہ جسکی وجہ سے بیٹے نے اگر مونچھیں نہیں رکھیں تو والدین گھر سے نکالنے کے لئے تیار، عاق کرنے کے لئے تیار۔

....

کھلم کھلا نافرمانی پر عذاب

لیکن اگر وہی بیٹا خدا کا حکم نہیں مانتا روزہ نہیں رکھتا۔ تو باپ کی زبان ٹوٹ گئی کہ کچھ نہیں بولتے سزا دینے کیلئے۔ بیٹا نماز نہیں پڑھتا ہے، تو باپ کچھ نہیں کہتا۔ کیا قیامت میں اس کا سوال نہیں ہوگا کہ تمہاری خاندانی شعار کی مخالفت کی تو تم ناراض ہوئے اور ہمارے رسول ﷺ کا حکم توڑ رہا تھا تم سے کچھ نہیں ہوسکا، تمہاری زبان ٹوٹ گئی تھی۔ تمہارے مونچھ کی بالوں کی قدر وقیمت تمہارے نزدیک ہمارے حکم سے زیادہ ہے؟ ہمارے رسول ﷺ کے فرمان سے زیادہ ہے؟ کیا جواب ہے اس کا؟ کوئی جواب نہیں۔ اگر کوئی کہے سوال کرے باپ سے کہتے ہیں ارے صاحب ہم نے تو کہہ دیا تھا نہیں مانتا تو ہم کیا کریں؟ اس کو اپنی قبر میں سونا ہے ہمیں اپنی قبر میں سونا ہے، ہاں یہ تو صحیح ہے کہ اس کو اپنی قبر میں سونا ہے اور آپ کو اپنی قبر میں سونا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اگر کسی بستی میں چھپر کے مکانات ہوں اور ایک شخص نے کچھ بیوقوفی کی اپنے چھپر میں آگ لگا دی تو اور بستی کے لوگ کیا کرتے ہیں؟ یہ نہیں سوچتے کہ اس کا گھر جلے گا ہمارا اس سے کیا نقصان ہوگا۔ ہمیں اس سے کیا لینا، کیا یہی سوچتے ہے؟ نہیں سب کے سب چل کر جلدی سے جلدی جا کر اس آگ کو بجھائیں گے۔ حتیٰ کہ جو شخص اس کا مخالف اور دشمن ہے اس کے گھر میں بھی آگ لگ جائے اور وہ پڑوس میں رہتا ہے۔ سب سے پہلے وہ آگ بجھائے گا۔ کوئی کہے کہ تمہارا دشمن ہے اس کا گھر جلنے دو، کیا جواب دے گا؟ وہ کہے گا کہ اسی کا گھر تھوڑا ہی جلے گا وہ تو ہمارے گھر کو بھی جلائے گا۔ اس کے چھپر کی آگ وہاں سے یہاں تک آئے گی۔ وہاں نہیں سوچتے ہیں کہ اسے اپنی قبر میں سونا ہے اور ہمیں اپنی قبر میں سونا ہے، ہاں اگر دین کا معاملہ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کو اپنی قبر میں اور ہمیں اپنی قبر میں سونا ہے یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب نافرمانی اللہ کی عام ہو جائے کھلم کھلا نافرمانی کی جانے لگی دیکھنے والے دیکھتے رہیں اور کوئی روک ٹوک نہ کرے تو عنقریب

ایسا عذاب آئیگا کہ کرنے والے اور نہ کرنے والے سب پکڑے جائیں گے۔ بیٹا نماز نہیں پڑھتا ہے خدا کے قول کو ترک کرتا ہے کسی کو توفیق نہیں ہوتی اسکو کہنے کی، بیٹا داڑھی منڈاتا ہے، کسی کو توفیق نہیں ہوتی کہنے کی، بیٹا شراب پیتا ہے کسی کو توفیق نہیں ہوتی۔ ہاں ان کا اگر کوئی حکم ہو اس کو نہ مانے تو سب کے سب ناخوش ہوں گے، ناراض ہوں گے، کتنا ظلم ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں "لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ" تم میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو تو تمہیں زیادہ نعمتیں دوں گا۔ "وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ" اور اگر تم نے ناقدری، ناشکری کی تو میرا عذاب سخت ہے اور خداوند تعالی کا عذاب جب سخت آتا ہے تو اللہ کی پناہ، اس سے کوئی نہیں بچ سکتا ہے۔ تاریخ بھری ہوئی ہے۔

بغداد کی تباہی

جس وقت میں بغداد میں فتنہ اٹھا ہے۔ بس ان حالات کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ کیا ہوگیا۔ جو لوگ غریب تھے، اذیت میں تھے جن کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ان کو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا وہ مسلمان نہیں تھے۔ غیر مسلم تھے۔ ان کے اوپر مسلمان حضرات زیادتی اور ظلم کرتے تھے جو حکومت کے نشہ میں چور تھے۔ بہت سختیاں کرتے تھے۔ ایک بوڑھے شخص نے پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے مسلمانوں کے خدا۔ اپنے خدا کو نہیں پکارا بلکہ کہا اے مسلمانوں کے خدا۔ مسلمان تجھے عادل ومنصف کہتے ہیں۔ کیا یہی تیرا انصاف ہے جو تیرے لاڈلے کر رہے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تب وہاں غیب سے آواز آتی ہے کہ تم حملہ کرو ہماری مدد تمہارے ساتھ ہے اس نے قوم کو جمع کر کے حملہ کیا۔ وہ جو غلام تھے مظلوم تھے حقیر و ذلیل تھے نہ حکومت میں ان کا کوئی حصہ تھا نہ تجارت میں کوئی حصہ تھا بہت ہی جانوروں جیسی زندگی گذار رہے تھے۔ انھوں نے جس وقت حملہ کیا اور بہت بری طرح سے حملہ کیا اور ایسا رعب ان کا چھایا ہے۔

مسلمانوں کی بزدلی

تاریخ کامل ابن الاثیر میں لکھا ہے کہ ڈیڑھ سو مسلمان فوجی ہتھیار لئے ہوئے بھاگے جارہے ہیں جان بچانے کے لئے۔ایک تاتاری آدمی آ کر کہتا ہے کہ کہاں جارہے ہو ٹھہر جاؤ۔ میرے پاس چھرا نہیں ہے۔اپنے خیمہ سے چھرا لے کر آتا ہوں تم کو ذبح کریں گے۔ان کے پیر جم گئے رک گئے۔بھاگ نہیں سکے۔اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ناپید کرنے کی وجہ سے اس کی نافرمانی اور اس کے احکام کی بغاوت کی وجہ سے۔چنانچہ وہ شخص گیا اور اپنے خیمہ سے چھرا لے آیا اور کہا کہ لیٹ جاؤ یہاں۔وہ لیٹ گئے ہیں اور اس نے ذبح کیا جیسے مرغیوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔اتنا رعب چھا گیا تھا ان پر۔اس لئے کہ خدا کی نافرمانی کی۔خدا کی مخلوق کو ستایا۔ناحق ستایا۔اللہ کی طرف سے فتح ہوئی۔ایک جگہ پر پچاس آدمی ایک جگہ پر چھپے ہوئے تھے،ایک عورت آتی ہے ان پچاس آدمیوں کو جیسے گاجر مولی کو کاٹا جاتا ہے اس طریقہ سے کاٹ ڈالا۔بیس لاکھ مسلمان وہاں آباد تھے اس زمانہ میں جن میں سے چودہ (۱۴) لاکھ قتل کر دیئے گئے۔یہ کیفیت تھی۔یہ سب کیا ہے؟ خدا کی نافرمانی علی الاعلان ہو۔جرم عام ہو۔کھلم کھلا اللہ کے احکام توڑے جائیں اور کوئی روک ٹوک کرنے والا بھی کچھ نہ کرے سب خاموش رہیں۔اس وقت میں یہ چیزیں سامنے آتی ہیں اور ہندوستان میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔

دہلی میں قتل عام

یہاں بھی ایسا ہوا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے یہاں دلی میں لوگوں کے دروازوں پر جا جا کر زنجیر کھٹکھٹا کر ہلا ہلا کر کہا کہ اللہ کے بندو!اب تو خدا کی نافرمانی سے باز آجاؤ۔مجھے دلی کی گلی کوچوں میں خون بہتا ہوا نظر آرہا ہے لیکن لوگ نہیں مانے۔ارے ملا لوگوں کا تو کام ہی یہ ہے ان کا تو دماغ صحیح نہیں ہے۔آخر کار ہوا جو کچھ ہونا تھا۔آفت آئی

مصیبت آئی۔اللہ کی پناہ،اللہ کی پناہ۔نادر شاہ آیا اور بادشاہ کو جس وقت اطلاع کی گئی کہ دشمن آرہا ہے حملہ کرنے کیلئے تو کہا کہ ارے ارے ارے ایک پیالہ اور دیدو۔ ''این دفتر بے معنیٰ غرق مے اولیٰ'' اس پرچہ کو شراب کے پیالہ میں ڈبو دیا، اور کہا: کہ ایک پیالہ اور دو۔آخر کار وزیروں نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور اعزاز واکرام کے ساتھ لے کر آئے۔شاہی مہمان بنائے، لڑنے کی تو طاقت تھی نہیں اب یہاں کھانا کھایا۔کھانا کھانے کے بعد جو باتیں سنانے لیٹے ہیں تو کہا۔ ''او مارڈالا۔مارڈالا مارڈالو'' نادر کی فوج کو قتل کردو۔انہوں نے کہا اُف او یہ تو سازش معلوم ہوتی ہے جو ہماری دعوت کی۔

دہلی کی سنہری مسجد کی فصیل پر تلوار نیام سے نکال کر نادر شاہ بیٹھ گیا جس کی بناء پر قتل عام ہوا اور انہیں قتل کرنا شروع کردیا۔دریائے جمنا کا پل لاشوں سے بھر گیا۔لاشوں کی کثرت سے پانی کی روانی بند ہوگئی۔دلی کی جامع مسجد، فتح پوری کی مسجد، قاضی حوض یہ سب لاشوں سے بھرے ہوئے تھے۔یہ کیفیت اس وقت ہو چکی ہے اور واقعۃً دلی کی گلیوں کوچوں میں خون بہا ہے۔شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا ہے اس وقت میں کچھ خاندانِ بقائی کے لوگ تھے۔کسی طرح سے چھپ چھپا کر وہاں سے آئے ہیں اور اپنی پگڑی بادشاہ کے قدموں میں رکھ دی اور کہا کہ بادشاہ سے بادشاہ کی لڑائی ہے رعایا کا کیا قصور ہے۔ان کو کیوں قتل کیا جارہا ہے۔ تب اس تلوار کو نیام میں واپس کیا گیا ہے اس واسطے یہ قتل کی صورتیں۔ یہاں بھی پیش آئی ہیں اور اب بھی پیش آتی رہتی ہیں۔جگہ جگہ بہت کچھ ہوا مکہ مکرمہ میں بھی ہوا، مدینہ طیبہ میں بھی ہوا۔ سب تاریخیں بھری پڑی ہیں۔یہ کیوں ہوا؟ یہ اس وقت ہوتا ہے جب احکام خداوندی کی عظمت قلب سے نکل جائے اور نافرمانی کھلم کھلا کی جانے لگے اور قلوب اس سے متاثر نہ ہوں۔بیٹے کو کوئی چپت ماردیتا ہے تو قلب متاثر ہوتا ہے ساری طاقت خرچ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن خداوند تعالیٰ کے قانون کو توڑا جارہا ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو چھوڑا جارہا ہو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا، یہ اللہ کو بہت ناگوار گذرتا ہے۔یہ بہت سخت چیز ہے

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ غصہ میں آتے ہیں۔

وہاں بغداد شریف میں یہ ہوا کہ ۱۴ر لاکھ قتل کر دیے گئے۔ بیس لاکھ میں سے۔

تاتاریوں کا قبول اسلام

اس کے بعد پھر ان لوگوں نے جنہوں نے ہمت کر کے قتل کیا تھا جو پہلے غلام تھے ماتحت تھے، ذلیل وحقیر تھے انہوں نے اپنی کمیٹی کی اور کمیٹی کر کے کہا کہ ہم نے اپنے خدا سے نہیں مانگا تھا مسلمانوں کے خدا سے کہا تھا۔ فریاد تو مسلمانوں کے خدا سے کی تھی۔ ہماری فریاد سنی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا سچا ہے۔ مذہب اسلام سچا ہے۔ وہ لوگ (مسلمان) اپنے مذہب پر قائم نہیں تھے خدا کی بات نہیں مانتے تھے۔ اپنے نفس کی خواہشات کے غلام تھے، مذہب کی بات نہیں مانتے تھے۔ اس لئے وہ ذلیل وخوار ہوئے۔ اب ہمارے علم میں سب کچھ آگیا ہے اس لئے ہم سب مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ سب مسلمان ہو گئے۔

"وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ"

(سورۂ محمد:۳۸)

[اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دیگا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔] (آسان ترجمہ)

تو مسلمان احکام خداوندی کو اس طرح سے ذلیل وحقیر کریں گے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو لا کھڑا کر دے گا۔ مصیبت ان کی ہے جو مسلمان ہونے کے باوجود خدا کی نظروں میں مغضوب بنیں مقہور بنیں۔ عذاب ان کے اوپر آیا، ان کو تباہ و برباد کیا گیا۔ وہ لوگ کامیاب ہیں جنہوں نے ان کو قتل کیا اور قتل کر کے پھر وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں سولہ سترہ پشت تک سلطنت چلی ہے جنہوں نے بغداد شہر کو تباہ کیا اور مسلمانوں کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت دیدی۔ اس لئے قرآن پاک میں ہے:

"لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ"
اگر تم شکر کرو گے تو ہم نعمت زیادہ دیں گے۔
"وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ" اور جو تم نے ناشکری کی۔
"اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ"
پھر میرا عذاب بہت سخت ہے۔اس لئے خدا کے عذاب وقہر سے ڈرنا چاہئے۔

روزہ کی شکر گذاری

دیکھئے اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے روزہ کی توفیق دی۔سارے مجمع کو توفیق دی،کتنی بڑی نعمت ہے۔اللہ نے کتنی بڑی نعمت عطا فرمائی۔تراویح پڑھنے کی توفیق دی قرآن پاک سن رہے ہیں تین حافظ صاحبان سنا رہے ہیں کتنا بڑا احسان ہے انکا کہ بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔کتنے لوگ اس وقت چوری کرنے میں مشغول ہوں گے۔کتنے لوگ فحش خانوں میں گئے ہوئے ہیں۔کتنے لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں۔سر پھٹول ہو رہی ہے کتنے لوگ چوروں کو پکڑنے میں مبتلا ہیں۔اللہ نے ان ساری چیزوں سے محفوظ فرمایا اور امن دے رکھا ہے۔عافیت دے رکھی ہے،موقع دے رکھا ہے کہ اطمینان سے نماز پڑھو،اطمینان سے قرآن شریف پڑھو۔اطمینان سے تسبیح پڑھو۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔کسی کو کھانا پکانے کی ضرورت نہیں۔چائے پکانے کی ضرورت نہیں۔بازار سے سودا لانے کی ضرورت نہیں۔خدا نے ہر چیز کا انتظام کر دیا ہے۔یہاں ان لوگوں کے قلوب میں ڈالا کہ ہمارے بندے آئے ہوئے ہیں۔یہاں رمضان گذارنے کیلئے وہ روزے رکھیں گے۔اعتکاف کریں گے تم ان کیلئے کھانا تیار کرو۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح سے کھانے کا انتظام فرمایا۔

وقت کی قدر دانی

اپنے اوقات کو قدر کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔گپ شپ میں وقت نہیں گذارنا چاہئے کہ

یہ بڑی خطرناک چیز ہے اور وقت بڑی قیمتی چیز ہے: ؎

تیرا ہر سانس نخل موسوی ہے
یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

اس جزر و مد کو، اس سانس کے اتار چڑھاؤ کو ضائع مت کرو، یہ جواہر کی لڑی ہے، ایک ایک سانس میں آدمی کتنا کام کرسکتا ہے۔ کتنی مرتبہ "سبحان اللہ" پڑھ سکتا ہے کتنی مرتبہ "الحمد للہ" پڑھ سکتا ہے۔ قل ہو اللہ پڑھ سکتا ہے، درود شریف پڑھ سکتا ہے، نہ کرے بات ادھر اُدھر کی درود شریف پڑھتا رہے، نماز پڑھتا رہے، قرآن شریف پڑھتا رہے، کتنا بڑا فائدہ ہے، کتنی بڑی کمائی ہے، حق تعالیٰ کے انعامات اس سے زیادہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرما رکھی ہے کتنے لوگ سخت سے سخت امراض میں مبتلا ہیں۔ آج یہاں کسی مسماۃ کا انتقال ہو گیا ہے، سنا ہے کہ وہ بیچاری بہت سخت بیماری میں مبتلا تھی۔ اور روزہ رکھنے سے گھر کے لوگوں نے منع کیا مگر نہیں مانی۔ رات سحری بھی کھائی، سخت ترین بیماری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے روزہ کی حالت میں اس کو بلایا۔ آج انتقال ہو گیا۔ رمضان میں جس کا انتقال ہو جائے انشاء اللہ اس سے حساب وکتاب نہیں ہوگا۔ قبر کا سوال و جواب معاف۔ اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے، اس واسطے ضرورت ہے کہ ہم اپنے اوقات کی قدر کریں، خداوند تعالیٰ کی ان نعمتوں کو سمجھیں کہ کتنی بڑی نعمت ہے اور اس کے غور کرنے کی صورت یہی ہے کہ ان نعمتوں سے کام لیں یعنی اپنی جوانی، اپنی صحت وتندرستی، اپنی بےفکری، فراغت کو ضائع نہ کریں۔ یہ کس قدر کارآمد نعمتیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا شوقِ عبادت

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روزانہ روزہ رکھتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا روزانہ روزہ رکھتے ہو۔ کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ مہینہ میں تین روزے ایام بیض کے رکھ لیا کرو۔ وہ

بولے کہ حضور اقدس ﷺ میں جوان ہوں۔ مجھے اپنی جوانی سے کام لے لینے دیجئے۔ بڑھاپے میں کہاں روزے رکھے جائیں گے۔ گھٹاتے گھٹاتے۔ یہاں تک ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ تو وہ حضرات اپنی جوانی کی قدر اس طرح سے کرتے تھے کہ بدن میں طاقت ہے روزہ رکھ لینے دیجئے۔ آج ہماری جوانی کہیں اور کسی چیز میں پھنس چکی ہے ہم کہنے کو ان کے نام لیوا ہیں، ان کے خدام ہیں، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے، مگر طرز زندگی ہمارا بالکل ان کے خلاف ہے۔ اس لئے اپنی جوانی، اپنی فراغت کی حفاظت کریں، قدر کریں، اپنی آخرت کی کمائی کا ذریعہ بنائیں۔ جوانی، فراغت اور مالداری یہ تینوں چیزیں جب جمع ہو جائیں کسی شخص کے پاس یوں سمجھو کہ فساد کا مادہ جمع ہو گیا۔ حالانکہ ان تینوں چیزوں کے ذریعہ سے آدمی آخرت کو کما سکتا ہے۔ بڑے فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کو خوش کر سکتا ہے۔ ورنہ تو یہ کہیں اور کسی چیز میں خرچ ہوتی ہیں۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جہاد

ان حضرات کی زندگی کا حال یہ تھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جا رہے ہیں ایک مکان سے کسی شخص نے کوڑا کباڑ پھینکا۔ اس میں چمڑے کا ایک ٹکڑا بھی تھا بس یہ آگے بڑھے اور بڑھ کر چمڑے کو اٹھا لیا۔ کہا کہ ''الحمد للہ'' تین دن کا تو انتظام ہو گیا اس چمڑے کے ٹکڑے کو دھویا صاف کیا پاک کیا اس کو سکھا کر جلایا راکھ بنائی۔ تین روز غذا کے طور پر اس کو استعمال کیا۔ تو غذا کے معاملہ میں تو ان کا حال یہ تھا۔ کوئی فکر نہیں تھی کہ مستقل غذا ہونی چاہیئے، مستقل آمدنی ہونی چاہیئے دکان ہونی چاہیئے۔ کھیتی ہونی چاہیئے۔ باغ ہونا چاہیئے۔ کوئی فکر نہیں۔ کوڑے کباڑ میں سے ایک چمڑے کا ٹکڑا اٹھایا تین روز کی غذا کے لئے کافی ہو گیا اور یہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو گھوڑے کی پشت پر چڑھ کر گئے ہیں ملک فارس کو فتح

کرنے کے لئے، ملک فارس انہوں نے فتح کیا خدا کے دین کی خاطر ان کے عزائم یہ تھے اور اپنی ذات کی خاطر یہ تھا۔ اب تو تصور بھی نہیں۔ اور اس وقت ان کی کمر میں دنبل تھے۔ جس وقت جہاد کے لئے گئے ہوئے تھے اس لئے میدان جہاد میں شرکت کے بجائے مکان کی چھت پر بیٹھ کر وہیں سامنے میدان تھا جس میں جہاد ہو رہا تھا۔ بس وہیں سے بیٹھ کر فوج کی کمان کر رہے تھے۔ ایک بڑا تکیہ رکھ کر گھٹنوں پر اس طرح سے یہاں تکیہ رکھا اور بیٹھے کہنیوں پر اور سارے لشکر کو دیکھ رہے ہیں نہ ان کے پاس دوربین تھی نہ ان کے پاس بولنے کے لئے لاؤڈ اسپیکر تھا۔ ایک ایک شخص تک کو نظر میں رکھتے تھے۔ کون کدھر ہے کون کدھر ہے اور وہیں سے آواز دے کر کہتے۔ ارے فلانے دس قدم داہنی طرف کو ہو جاؤ۔ فلانے تم بائیں طرف کو ہو جاؤ۔ فلانے تم آگے ہو فلاں دیکھو تمہارے پیچھے کون ہے؟ اس طرح سے کمان کر رہے تھے ایک روز بہت زور کی لڑائی ہوئی تھی اس روز یہ اپنے مکان کے نیچے اتر آئے اور سب لشکر کے سامنے بیٹھ کر کمر سے کپڑا ہٹا کر دنبل (زخم) دھلوائے تاکہ کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے کہ میدان میں نہیں آئے۔

ایک شاعر کی بدگمانی اور اس کا انجام

مگر اس کے باوجود ایک شاعر نے اشعار کہے، جن کا حاصل یہ تھا کہ آج کا معرکہ بہت زوروں کا تھا ہم میں سے بہت سوں کے بچے یتیم ہو گئے بہت سو کی بیویاں بیوہ ہو گئیں مگر ہمارے سپہ سالار بہت ہی عیش و راحت کے ساتھ کاشانۂ عشرت میں تشریف فرما رہے۔ وہ اشعار ان کے کان میں پہنچے فوراً ہاتھ اٹھا کر کہا:

"اَللّٰھُمَّ اقْطَعْ لِسَانَہٗ"

[اے اللہ! اس کی زبان کو قطع کر دے۔]

یعنی یہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اللہ ان کو مستجاب الدعوات بنادے چنانچہ انہوں نے کہا ابھی تک چہرے پر ہاتھ نہ پہنچائے تھے کہ دشمن کا ایک تیر آیا شاعر کے حلق پر لگا اور وہ وہیں ختم ہوگیا۔ اپنی زندگی کا طرز یہ تھا دین کی خاطر محنت ومشقت کا حال یہ تھا اور اپنے نفس کے ساتھ میں کیا معاملہ کرتے تھے کیسی کڑی نگرانی کرتے تھے۔ بہت واقعات ہیں ان کے مستجاب الدعوات ہونے کے جس کے لئے دعا کی کیا ہوگیا کیا سے کیا ہوگیا۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت اور گورنری سے برطرفی

یہ کوفے کے گورنر بھی رہے ہیں۔ وہاں سے کچھ لوگوں نے شکایت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کہ آپ نے ایسے شخص کو گورنر بنادیا جس کا حال یہ ہے کہ اسے نماز بھی پڑھانی نہیں آتی۔ کئی شکایتیں تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ نماز پڑھانا نہیں جانتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلب فرمایا یہ کہنے لگے کہ بھئی میں تو بڑے خسارہ میں رہا۔ اگر مجھے نماز پڑھانی نہیں آتی۔ حالانکہ میں نے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھی ہے، مجھے نماز نہیں آتی تو مجھ سے زیادہ خسارہ میں کون ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ آپ نماز کیسے پڑھاتے ہیں؟ بتایا ایسے فرمایا کہ ہاں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسی ہی پڑھاتے تھے مجھے بھی اسی طرح سے یاد ہے شکایت غلط تھی۔ مگر اسکے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کردیا۔ حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ گئے ہیں اور گھانس کی ایک گٹھری خریدی اور ان کے دروازہ پر گھانس کی گٹھری کو ڈال کر اس میں آگ لگادی شعلہ اس کے بلند ہوگئے۔ یہ طریقہ تھا لوگوں کو اکٹھا کرنے کا۔ شعلے بلند ہوئے سب دوڑے ہوئے آئے۔ بھئی کیا بات ہوئی کیا بات ہوئی۔ سب کے سامنے ان کو معزول کیا گیا، یہ بیٹھے رہے فکرمند وہاں کچھ نہیں بولتے کچھ بھی بددعا نہیں کی۔

....

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بددعا کا خوف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار میں جا رہے تھے ایک لڑکی جا رہی تھی ہوا کا جھونکا آیا۔ اس کا کپڑا اٹھا جس سے اس کی پنڈلی کھل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ اٹھایا اس پر کہ ہوشیاری سے نہیں چلتی؟ یہ بھی موجود تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھئے صاحب اس کا قصور نہیں۔ وہ اپنی طرف سے پورا انتظام کرکے چلی ہے کپڑے میں لپٹ کر۔ ہوا پر تو اس کا قابو نہیں۔ ہوا کا جھونکا زور سے چلا، اس کا پلا اٹھ گیا۔ پنڈلی بھی کھل گئی۔ میں آپکے لئے بددعا کرتا ہوں۔ بس فوراً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے ہونٹ پکڑ لئے اور درہ دیدیا کہ پٹائی کرلو باقی بددعا مت کرنا۔ اتنا گھبراتے بھی تھے۔ ان کی بدعا سے، تو ان کی زندگیوں کا رخ کچھ اور تھا ہماری زندگیوں کا رخ کچھ اور رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اصلاح فرماوے اور نیک توفیق عطا فرماوے۔ آمین!

◆ ◆ ◆

ذکر، نسبت، اجازت

اس بیان میں

☆......ذکر کے اثرات۔

☆......نسبت کی حقیقت اور اس کے اثرات۔

☆......اجازت کا مطلب۔

☆......بعض اکابر کے واقعات۔

....

ذکر،نسبت،اجازت

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِیۡمِ ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا ۔ (سورۃ الاحزاب:۴۱)

[اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو۔](آسان ترجمہ)

اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ جتنی عبادات فرض کی گئی ہیں ان کی مقدار متعین کردی گئی ہیں لیکن ذکر کی کوئی مقدار متعین نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کو تکثیر کے لئے کہا گیا۔

ذکر کا اثر

کثرت سے ذکر کرنے کی برکت سے پاس والا بھی متاثر ہوتا ہے۔ دائیں، بائیں، آگے، پیچھے جو بھی ہو سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ در و دیوار پہ بھی اثر ہوتا ہے، جانوروں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ اس کی برکات بہت دور تک پہنچتی ہیں اور پھر جب مجمع ذکر کرنے والا ہو، سب کے قلوب بیک وقت اللہ کی طرف متوجہ ہوں، اس سے بڑی خیر و برکت ہوتی ہے اور بسا اوقات اس سے آدمی یوں سمجھنے لگتا ہے کہ مجھے نسبت حاصل ہوگئی ہے۔ دیکھتا ہے اپنے قلب میں صفائی نورانیت توجہ الی اللہ۔ دنیا کی رغبت کم دیکھتا ہے، معاصی کی طرف توجہ نہیں ہے۔ طاعات

کی طرف توجہ ہے تو احسان بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

"ان تعبد اللہ کانک تراہ"

[اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔]

سوچتا ہے کہ مجھے نسبت حاصل ہوگئی اور یہ نسبت حاصل بھی ہوگئی غلط نہیں سوچتا صحیح ہے مگر یہ نسبت بہت ہی ضعیف ہے۔ سارے ماحول کے اثر کا نتیجہ ہے تنہا اپنی محنت، کا نہیں۔ پائیدار وہ چیز ہوتی ہے جو اپنی محنت سے حاصل کی جائے اور جو چیز دوسرے کے پاس بیٹھنے سے یا ماحول کے اثر سے حاصل ہو تو اگر ماحول بدل جائے تو وہ کیفیت بھی بدل جاتی ہے۔ ابھی ابھی ذکر کر رہے تھے دوسرے ماحول میں پہنچ گئے تو وہاں دوسری حرکتیں شروع کیں۔ وہاں کے ماحول کا اثر ہو گیا۔ اس واسطے اس سے یوں نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم ذکر میں کامیاب ہو گئے، ایسے کامیاب ہو گئے کہ اب ہمیں ضرورت نہیں رہی۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اجازت کا مطلب

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مرض الوفات میں مبتلا تھے میں بھی حاضر ہوا۔ چند روز حضرت کی خدمت میں میں نے قیام بھی کیا۔ ایک روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلوایا، میں حاضر ہوا، تو فرمایا: کہ مولوی محمود! جانتے ہو مشائخ جو مجاز بنایا کرتے ہیں اجازت دیا کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

میں نے کہا: حضرت میں نہیں جانتا کہ کیا مطلب ہوتا ہے۔

فرمایا: کہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ طالب نے اپنے شیخ کی فرماں برداری میں خدمت کے لئے گویا کہ اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اتنی خدمت کی اپنے شیخ کی اتنی اطاعت اور فرماں برداری کی کہ ہر چیز اپنی اپنے شیخ کی خواہش کے مطابق کی، اپنی خواہش کو فنا کر دیا اور اس خدمت میں اس کو رسوخ حاصل ہو گیا۔ یہ خدمت اور اپنے آپ کو چھوٹا اور عاجز سمجھنا اور بڑوں کی

خدمت کرنا گویا کہ اب اس کے لئے ملکۂ راسخہ بن گئی۔ جب یہ ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے تو شیخ اجازت دیتا ہے کہ بھائی جو معاملہ تواضع اور عاجزی اور خدمت کا تم نے میرے ساتھ کیا ہے، میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ یہی معاملہ تم تمام مخلوق خدا کے ساتھ کرو، خدا کی ہر مخلوق کے ساتھ یہی معاملہ کرنا جو معاملہ اپنے شیخ کے ساتھ کیا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے شیخ کے سامنے فنا کر دیا، تمہارا ارادہ کوئی ارادہ نہیں رہا اپنی خواہش کوئی خواہش نہیں رہی۔ بس شیخ کو راحت پہونچانا۔ جس چیز کو شیخ کہے پوچھے اس کو کرنا۔ بس ساری مخلوقات کے ساتھ یہی معاملہ کرنا یہ مطلب بتایا تھا انہوں نے اجازت دینے کا۔ یہ مطلب نہیں کہ مشیخت کی مسند پر بیٹھ جائیں اور حکمرانی شروع کر دیں؛ بلکہ اپنے آپ کو سب کا خادم سمجھے سب کا غلام سمجھے۔ تمام خلق خدا کے ساتھ اچھا معاملہ کرے۔

فیض کی نہ یہاں کمی نہ وہاں کمی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون میں تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں تھے۔ مسائل سیاسی تھے۔ کش مکش چل رہی تھی۔ ایک جماعت ایک طرف دوسری جماعت دوسری طرف۔ وہ اس کو حق کہتے وہ اس کو حق کہتے۔ گڑبڑ بہت تھی۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سہارن پور تشریف لائے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے۔ دونوں اکابر کا تذکرہ آ گیا۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھئی بات یہ ہے فیض کی نہ یہاں کمی نہ وہاں کمی۔ فیض کی نہ تھانہ بھون میں کمی نہ دیوبند میں کمی۔ معترض یہاں سے بھی محروم وہاں سے بھی محروم۔

حضرت رائپوری اور حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی تھانہ بھون حاضری

پھر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ہمارا جی تو بہت چاہتا ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہونے کے لئے، لیکن ہم لوگ بے سلیقہ و بے شعور ہیں۔ بزرگوں سے ملنا ان کے پاس جانا بیٹھنا ہمیں آتا نہیں ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت تو اور نازک ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارے بے سلیقہ پن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی تکلیف پہنچ جائے اس لئے جانے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ ایک طالب علم جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والا تھا وہ مجلس میں موجود تھا۔ بس اس نے جلدی سے سفر کیا تھانہ بھون جا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ نقل کیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ افسوس میں نے سفر ترک کر دیا ورنہ میں خود رائپور حاضر ہوتا وہ فقرہ یہاں پہنچا۔ سہارنپور اس وقت تک حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ یہاں مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ بس حضرت اب تو ضرور چلیں گے۔ تکلیف پہونچ جائے ہم سے پڑی پہنچ جائے۔ ہم تکلیف پہونچانے نہیں جا رہے ہیں۔ بچے بڑوں کے کپڑوں پر پیشاب بھی کر دیتے ہیں جب انہیں گود میں لیا جاتا ہے، ہم حضرت کے بچے ہیں اس لئے تکلیف پہونچ جائے گی پڑی پہونچ جائے ہم تکلیف پہونچانے نہیں جا رہے ہیں۔ چنانچہ تھانہ بھون گئے وہاں اور بھی کچھ لوگ گئے اور جناب اس طالب علم نے آگے جا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع کر دی کہ فلاں فلاں حضرات آ رہے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نظام فاروقی تھا مجمع کو خطاب کر کے حضرت نے فرمایا کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھے سب اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں۔ میں اٹھوں گا میرا اٹھنا سب کا اٹھنا شمار ہوگا۔ چنانچہ حضرت اٹھ کر دروازہ پر تشریف لائے۔ ملاقات کی معانقہ کیا اور ساتھ لے جا کر اپنی مسند پر بٹھایا جہاں خود بیٹھتے تھے کچھ دیر تو سکوت رہا۔ کوئی کچھ نہیں بولتا پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا خود ہی ابتدا فرمائی کہ میں رائے پور میں حاضر ہوا بڑے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ گیا پھر تو جانے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔ آپ کو وہاں دیکھنا یاد نہیں پڑتا۔ پہلے تو

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت کیا بات پیش آ گئی تھی کہ آپ پھر تشریف نہیں لے گئے۔

حضرات رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کو اپنا بزرگ تصور کرتے ہوئے۔ مگر انہوں نے میرے ساتھ معاملہ میری حیثیت سے بہت اونچا کیا۔ مجھے برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔ تاہم رات کو مجھے لٹا دیا گیا۔ میری آنکھ کھلی کچھ دیر بعد۔ دیکھا کہ کوئی لاٹھی لئے ہوئے میری چارپائی کے قریب کھڑے ہوئے ہیں ٹہل رہے ہیں، میں نے غور سے دیکھا تو دیکھا کہ خود حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں، بس میں گھبرا کے اٹھا کہ حضرت کیا بات ہے فرمایا کہ یہاں کے لوگ ایسے ہی بے سلیقہ ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص چلے اور اس کے پیر کی آہٹ سے تمہاری نیند اچاٹ ہو جائے، اس لئے ٹہل رہا ہوں، میں نے کہا: کہ حضرت بس میرا آنا تو ختم، میں اس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ آپ کو وہاں دیکھنا یاد نہیں پڑتا۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اس وقت کیا پہچانتے۔ میری اس وقت ایسی حیثیت ہی نہیں تھی، حضرت کو خیال ہو کہ ایک شخص آدھی آستین کی کمری پہنے ہوئے ایک گھٹنیا (گھٹنوں تک پائجامہ) پہنے ہوئے مہمانوں کے لئے چارپائی بچھاتا، ہاتھ دھلاتا تھا، بستر بچھاتا تھا، دسترخوان بچھاتا، کھانا لاتا تھا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذرا غور کر کے فرمایا کہ ہاں اس حلیہ کا جوان آدمی تھا تو سہی، یاد تو پڑ رہا ہے، پنجابی شکل کا نوجوان، کہا: کہ حضرت یہی خادم تھا حضرت کیا پہچانتے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

جب یہ حضرات وہاں سے چلنے لگے تو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بغل میں ہاتھ

دیکر اٹھا دیا۔ تو ایک جملہ عجیب وغریب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آگے بھی خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ بھول جاؤ۔ خدمت بڑی عجیب چیز ہے۔ اپنے آپ کو فنا کر دینا حضرت شیخ کی خدمت میں۔

فنا سے مراد

حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خادم تھے اور پھر جانشین بھی بعد میں ہوئے۔ ان کے ملفوظات میں ہے کہ: فناء سے مراد فناء ارادہ ہے کہ اپنا ارادہ کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے مالک الملک کا ارادہ ہے۔ چنانچہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سہارنپور تشریف لائے۔ پوچھا گیا کہ کیا ارادہ ہے۔ فرمایا اپنا ارادہ کچھ نہیں جو کچھ وہ چاہیں وہی ہے۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس برس تین مشائخ کی خدمت کی ہے اس کے بعد پھر تیس برس سے ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہا۔ اب فناء تام حاصل ہوا۔ اپنے آپ کو مردہ تصور کرتا ہوں۔ جو لوگ میرے پاس آتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ تیری قبر پر آرہے ہیں کسی کا سلام پہنچاتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میری قبر پر کھڑے ہو کر سلام پہنچا رہے ہیں جس کو میں سن رہا ہوں پھر سوچتا ہوں۔ کبھی میں زندہ ہوں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فنا فی الشیخ ہونا

ایک فنا فی الشیخ ہوتا ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات میں کتاب تصنیف

کی ہے "نقش حیات"، اس میں لکھا ہے کہ میں مدینہ طیبہ میں جب ذکر کرتا تھا تو ذکر کرتے وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرا جسم میرا نہیں ہے۔ بلکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوگیا۔ اس چیز کو گنگوہ جا کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا اس کو فنافی الشیخ کہتے ہیں۔ میں نے حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تذکرہ کیا اس کا۔ فرمایا کہ ہاں اپنے کو بھی یہ بات پیش آئی کہ اپنا جسم نہیں ہے۔ جب آدمی اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے تو ایسا ہوتا ہے۔

نسبت کیا چیز ہے؟

میں نے پوچھا حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ حضرت نسبت کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ آدمی کو پہلے اپنے شیخ سے محبت ہوتی ہے محبت کے بعد عشق کا درجہ ہو جاتا ہے پھر یہ ہوتا ہے کہ اپنے صفات کی کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور شیخ کے صفات اس کے اندر آتے چلے جاتے ہیں اور اس کی نسبت سے اخلاق فاضلہ ملکۂ راسخہ بنتے چلے جاتے ہیں یہی نسبت ہے۔ جب محبت ہوتی ہے تو شیخ کے صفات منتقل ہوتے ہیں اور اپنے صفات ختم ہو جاتے ہیں۔ اپنے مزاج میں بخل تھا۔ شیخ کو اللہ نے سخی بنایا تھا تو بخل ختم ہو کر شیخ کے اندر کی سخاوت اس کے اندر آجاتی ہے اور پھر شیخ کی صفات ایک ایک کر کے آتی چلی جاتی ہیں اور انہیں کا اس پر غلبہ ہو جاتا ہے۔

مولانا عبدالعزیز رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا فنافی الشیخ ہونا

رائے پور میں حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے ان کے اندر حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے صفات اتنے آگئے تھے کہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد میں نے جوان کو دیکھا تو مجھے شبہ ہوگیا کہ یہ تو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہیں۔ چلنا۔ پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا ہر چیز

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج پر ہوگئی۔حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ جس طرح بات کرتے تھے،اسی طرح یہ بھی بات کرتے ہیں،اس طرح سے نسبت قویہ حاصل ہوتی ہے۔

مجمع کا اثر

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب مجمع یہاں موجود ہے اور اللہ کے فضل سے عبادات میں مشغول رہتے ہیں ذکر کرتے ہیں،تسبیح پڑھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں نفلیں پڑھتے ہیں مراقبہ کرتے ہیں تو نسبت تو حاصل ہو ہی جاتی ہے مگر اس نسبت کی وجہ سے مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ یوں نہیں سمجھنا چاہئے کہ صرف ہماری اپنی ذاتی محنت ہے نہیں معلوم کہ کس کے طفیل میں کس کو یہ نسبت حاصل ہورہی ہے؟ کون اللہ کا بندہ یہاں مقبول ہے؟ ہم نہیں جانتے اپنے یہاں جا کر گھر پر بھی یہ قائم رہے تو وہ ٹھیک ہے ورنہ تو وہی حال ہوگا کہ عطر فروش کی دکان پر گئے۔وہاں اگر بتی جل رہی ہے،اس کی خوشبو ناک میں آئی مگر وہ خوشبو اپنی نہیں دکان سے ہٹ گئے خوشبو ختم ہوگئی۔وہ اس ماحول کا اثر ہوگا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اثر

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتاتے تھے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دیوبند کے مہتمم تھے بیٹھے ہوئے تھے ہائے پائے اچانک کہتے ہوئے مجلس سے نکل جاتے۔حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔قلب میں تحمل ہی نہیں کوئی کیا کردے۔

حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کیفیت کا غلبہ

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سناتے تھے سبق میں سنایا تھا کہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ شیخ تھے حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے جس سن میں انتقال ہے حضرت میاں جی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اسی سن میں پیدائش ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی ۱۲۶۹ھ میں۔ تو حضرت میاں جی صاحب کے متعلق حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ایسا ضبط تھا کہ جو کیفیت حضرت منصور پر ایک وقفہ کے لئے آئی تھی جس سے وہ "انا الحق" کہہ اٹھے وہی کیفیت حضرت میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مسلسل چھ مہینہ تک رہی مگر کسی کو خبر تک نہ ہونے دی۔

حضرت میانجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اثر

حضرت میانجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقش بندی حضرات کے طریقہ پر یہ توجہ دیتے تھے۔ لڑکوں نے دیکھ لیا اور ان کی نقل شروع کی۔ ایک پیر بن گیا اور باقی سب مرید ہو گئے۔ گردن جھکا کر سب بیٹھے اطلاع کی گئی حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کو کہ لڑکے اسطرح سے نقل کر رہے ہیں تو سب کو پکڑوایا اور بلا کر کہا کہ تم میں سے کون پیر بنا تھا؟ لڑکوں نے کہا ایک لڑکے کے بارے میں یہ بنا تھا، تو حضرت میانجی رحمۃ اللہ علیہ باقی لڑکوں کو کہہ دیا: تم لوگ جاؤ۔ ان سب کو بھگا کر جو پیر بنا تھا اس کو تنہا بٹھایا اور فرمایا کہ آنکھیں بند کرو آنکھیں بند کیں۔ یہ گھبرا کے اٹھا۔ حضرت نے فرمایا: کہ جاؤ۔ جب وہ لڑکا بوڑھا ہو گیا تب اس نے بتایا کہ جب میں بیٹھا ہوں حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایسا معلوم ہوا کہ میرے قلب پر آگ کی چنگاری رکھ دی گئی۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوئی میں گھبرا گیا چنگاری ذرا دیر کو رکھی تھی پھر فوراً اٹھالی گئی اب تک اسکا اثر یہ ہے کہ برسات ہے بادل ہے اندھیری رات ہے، مکان میں کوٹھا۔ اسکے اندر کواڑ بند کر کے لحاف کے اندر جب لیٹتا ہوں صحن میں نیم کا درخت ہے اسکے پتے بھی ہلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

قبر سے وہی فیض ہوگا جو زندگی میں ہوتا تھا

حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار ہوئے اور لوہاری سے جھنجھانہ منتقل کیا جارہا تھا تو

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھانہ بھون میں ملے اور فرمایا کہ تم سے کام لینا تھا۔مگر وقت نہیں رہا۔میرا وقت آخری ہے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے فرمایا کہ رونے کی بات نہیں۔ تم کو میری قبر سے وہی فیض حاصل ہوگا جو زندگی میں مجھ سے حاصل ہوتا تھا۔مشہور ہے کہ درویش مرتا نہیں وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے۔دیوبند میں بھی ایک صاحب کہتے تھے کہ حضرت میاں جی کی قبر پر چلنا چاہئے۔انہوں نے یہ فرمایا ہے۔میں نے کہا کہ ہاں فرمایا تو تھا مگر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا۔مجھے اور آپ کو تھوڑا ہی فرمایا تھا جن کی اصلاح کی جن کی تربیت کی۔جن کے قلب کو مزکی ومصفی بنایا ان کو فرمایا تھا۔ان کو مناسبت تامہ حاصل تھی،وہ فیض حاصل کرتے تھے۔

صاحب قبر سے استفادہ

ایک صاحب کا خط آیا میرے پاس کہ یہاں ایک مزار ہے لوگ اس پر جاتے ہیں۔آپ مجھے اجازت دیدیجئے کہ میں بھی مزار پر چلا جایا کروں وہاں جا کر صاحب قبر سے استفادہ کرلیا کروں۔ میں نے انکے جواب میں لکھا کہ آپ کبھی کبھی وہاں ضرور جایا کریں اور وہاں جا کر سنت کے مطابق سلام کریں۔جیسے قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنے کا طریقہ ہے اور کچھ قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچا کر دعا کرلیا کریں،ان کیلئے بھی،اپنے لئے بھی،اور بس۔اس سے زیادہ استفادہ نہ کریں۔ آج کل استعدادیں اتنی کمزور ہیں کہ زندہ شیخ سے سامنے بیٹھ کر استفادہ نہیں ہوتا۔آپ وہاں بیٹھیں گے قبر پر آنکھ بند کر کے گروگھنٹال نہ جانے کیا کیا آپ کو دکھلائیگا۔آپ کہیں گے کہ صاحب قبر کی طرف سے فیض ہو رہا ہے۔بڑی دشواری پیش آئے گی۔اس لئے ایسا نہ کریں۔

کشف قبور قابل اعتماد نہیں

بعضے بعضے آدمی کو نظر بھی آتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ دیکھا میں نے یہ

دیکھا۔ میں نے ایسا دیکھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تذکرہ آگیا کہ فلاں جگہ پر جانا ہوا تھا فلاں صاحب نے بتایا ہے کہ ایسا ایسا دیکھا۔ تو بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ فرمایا احمق کو کئی مرتبہ منع کیا یہ مت کیا کرو وہ باز نہیں آتا۔ کشف قبور کا انکار نہیں۔ بزرگوں کو ہوجاتا ہے مگر اس پر اعتماد کرکے اپنا دینی رہبر ان ہی کو تجویز کرنا۔ یہ ذرا دشوار ہے۔ ہر ایک کی بس کی چیز نہیں۔

قبر سے استفادہ کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ استاذ حدیث مظاہر علوم نے بیان فرمایا تھا: کہ ضلع انبالہ میں ایک شخص تھے۔ ان کے پیر تھے، پہاڑ پر وہ وہاں پیر کے پاس پہاڑ پر جایا کرتا تھا۔ سال بھر میں ایک مرتبہ وہ بیچارے بوڑھے ہوگئے اور پیر صاحب رہتے تھے پہاڑی پر۔ یہ پہاڑ پر چڑھ کر پیر صاحب کی زیارت کے لئے جاتے۔ ایک دفعہ جارہے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ انبالہ میں فلاں قبر ہے مجھے اجازت دیدیں کہ میں اس صاحب قبر سے استفادہ کرلیا کروں۔ اس لئے کہ یہاں پر بہت چڑھائی ہے۔ یہ تو سوچ ہی رہے تھے۔ جیسے ہی وہاں پہونچے پیر صاحب نے کہا کہ اب تم یہاں مت آیا کرو تمہارے یہاں فلاں بزرگ کی قبر ہے بس وہیں چلے جایا کرو۔ یہ مرید اپنے دل میں بہت خوش ہوئے اور وہاں صاحب قبر کے پاس جانا شروع کردیا مگر انھوں نے انکا مزاج درست کردیا۔ تہجد کے وقت اٹھے، نیت باندھی، وہ صاحب قبر کہتے ہیں کہ ہمارے بیٹے فلاں جگہ پر ہیں ان کے گھوڑوں کے لئے گھانس پھونس نہیں۔ انہیں جاکر گھانس لاکردے۔ یہ گئے گھاس لاکردیا۔ ذکر کرنے بیٹھے تو کہا کہ اجی! وہاں اصطبل میں لید پڑی ہے جاکر اس کو صاف کردو۔ تب انہوں نے کہا کہ اس سے تو وہی اچھا تھا کہ سال بھر میں ایک دفعہ ہی پہاڑ پر چڑھنا پڑتا تھا اب جو ان پیر صاحب کے پاس ان کی قبر پر گئے تو انہوں نے ڈانٹ دیا کہ ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں جاؤ ان ہی کے پاس جہاں تم پہلے پہاڑ پر جایا کرتے تھے۔ غرض یہی ہوتا ہے۔

سائیں توکل شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

انبالہ میں ایک بزرگ تھے سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب بھی رہے ایک زمانہ میں پلاّ رکھتے تھے اپنے پاس کبھی اس کو گود میں لئے بیٹھے چوم رہے چاٹ رہے ہیں نماز بھی اس کو ساتھ لے کر پڑھتے تھے کبھی گلے سے لپٹا رکھا ہے۔

ایک مولوی صاحب تھے ان سے دوستی تھی۔ مولوی صاحب کا نام تو جانتے نہیں تھے مولوی صاحب کو تبلی والا کہتے تھے۔ تبلی کہتے ہیں پنجابی زبان میں پائجامے کو اور لوگ عامۃً لنگی باندھتے تھے مولوی صاحب پاجامہ پہنتے تھے اس لئے ان کا نام تبلی والا تھا۔ حال یہ تھا سائیں توکل شاہ صاحب کا کہ مولوی صاحب حدیث پڑھا رہے ہیں یہ ان کے پاس کھڑے ہوئے تقریر سننے کے لئے اور کہتے تبلی والا غلط بتا رہا ہے اس کا یہ مطلب نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے فتح الباری میں اس طرح ہے حالانکہ سائیں توکل شاہ صاحب خود امی تھے۔ مولوی صاحب فتویٰ لکھتے تھے اٹک گئے۔ سوچتے سوچتے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سائیں توکل شاہ صاحب پہونچتے اور کہتے۔ تبلی والے فلاں مسئلہ کا جواب نہیں آتا۔ اس کا جواب یہ ہے دیکھئے۔ یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب نے کہا تم کیسے آدمی ہو؟ کتّا ساتھ میں رکھتے ہو؟ کتّا ساتھ رکھنے سے رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ ہاتھ پکڑ کر ان کو کھینچ کر باہر لے گئے۔ مولوی صاحب نے کتے کا پلاّ چھین کر ہاتھ سے باہر پھینکا اور ان کے کپڑے بدلوائے۔ غسل ان کو دلایا اور کہا کہ اب تم پاک ہو گئے۔ بس رقص آ گیا۔ کہنے لگے ہوں میں پاک ہو گیا۔ تبلی والا کہتا ہے کہ ہوں میں پاک ہو گیا۔ ناچ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہون میں پاک ہو گیا۔ (ہون معنی اب) اور وہ کتے کا پلاّ خبر نہیں کہاں گیا۔ یہ بھی بات تھی اتنی مدت تک کتے کا پلا ساتھ رہا نہ اس کا لعاب، پیشاب، پاخانہ کہیں ان کے کپڑوں میں لگا نہ مسجد میں کہیں نہ چٹائی پر ادھر اُدھر لگا۔ اللہ جانے کیا چیز ہے، کہتے ہیں کہ اپنے نفس کو

صورت مثالیہ میں کتا بنا کر اس طرح سے لپیٹ رکھا تھا یا دنیا کو اس طرح کتے کی شکل میں کر رکھا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا تم کیسے آدمی ہو؟ حضور اقدس ﷺ کے امتی ہو، اصل میں تو محلہ والوں نے کہا کہ یہ آزاد ہیں کہیں چلے نہ جائیں ان کے پیروں میں زنجیر ڈالدینا چاہئے یعنی شادی کر دینی چاہئے لیکن ان سے کون کہے؟ مولوی صاحب کو واسطہ بنایا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ تم نکاح کرلو حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے۔ کہنے لگے لڑکی مجھے کون دیگا؟ کہا کہ تم تیار تو ہو جاؤ۔ کہا اچھا تو کرادو۔ چنانچہ ایک عورت سے بات چیت پہلے سے کر رکھی تھی۔ نکاح پڑھانے کے لئے ان کو لے کر چلے ہیں۔ سائیں توکل شاہ صاحب کو کپڑے بدلوا کر۔ راستہ میں کہنے لگے یہ آزاد آدمی ہے کہیں بھاگ نہ جائے اس کے پیر میں زنجیر ڈال دو۔ بس یہ کہا اور کرتہ پھاڑا اور بھاگ گئے، آٹھ روز تک غائب رہے۔ آٹھ روز کے بعد آئے، تو مولوی صاحب کو دیکھا۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر خفا ہو گئے۔ تیلی والا دھوکا دیتا ہے مجھ کو، کہتا ہے کہ سنت پر عمل نہیں کرتے، سنت پر عمل نہیں کرتے اور مطلب یہ کہ ان کے پیر میں زنجیر ڈال دو بھاگ نہ جائے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ کسی کا مطلب کچھ ہو تم سنت پر عمل کر رہے ہو۔ کسی کے کہنے سے تم پر کیا اثر پڑتا ہے۔ جیسی جو نیت کرے وہ جانے، کہا: اچھا۔ اس کے بعد نکاح کرلیا۔

مولانا رشید احمد صاحب کو مجلس نبوی میں سند افتاء پر فائز دیکھتا ہوں

سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ کوّا حلال ہے۔ آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

سائیں توکل شاہ صاحب کو غصہ آگیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا اور کہا؛ کہ

"حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے متعلق تم مجھ سے پوچھتے ہو۔ میں مولانا رشید احمد کو مجلس نبوی میں مسند افتاء پر فائز دیکھتا ہوں۔"

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ لکھنے کی اجازت

حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا: کہ مجھ سے امیر شاہ صاحب نے بتلایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مسجد نبوی میں منبر پر کھڑا کیا اور مجھ سے ایک سو مسائل دریافت فرمائے جن کا جواب میں نے فقہ حنفی کے موافق دیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان فرما کر مجھے فتویٰ لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (یہ واقعہ خواب کا ہے) ممکن ہے۔ سائیں توکل شاہ صاحب پر یہ چیز منکشف ہوئی ہو۔

مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کو دیکھ کر چلتا ہے

میاں عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک آیت کا مطلب پوچھا تو فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ لیکن اس آیت کا مطلب میرے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ قیامت کو ایسے ہوجائیں گے کہ جیسے دھنی ہوئی اون "وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ" تم اس کا مطلب مولانا رشید احمد صاحب سے پوچھو سائل نے کہا۔ کیا مولانا اس کا مطلب جانتے ہیں۔ تو میاں صاحب نے جواب دیا کہ مولانا رشید احمد کا قلم عرش کو دیکھ کر چلتا ہے۔ یہ سب ذکر اور اس پر مداومت کے اثرات و ثمرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

◆ ◆ ◆

اکابر کا علمی دینی ذوق

اس بیان میں

☆......حضرات اکابر علماء دیوبند پر دینی ذوق غالب تھا۔
☆...... ہر ہر معاملہ میں اتباع سنت کا غلبہ تھا۔
☆......خلاف سنت کوئی چیز گوارا نہیں تھی۔

....

اکابر کا علمی دینی ذوق

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

دہلی میں ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک صاحب کو اپنے پاس رکھ کر تربیت کی ذکر وشغل کی تعلیم دی۔ جب دیکھا کہ پختہ ہو گئے تو ان کو بھیجا کہ ملتان جاؤ۔ دین کی تبلیغ کرنے کیلئے۔ وہ چلے، ان کی جوانی کا جوش۔ گرم خون۔ طبیعت میں بڑا ولولہ۔ چلتے چلتے پانی پت پہنچے۔ پیدل کا راستہ ویسے ہی تھا۔ پانی پت میں ایک جوگی تھا۔ آس پاس کوئی مسلمان گذرتا تو اسکے اوپر حملہ کرتا۔ قلب پر حملہ کرتا۔ ایمان پر حملہ کرتا۔ اور بہت صاحب تصرف تھا۔ جب یہ پانی پت کے قریب پہنچے۔ اسکو پتہ چلا اس نے تو پہلے وہیں سے زور لگایا مگر وہ کامیاب نہیں ہوا پھر آیا اور آ کر ان کے سامنے کھڑا ہوا۔ پوچھا: تو کون ہے؟ کہاں جاتا ہے؟ کیا کہتا ہے۔ انہوں نے کہا: میں مسلمان ہوں۔ میں ملتان جاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یہ کہہ کر جوگی کے قلب پر ضرب لگائی۔ ایک ہی ضرب لگی تھی کہ وہ باولہ ہوگیا۔ دماغ خراب ہوگیا بھاگا وہاں سے جو شخص ملتا اس کو کہتا کہ دیکھو ادھر مت جانا ادھر کو مت جانا۔ ادھر کو ایک مسلمان ملتان جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے "لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ" وہ یہ کہتا ہے اسکی مت سننا۔ تو جو آیا تھا انکے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے کیلئے ایمان چھیننے کیلئے۔ انہوں نے اسی کو آلۂ کار بنایا۔ اسی کے ذریعہ سے کلمہ پھیلایا۔ ادھر جناب انکے شیخ جو دہلی میں تھے انکو اس کا ادراک ہوا کہ راستہ میں ایسا ہو رہا ہے۔ انکو اس سے گرانی ہوئی۔ گرانی ہوئی تو ادھر سے انکو (مرید کو) اس کا احساس ہوا کہ پاور ہاؤس سے کرنٹ نہیں آرہا ہے۔ جیسے کرنٹ آتا ہے اس سے طاقت پیدا ہوتی ہے اب وہ کرنٹ

نہیں آرہا ہے۔ بجائے آگے جانے کے پیچھے لوٹے۔ ان کے شیخ نے ڈانٹا کہ تم کو ملتان تبلیغ کرنے کیلئے بھیجا تھا راستہ کی تبلیغ کیلئے تو نہیں بھیجا تھا پھر ایک چلہ اور کرایا اسکے بعد تاکید کر کے بھیجا کہ تبلیغ کیلئے ملتان جاؤ۔ وہ ملتان گئے۔ وہاں اسّی ہزار آدمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ پہلے یہ تھا کہ جو طاقت بھی مسلمان کو دی جاتی تھی مسلمان سمجھتا تھا کہ دین کی خاطر یہ طاقت دی گئی ہے۔ جسمانی طاقت ہو مادّی، دماغی طاقت ہو، ذہن کی قلبی طاقت ہو، روحانیت کی، مال و دولت کی طاقت ہو، عزت و جاہت کی طاقت ہو۔ ہر چیز کو یہ سمجھتا تھا کہ دین کی خاطر مجھے ملی ہے اور یہ بھی ساری چیزیں دین کے واسطے۔ اسی لئے دی گئی ہیں۔ یہ دنیا عیش پرستی کیلئے تو نہیں ہے۔ یہ تو دین کی خدمت کرنے کیلئے ہے۔ عیش کا زمانہ تو اس کے بعد آئے گا اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد۔ آج ہم نے خداوند تعالیٰ کی ان سب نعمتوں کو سمجھ لیا کہ ہمارے نفس کے واسطے ہیں۔ لہٰذا ہم عیش کے لائق ہیں اور ہمارے جو فرائض تھے وہ ختم ہو گئے۔ اپنے فرائض ترک کر دیئے۔ خدا کی نعمتیں جو بطور انعام کے تھیں بطور امانت کے تھیں تا کہ انکے فرائض کے انجام دینے میں دشواری پیش نہ آئے وہ ساری استعمال کر رہے ہیں اور جو اصل کام تھا اس کو ختم کر دیا۔ بس اس واسطے ضرورت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے جو شخص جہاں بھی ہے جس جگہ بھی ہے۔ ہر شخص کو ہر وقت میں اسکے شائع کرنے اور پھیلانے کا موقع ہے۔ اپنے بیوی بچوں میں، اعزہ اقرباء کو، دوست احباب کو، ہر بات میں دین سکھاتا رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تلبینہ بھیجا

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ ایک مرتبہ سہارنپور

تشریف لائے علاج کے سلسلہ میں۔ حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے تلبینہ تیار کرایا (تلبینہ کھانے کی ایک قسم ہے) اور تیار کرا کے حضرت کی خدمت میں بھیجا اور ایک پرچہ بھی ساتھ رکھا کہ حضرت کے اطمینان کے لئے عرض کرتا ہوں کہ معالج سے میں نے کھانے کے اجزاءِ کی ہیئت ترکیبیہ بتا کر تحقیق کر لیا ہے، معالج نے کہا ہے کہ حضرت کے مزاج کے خلاف نہیں طبع کے خلاف نہیں۔ اور فلاں حدیث میں اس کی ترغیب وارد ہے۔ حدیث بھی لکھی۔ مقوی قلب ہے لہٰذا حضرت کی خدمت میں پیش ہے نوش فرمالیں۔ قبول فرمالیں مادی نفع بھی بتادیا اور عدم مضرت بھی ظاہر کر دیا۔ اور جتنی دین کی بات تھی کہ ترغیب آئی ہے حدیث میں وہ بھی بتادی۔ یہ اس واسطے دین کی بات نہیں بتائی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں نہیں تھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو بحر ذخار تھے علوم کے، بس اپنا جو شغل تھا رات دن کا کہ حدیث کی اشاعت ہو، دین کی بات پھیلے، چرچے میں آئے تا کہ ذہن علمی ذہن بنے ذوق علمی ذوق ہو۔ جو بات ہو بڑوں سے ہو چھوٹوں سے ہو سب علمی باتیں ہوں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پرچہ پڑھا اور اس کا جواب تحریر فرمایا:

مکتوب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

محبی و محبوبی! آپ نے جوش محبت میں اصول کی رعایت نہیں کی۔ مجھے پہلے ہی حدیث سنادی۔ اب اندیشہ مجھے یہ ہے کہ اگر مجھے کھانے کیلئے پسند نہ آئے مزہ نہ لگے تو جس چیز کی حدیث شریف میں ترغیب آئی ہے اس سے بدمزگی اور ناپسندیدگی لازم آئے گی۔ پہلے مجھے پیش کرتے میں اگر اس کو پسند کر لیتا، پھر حدیث سناتے تو زیادہ راحت ملتی۔ اب یہ ہے کہ جو چیز حدیث کی ترغیب کی ہے مجھے اگر اس میں مزہ نہ لگے تو پھر کیا ہوگا۔ (تو یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و روایات کی

اس قدر رعایت رکھنے والے تھے کہ طبعی طور پر اگر کسی چیز میں مزہ نہ لگے اور حدیث میں اس کی ترغیب آئی ہو تو یہ بھی برداشت نہیں تھا ان کو۔ان بزرگ ہستیوں کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ یہ توہین کرتے ہیں گستاخیاں کرتے ہیں حضور اقدس ﷺ کی۔غور کیجئے کہ انکے برابر حدیث کی قدر کرنے والا کوئی ملے گا) لہٰذا آپ کا تحفہ جواب کے انتظار میں رکھا ہے۔ پرچہ بھیج دیا جیسے جواب آئے۔ یہ بھی نہیں کیا کہ اس تحفہ کو واپس کر دیتے دل شکنی کا باعث ہوتا اس کی بھی رعایت کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے۔اس کو رکھ دیا۔پرچہ جواب کیلئے بھیج دیا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا:

مکتوب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بنام حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت! کھانے کا لذیذ اور غیر لذیذ ہونا یہ زیادہ تر پکانے والے کی مہارت پر موقوف ہے، جو ماہر ہوتا ہے تو معمولی چیز کو بھی لذیذ پکا دیتا ہے۔اور جو اناڑی ہوتا ہے تو عمدہ چیز بھی اسکی پکائی ہوئی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔اگر یہ مزیدار نہ ہو لذیذ نہ ہو تو اس کو محمول کیا جاوے پکانے والے کے فعل کی طرف کہ جس چیز کی ترغیب حدیث میں آئی ہے وہ انکے قابو میں آئی نہیں۔

دوسرے یہ کہ حدیث میں اس کو مفید کہا گیا ہے لذیذ نہیں کہا گیا۔تلخ دواء مفید ہوتی ہے مزیل مرض ہوتی ہے لیکن لذیذ نہیں ہوتی تیسرے یہ کہ اگر ناپسند بھی ہو تو فلاں روایت میں ہے کہ: "يَكْرَهُ الْمَرِيْض" مریض کو ناگوار گذرتی ہے اس سے تو حدیث کی اور زیادہ تقویت ہوگئی تائید ہوگئی۔اس لئے نوش فرماویں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نوش فرمایا۔اور کچھ نہیں فرمایا کہ لذیذ معلوم ہوئی یا غیر لذیذ معلوم ہوئی۔ان حضرات کا ذوق علمی ذوق تھا۔احادیث اور روایات سامنے ہیں ہر چیز میں یہ حضرات چاہتے ہے کہ حدیث پر عمل ہو کوئی چیز حدیث کے خلاف نہ ہو۔

....

اب تو میں اور تم ہی رہ گئے

ایک دفعہ کوئی چیز تھی تقسیم کے لئے کسی کو دی۔انہوں نے وہ چیز تقسیم کردی اخیر میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب میں اور تم ہی رہ گئے بس۔یہ کیا ہے؟ اب تو میں اور تم ہی رہ گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ دودھ کا پیش کیا گیا۔حضرت ابو ہرہ رضی اللہ عنہ فاقہ سے تھے ان کے جی میں آیا کہ یہ تو میرے ہی لئے کافی تھا مجھے ہی عنایت فرمادیتے اویہ مجھے ہی حکم فرمادیا: کہ سب کو پیش کروں، اور ایک ایک کو دیتے جاتے وہ جتنا پیتے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے کہ شاید اب کہہ دیں پینے کیلئے یہاں تک کہ سب کو پلا دیا۔تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو میں اور تم ہی رہ گئے۔اتنی بات میں حدیث کا اتباع ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔اسی وجہ سے ان حضرات کے علوم تازہ رہتے تھے۔

ایک سفر میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہما دونوں تھے، کسی جگہ پر پہنچ کر قیام فرمایا۔ایک صاحب جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں تھے، انہوں نے ایک گھڑی پیش کی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہدیۃً۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہدیہ قبول کرنے کے شرائط

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہدیہ قبول کرنیکے بھی بڑے شرائط تھے، جلدی سے قبول نہیں فرماتے تھے اور مستثنیات بھی تھے۔

شکّر کا واقعہ

ایک شخص لال شکر گڑ کی جو اس کے یہاں کھیت میں گنے کی بنتی تھی۔ذرا سی لے کر آیا

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی حضرت نے قبول فرمالی اور تقسیم بھی کرادی وہ ذرا ذرا سی آئی حصہ میں سب نے کھالی، اس کے بعد وہ شخص کہنے لگا:

حضرت جی! میں مرید ہونگا۔ حضرت نے فرمایا: کہ ہمارے یہاں تو یہ قانون نہیں مرید کرنے کا۔ اس نے کہا: کہ میں قانون نہیں جانتا، میں تو مرید ہوں گا۔ حضرت نے کہا: کہ بھئی! ہم اس طرح سے مرید نہیں کیا کرتے۔ اس نے کہا: کہ اچھا تو پھر میری شکر واپس کردو۔ حضرت نے فرمایا: کہ شکر تم نے اس واسطے دی تھی؟ کہنے لگا: کہ جی ہاں۔ میں نے تو اسی واسطے دی تھی۔ حضرت نے فرمایا: کہ تو نے بتایا کیوں نہیں تھا؟ کہا: کہ آپ نے پوچھا کہاں تھا۔ پوچھتے تو بتاتا۔ فرمایا: کہ اچھا کتنی تھی شکر۔ اس نے کہا کہ کتنی وتنی نہیں میں تو وہی لوں گا۔

حضرت نے اسے مرید کرلیا۔ جب سب طرف سے راستہ بند ہوگیا تو اس نے کہا کہ اجی مجھے وظیفہ بھی بتادو۔ حضرت کے یہاں یہ دونوں کام ساتھ ساتھ نہیں ہوتے تھے کہ بیعت بھی ہوجائیں اور وظیفہ بھی بتادیں۔ مگر اس کو وظیفہ بھی بتادیا، اس نے کہا: کہ اجی مجھے تبرک بھی دیدو۔ حضرت نے ایک تسبیح دی تبرک میں۔ اس نے کہا: اجی میں خدمت بھی کروں گا۔ حضرت نے پیر آگے پھیلا دیا۔ اس نے دبالیا پھر چلا گیا۔ حضرت نے بعد میں فرمایا: کہ بڑی پکی قسمت کا تھا اپنی ساری ضدیں پوری کرگیا اور جہاں کہیں ردوقدح ہوتا تھا وہاں یہ بھی ہوتا تھا۔

ککڑی کا واقعہ

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے کھیت سے ایک ککڑی لاکر پیش کی۔ حضرت نے فرمایا تم نے اس ککڑی کو پیش کرنے سے پہلے پیش کرنے کی اجازت مجھ سے کیوں طلب نہیں کی؟ اس نے کہا: کہ غلطی ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی سزا تجویز کرو۔ اس نے کہا:

حضرت جو سزا تجویز فرماویں۔فرمایا کہ اچھا دیکھو وہ اعلان لگا ہوا ہے اس میں ہدیہ پیش کرنے کا قانون ہے۔اس کو پڑھو اور پڑھنے کے بعد آ کر مجھ سے اجازت طلب کرو ککڑی پیش کرنے کی جب میں اجازت دوں تب پیش کرو۔اس نے کہا کہ وہ اعلان تو میں نے پہلے ہی پڑھ لیا تھا۔فرمایا کہ تم نے اور تکلیف پہنچائی۔اس نے کہا کہ غلطی ہوگئی۔حضرت نے فرمایا کہ اچھا ککڑی اٹھاؤ۔اپنے کھیت پر جاؤ۔کھیت سے پھر آؤ۔پھر اس اعلان کو پڑھو۔پڑھ کر مجھ سے اجازت طلب کرو پھر پیش کرو۔اس نے کہا اجی حضرت جی میں کھیت میں جاتا پھروں گا۔حضرت نے فرمایا کہ تم نے اور تکلیف پہنچائی۔اس نے کہا کہ غلطی ہوگئی۔حضرت نے فرمایا کہ ککڑی اٹھاؤ اور چلے جاؤ اور آئندہ مت آنا۔بس وہ اپنی ککڑی اٹھا کر السلام علیکم کہہ کر چلدیا۔حضرت نے کہا وعلیکم السلام اور جو ہدیہ دینے والے ہوتے تھے وہ بھی عجیب عجیب حرکتیں کرتے تھے۔

بالوشاہی کی تین مٹکیاں

ایک صاحب مہمان آئے۔اس زمانہ میں اسٹیشن تھانہ بھون کا نہیں تھا جلال آباد کا تھا۔ایک مزدور کے سر پر تین مٹکیاں لے کر آئے اور خانقاہ کے دروازہ پر پہنچ کر اس کے پیسے دے رہے تھے۔پیسے دینے میں گڑبڑی ہوگئی۔وہ کچھ زیادہ مانگتا ہے یہ کچھ کم دیتے ہیں۔بہرحال وہ تو نمٹ گیا۔ادھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی دروازے پر پہونچ گئے۔سلام و مصافحہ کیا اور مٹکیاں پیش کیں۔حضرت نے پوچھا کہ یہ کیا؟ کہا کہ بالوشاہی ہے۔ہدیہ ہے آپ کی خدمت میں۔فرمایا کہ تم نے اجازت مانگی تھی؟ کہا کہ جی ہاں۔فرمایا کہ خط دکھلاؤ۔خط دکھلایا اس میں لکھا تھا کہ میرے یہاں بالوشاہی بہت لذیذ ہوتی ہے۔مجھے اجازت دیجئے خدمت میں لانے کے لئے۔حضرت نے فرمایا کہ اجازت ہے صرف تین عدد لانے کی۔حضرت نے فرمایا کہ اس میں تین عدد لکھی ہے کہا کہ بس تین ہی ہیں اس نے باقاعدہ حلوائی سے بنوائی ہے ایک

ایک بالوشاہی ایک ایک مٹکے کی۔اس نے کہا کہ حضرت میرا جی چاہتا ہے کہ میں زیادہ لاؤں مگر حضرت نے پابندی عائد کردی تو اس کی اس کے سوا کیا صورت ہو سکتی تھی۔جتنی حضرت گرفت کرتے تھے ہوشیار لوگ اس گرفت سے بچ کر نکلنا چاہتے تھے۔

تین سطریں ناک کی برابر

ایک صاحب عالم آدمی لمبے لمبے خطوط لکھتے تھے۔اصلاحی خطوط ہوتے تھے۔ حضرت نے لمبے خطوط لکھنے کو منع فرمایا اور فرمایا کہ ایک خط تین سطر سے زائد مت لکھو۔اچھی بات ہے۔اب کے جو لفافہ بھیجا ہے لمبا کاغذ لے کر اور اس کی پوری لمبائی میں تین سطریں لکھی تھیں۔حضرت نے فرمایا یہ دیکھئے۔یہ انھوں نے میری تحریر کا حاصل نکالا ہے۔حضرت نے اس کو پڑھا نہیں اور لکھ دیا کہ تین سطریں لکھو ناپ کر ناک کی برابر۔حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ حضرت! یہ بھی لکھ دیجئے ٹانگ کے برابر نہیں۔میں نے کہا یہ بھی غنیمت ہے یہ نہیں لکھا کہ کس کی ناک کے برابر؟ اگر ہاتھی کی ناک کے برابر لکھدے تو اور زیادہ بات بڑھے گی۔اس قسم کی چیزیں چلتی رہتی تھیں۔مگر اس سب کے ساتھ حضرت کے یہاں کچھ مستثنیات بھی ہوتے تھے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تھانہ بھون حاضری

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضرت پہلی مرتبہ آپ تھانہ بھون گئے تھے تو کیا صورت پیش آئی تھی۔فرمایا میں گیا ہوں رات کو گاڑی پہنچی اور میں اپنا بستر سر پر رکھ کر جلال آباد سے وہاں تک پہنچا۔پوچھ پاچھ کر کہ خانقاہ کا دروازہ کدھر ہے کھٹکھٹایا۔ خانقاہ کا ملازم آیا۔اس نے کواڑ تو کھولے نہیں،کواڑ کے آڑ میں کو پوچھا کون؟ میں نے کہا حسین احمدؒ۔کہا یہاں دروازہ بند ہونے کے بعد کھلنے کا قانون نہیں۔سوچا اب کہاں جاؤں۔کسی سے

جان پہچان نہیں۔آخر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکان پوچھ کر وہاں جا کر دروازہ کے سامنے بستر بچھا کر لیٹ گیا۔صبح ہوئی۔بستر لپیٹا۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔دروازہ کھولا۔حضرت نے فرمایا کون؟ عرض کیا حسین احمد۔فرمایا ہائیں۔تم یہاں اس وقت کیسے؟ فرمایا کہ حضرت کا قانون کسی غریب کو خانقاہ میں داخلہ کی اجازت دیتا ہے وہاں غریبوں کے لئے دروازہ نہیں کھلتا ہے۔یہ صورت پیش آئی۔بس حضرت خانقاہ اپنے ساتھ لے گئے اور پہلا کام یہ کیا کہ اپنے خادموں سے جا کر کہا کہ دیکھو یہ مستثنیٰ ہیں۔جب آئیں ان کے لئے دروازہ کھول دینا۔اس لئے مستثنیات بھی ہوتے تھے اور جو بغیر استثناء کے ہو اس کے ساتھ میں معاملہ دوسرا بھی کیا جاتا تھا۔

سفارش کرنے والے کا سامان بھی نکلوا دیا

کسی شخص پر خفا ہو گئے تھے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاحی معاملہ میں اس کو کہدیا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے خادم سے فرمایا کہ اس کا سامان نکال دو باہر۔ایک دوسرے مہمان آئے ہوئے تھے وہ بہت پرانے تھے ان کو یہ حالت دیکھ کر ترس آیا،اس نے کہا: کہ آپ کا یہ کیا طریقہ ہے کس طرح سامان نکال کر باہر کر دیا۔خادم کو حضرت نے آواز دی اور فرمایا ان کا بھی سامان باہر نکال دو۔یہ اپنی اصلاح کے لئے آئے ہیں یا میری اصلاح کے لئے۔اس واسطے یہ قوانین چلتے تھے۔

گھڑی کے ہدیہ اور فروخت کا واقعہ

تو وہ گھڑی پیش کی حضرت نے قبول فرمالی۔دوسرے وقت تنہائی میں جب کوئی اور نہیں تھا حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے: اگر یہ گھڑی آپ کی ضرورت سے زائد ہو تو مجھے دیدیجئے میں اس کو خرید لیتا ہوں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خریدنے کی کیا بات ہے؟ میں بھی آپ کا گھڑی بھی آپ کی پیش خدمت ہے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ میں خریدنے کی ابتدا کر چکا ہوں۔ اس لئے اب اس کے ہدیہ ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ ورنہ تو یہ حسن طلب سمجھا جائے گا اگر آپ از خود پہلے ہدیہ دیتے تو دوسری بات تھی۔ اب تو میں خریدنے کی ابتدا کر چکا ہوں۔ تھوڑے سے ردوقدح کے بعد میں معاملہ ہوگیا۔ فروخت کر دی۔ انہوں نے خرید لی۔ رکھ لی۔ بات چھپی نہیں رہتی۔ ہوا ہی لے جا کر پہنچا دیتی ہے۔ آج کل تو ریڈیو میں ہوائیں پہنچاتی ہیں اس پر بھی پہنچ گئی۔ ان کو قلق ہوا کہ میں روپیہ بھی پیش کر سکتا تھا۔ میرا مقصود یہ تھا کہ حضرت گھڑی کو اپنے استعمال میں رکھیں۔ حضرت کو بھی ان کی دلداری منظور تھی۔ حضرت تک خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت وہ گھڑی واپس فرما دیں۔ مجھے واپس دیدیں۔ فرمایا: کیوں؟ کیا خیار شرط تھا؟ فرمایا کہ خیار شرط تو نہیں تھا، مگر مہدی کو اس سے بہت ہی گرانی ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا یہ شرط تھی کہ اگر مہدی کو گرانی ہوگی تو واپس کر دی جائے گی کہا کہ شرط تو یہ بھی نہیں تھی۔ بیع تو مکمل ہوگئی تھی پھر عرض کیا کہ حضرت اقالہ فرمالیں۔ فرمایا کہ اقالہ کے لئے تراضئ طرفین شرط ہے میں تو رضامند نہیں اقالہ کے لئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ میرے بڑے ہیں میں چھوٹا ہوں۔ بڑے چھوٹوں کی خاطر رضامند ہوجایا کرتے ہیں۔ آپ بھی رضامند ہوجائیے۔ اس میں کیا بات ہے یعنی قانون تو ہوگیا ختم۔ ضابطہ کی اب کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ اب تو رابطہ کی بات ہے رابطہ سے کام لینا شروع کیا۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں ضرور واپس کر دیتا لیکن بات دوسری ہے وہ یہ کہ گھڑی میں نے اپنے لئے نہیں خریدی میرے ایک دوست نے مجھے وکیل بنایا تھا اور کہا تھا کہ میرے لئے ایک گھڑی خرید لینا میں اس کی نیت سے خرید چکا ہوں یہ گھڑی اس کی ہوگئی۔ اس نے مجھے وکیل بالشراء بنایا تھا۔ وکیل بالبیع نہیں بنایا تھا۔ یہ نہیں کہا تھا کہ میری گھڑی بیچ دیجئے گا۔ وکیل کے جو حقوق ہوتے ہیں تصرف کے وہ موکل کے اعطاء تک محدود رہتے ہیں

موکل نے مجھے اتنا ہی حق دیا تھا کہ اس کے لئے گھڑی خرید لوں۔ یہ حق نہیں دیا تھا کہ اس کے لئے بیع بھی کر دوں۔ بات ختم ہوگئی اب آگے کچھ نہیں۔ دوسرے روز مجلس میں جب وہ صاحب بھی آئے جنہوں نے گھڑی ہدیہ کی تھی۔ اس وقت حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے گھڑی نکال کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھدی لیجئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے تو فرمایا تھا کہ گھڑی میں نے اپنے لئے نہیں لی۔ دوسرے کے لئے خریدی ہے، اس نے مجھے وکیل بالشراء بنایا تھا وکیل بالبیع نہیں بنایا تھا۔ واپس کرنے کا حق مجھے نہیں۔ فرمایا کہ بات اسی طرح ہے اس میں کوئی توریہ نہیں لیکن مجھے ان پر اعتماد ہے میں ان سے کہونگا کہ میں نے آپ کے لئے گھڑی خریدی تھی اور پھر میں نے اس کو فروخت کر دیا۔ یا واپس کر دی تو ان کو اس سے گرانی نہیں ہوگی۔

غرض کہ ان کے یہاں باتیں ہوتی تھیں تو باتیں بھی علمی ہوتی تھیں۔ جن مسائل نکلتے تھے۔ سننے والوں کو بھی فائدہ پہنچتا تھا اس واقعہ سے بہت سے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ ہدیہ دینے کا خاص ادب بھی معلوم ہوا کہ دینے کے بعد گرانی نہیں ہونی چاہئے بلکہ جس کو دیا ہے اس کو پورا اختیار رہے جو چاہے تصرف کرے۔

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تعظیماً کھڑے ہونے کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے تھے سہارنپور۔ وہ زمانہ مجلس احرار و مسلم لیگ کی سیاسی کش مکش کا تھا۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ رئیس الاحرار بھی آئے ہوئے تھے۔ ایک صاحب حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم جو بھٹ کے رہنے والے تھے وہ مسلم لیگ کے آدمی تھے وہ آئے ان کی وجہ سے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

کھڑے ہوئے تعظیم کے لئے۔ شیخ بھی کھڑے ہوئے اس وقت چلتے پھرتے تھے خوب۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ نہیں کیا۔ مصافحہ کرنے کے لئے۔ بلکہ جو بات کرنی تھی دو تین منٹ میں حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بات کر کے وہ چلے گئے۔

دو حدیثوں میں تعارض اور اس کا حل

جب وہ چلے گئے تب مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: احساس ہو رہا ہے کہ میں نے غلطی کی۔ مجھے بھی کھڑا ہونا چاہئے تھا جب اتنے بڑے بڑے بزرگ کھڑے ہو گئے تو مجھے بھی کھڑا ہونا چاہئے تھا مگر بیہقی کی روایت میں ہے کہ جو شخص کسی مالدار کے سامنے جھکتا ہے تواضع کرتا ہے تو اس کا ایک تہائی دین برباد ہو جاتا ہے اس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اجی دوسری روایت بھی ہے جس میں ہے: "اِذَا جَاءَ کُمْ کَرِیمُ قَومٍ فَاَکْرِمُوہ۔" [جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے اس کا اکرام کرو۔] اکرام کرنے کا بھی حکم ہے جب کوئی قوم کا کریم آئے تو اس کا اکرام بھی کرنا چاہئے۔ تو کہا حضرت! یہ تو دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا۔ یہ تعارض کیسے دفع ہوگا؟ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ ہاں جی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت آپ بیان فرمائیں۔ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ بیان فرمائیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اچھا حضرت میں کہوں گا اس شرط پر کہ حضرت اس پر پورہ تبصرہ کریں۔ پوری تنقید کریں۔ یہ نہیں کہ حضرت ٹھیک ہے حضرت ٹھیک ہے۔ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب وہ بات ٹھیک ہوگی تو پھر تو یہی کہوں گا کہ حضرت ٹھیک ہے۔ حضرت ٹھیک ہے۔ یہ تو کہنے سے رہا کہ حضرت نے جو فرمایا وہ ٹھیک نہیں ہے۔ تب شیخ نے فرمایا کہ بیہقی کی روایت میں ہے "مَنْ تواضع لغنی لغنائه ذهب ثلثا دینه" [جو شخص کسی مالدار کیلئے تواضع اختیار کرے، اسکے مال کی وجہ سے اس کا دو تہائی دین جاتا رہے گا۔] تواضع کا تعلق قلب سے ہے۔ قلب تو صرف اللہ کے سامنے جھکنے کیلئے ہے کسی مالدار کے سامنے جھکنے کیلئے نہیں بنایا گیا ہے۔ اکرام کا تعلق ظاہری معاملہ

سے ہے ظاہری معاملہ کرنا اور چیز ہے قلب کا جھکنا اور چیز ہے۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت جب دو بظاہر متعارض حدیثوں میں تطبیق سمجھ میں آتی ہے۔ تو اتنی مسرت ہوتی ہے کہ کسی چیز میں اتنی مسرت نہیں ہوتی۔ یہ علمی نظر کی بات ہے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے بات چیت کرنے ہر جگہ میں علمی بات ہوتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے طریقہ پر ہوتی تھی تاکہ حضور اقدس ﷺ کی مبارک زندگی ہمیں مستحضر رہے۔ اور یہ تصور ذہن سے غائب نہ ہونے پائے کہ میں آزاد ہوں۔ بلکہ ہم اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ اپنی زندگیوں کو حضور اقدس ﷺ کی مبارک زندگی کے تابع کریں ان کا اتباع کریں۔ اس لئے پیدا ہوئے ہیں۔

مشائخ کی صحبت سے ان کا ذوق حاصل کیا جاتا ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ مشائخ اور بزرگوں کے پاس رہ کر کیا چیز حاصل کی جاتی ہے علم حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ ذوق حاصل کیا جاتا ہے۔ کہ ان کا ذوق کیا ہے؟ اس ذوق کو حاصل کرنے کے لئے صحبت کو اختیار کیا جاتا ہے۔

اہل علم کا غیر عالم سے بیعت ہونے کا مقصد

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل علم جب غیر عالم کے ہاتھ پر بیعت ہوتے ہیں، تو مقصود یہ نہیں ہوتا کہ ان سے مسائل دریافت کریں بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو مسائل کتابوں میں اساتذہ سے پڑھے تھے نفس کی کاہلی اور سستی کی وجہ سے ان پر عمل نہیں ہوتا تھا صاحب نسبت بزرگ سے تعلق قائم کرنے کے بعد ان پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میلاد کی شرکت سے معذرت

جب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حجاز گئے اور حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

مہمان ہوئے وہاں اسی زمانہ میں حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعوت آئی مجلس میلاد کی۔ انہوں نے منظور کی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کہ مولانا! آپ چلیں گے؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر دی کہ میں نہیں جاتا اور بہت اچھے الفاظ میں معذرت پیش کی کہ حضرت ہم ہندوستان میں اس سے منع کرتے ہیں وہاں خرافات بہت ہوتے ہیں۔ یہاں خرافات نہیں ہوتے۔ خرافات ہونے اور نہ ہونے کو تو کوئی دیکھے گا نہیں، بات ہندوستان میں پہنچے گی۔ بس وہاں یہی کہیں گے کہ یہاں فتویٰ ناجائز ہونے کا دیتے تھے وہاں پیر کے ساتھ جا کر شرکت بھی کر پائے۔ اس واسطے میں تو معذرت چاہتا ہوں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو فرمایا مولانا! اگر آپ میرے کہنے پر چلتے تو مجھے اس سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی آپ کے اس انکار سے خوشی ہوئی۔ اور جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گئے مجلس میں تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم چپکے سے گئے اور وہاں سے آ کر عرض کیا: کہ اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس کو دیکھتے تو اس کو منع ہی نہ کرتے۔ وہاں تھا ہی کچھ نہیں۔

اصل مسئلہ میں اصولی اختلاف

حکیم الامت حضرت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اصل مسئلہ ایک اور ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مختلف فیہا ہے اصولی حیثیت سے اگر کوئی چیز مندوب و مستحب ہو اور اس کے اندر منکرات شامل ہو جائیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا استحباب ہی ختم ہو جاتا ہے۔ وہ چیز منکر اور مکروہ ہو جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا استحباب جوں کا توں باقی رہتا ہے البتہ منکر کو زائل کرنے کی ضرورت ہے تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اختیار کرتے تھے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو۔ کہ ان چیزوں میں

منکرات ایسے شامل ہو گئے کہ ان سے چھٹکارا دشوار ہے لہٰذا استحباب ہی ختم ہو گیا۔ اور ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اختیار کرتے تھے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو کہ منکرات کے باوجود اس کو مستحب قرار دیتے تھے اور منکرات کو منع کر دیتے تھے اسی وجہ سے کتابوں میں مسئلہ لکھا ہے کہ اصل ان امور کی درست ہے۔ تقییدات زوائد یہ غلط ہیں۔ مگر ان سے چھٹکارہ ہوتا نہیں۔ اس میں مبتلا ہو کر رہتا ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ترک ملازمت کی ممانعت

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: کہ ایک زمانہ میں میرے بڑے بھائی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ڈاک کا جواب لکھتے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھاولپور میں تھے وہاں سے انہوں نے لکھا کہ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ میں ملازمت چھوڑ دوں اور اپنے گھر آ کر بیٹھ جاؤں۔ یکسوئی اختیار کروں۔ تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے منع کرایا۔ میرے بھائی نے کہا کہ حضرت کیوں منع کرتے ہیں ان کو نفع ہوگا۔ فائدہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ جب فائدہ ہوگا تو پوچھنے کے نہیں۔ بلکہ چھوڑ کے آ بیٹھیں گے۔ یہ پوچھنا خود بتا رہا ہے کہ ابھی یکسوئی سے فائدہ نہیں ہوگا۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ترک ملازمت سے متعلق

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تھا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ملازمت تو کل کے خلاف ہے چھوڑ دوں کیا؟ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جب پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آوے تو چھوڑ دینا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی کہ پوچھنا دلیل

سے تذبذب کی اور تذبذب دلیل ہے توکل تام نہ ہونے کی۔ بہرحال مقصد یہ ہے کہ ان حضرات اکابر کا مزاج دینی مزاج تھا۔ علمی مزاج تھا۔ ہر ہر چیز میں اتباع سنت کا لحاظ ہوتا تھا۔

اللہ پاک ہم سب کو سنت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وأخِرُ دَعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ماہ مبارک اور قبولیت دعاء

اس بیان میں

☆......ماہِ مبارک کے فضائل۔

☆......قبولیت دعا کی صورتیں۔

☆......قبولیت دعا کی شرائط۔

....

ماہ مبارک اور قبولیت دعاء

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

یہ مبارک مہینہ اللہ کے بڑے انعامات کا مہینہ ہے۔ بڑی نعمتیں ملتی ہیں بڑی مغفرتیں ہوتی ہیں۔ بڑی رحمتیں برستی ہیں، آدمی کو وہ کچھ ملتا ہے جہاں تک اس کا ذہن نہیں جا سکتا۔ انسان مخلوق ہے ممکن ہے، ضعیف ہے: "خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا" (سورۃ النساء:۲۸) [انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔] (آسان ترجمہ) اسکی ہر چیز اور سمجھ بھی ضعیف ہے اپنی حیثیت تک اسکی سمجھ ہے۔ اس کی حیثیت سے آگے اس کی سمجھ کہاں جائے۔ دہلی کی جامع مسجد کو کسی بیچارہ گاؤں کے آدمی نے دیکھا۔ سب جگہ پر اور گھوم کر کہنے لگا کہ بہت بڑی مسجد ہے اس پر تو کوئی خرچ ہو گئے ہوں گے دو سو روپیہ تعمیر کرنے پر۔ بیچارہ کے نزدیک دو سو روپے ہی بہت تھے۔

قبولیت دعا کی تشریح

اسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کی تشریح میں بیان کرتے ہیں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ جو دعا مانگی تھی بالکل اسی طرح سے وہ پوری ہوگئی اور جلدی پوری ہوگئی۔ لوگ اسے تو سمجھتے ہیں کہ ہاں دعا قبول ہوگئی کبھی اتنی جلدی دعا قبول ہو جاتی ہے کہ آدمی سوچتا ہے کہ میں نے کیوں دعا کی تھی۔

مکہ مکرمہ جلد واپسی کی دعا

ایک دفعہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جانا تھا۔ ٹیکسی کرایہ کی۔ چلدیئے بیٹھ کر اس میں۔ حرم شریف کو دیکھ کر دعا کی۔ یا اللہ جلدی واپسی ہو یہاں تھوڑی دور چلے تھے۔ اس کو تیل لینا

تھا۔ تیل لینے کی جگہ پر وہ ٹھہرا موٹر والا۔ پیسے مانگے اس نے سواریوں سے۔ ایک ترکی تھا اس نے پیسے نہیں دیے۔ اس نے کہا کہ میں تو دے چکا۔ اس نے ورقہ دکھلایا اپنا جو سرکاری ملتا تھا۔ حالانکہ اس نے بھی کچھ محصول دیا تھا جو ورقہ تھا اس سواری کا نہیں تھا۔ یہ عربی میں کہے وہ ترکی میں کہے۔ نہ یہ اس کی سمجھے، وہ نہ اسکی سمجھے۔ دونوں کو غصہ آرہا آخر اس نے اس کا بستر گاڑی میں سے اتار کر پھینک دیا نیچے کو۔ اور چلا مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ ایک سواری کم ہوگئی۔ ایک سواری لینی تھی اور دعا میں یہ درخواست کی تھی جتنی جلدی واپس ہو۔

مدینہ طیبہ جلد واپسی کی دعا

پھر جب مدینہ طیبہ سے فارغ ہو کر جدہ آئے۔ جدہ سے جہاز میں سوار ہوئے اس وقت اندر کے جو ملازمین تھے وہ پریشان ہیں۔ ادھر جارہے ہیں ادھر جارہے ہیں۔ پھر اعلان کیا کہ جہاز میں کچھ کمزوری ہے خامی ہے۔ ہم جدہ ہی واپس جارہے ہیں۔ میں دیکھوں کہ میں نے یوں تھوڑی ہی کہا تھا۔

قبولیت دعا کی صورتیں

حدیث میں آیا ہے کہ بعضے وقت ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے ملائکہ کو کہ جو کچھ بندہ مانگے وہی دو چاہے ٹھیک مانگے چاہے بے ٹھیک مانگے۔ الٹی مانگے۔ جیسی مانگے ویسی ہی مل جائے۔ اس لئے زبان کو ذرا دیکھ بھال کر استعمال کرنا چاہئے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو کچھ دعا کی تھی وہ تو نہیں ملی البتہ دوسری چیز مل گئی جو اس سے بہتر تھی اعلیٰ درجہ کی تھی جو ذہن میں بھی نہیں تھی وہ بھی اسی دعا کا نتیجہ ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے جو دعا کی تھی وہ تو نہیں ملی نہ اس جیسی دوسری چیز ملی البتہ کوئی مصیبت آنے والی تھی اس کی غلطیوں کی وجہ سے وہ مصیبت ٹل گئی۔ وہ بھی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اس کی دعا کا کوئی اثر ظاہر نہیں

ہوا۔ پھر وہاں قیامت میں اس کو کہا جائے گا کہ تم نے فلاں فلاں دعا کی تھی جس کی قبولیت کا تم نے کوئی اثر نہیں دیکھا تھا ان کا بدلہ یہ ہے۔ ایسی بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی کہ آدمی کا اس کی طرف ذہن بھی نہیں پہنچا تھا۔ تب یہ کہے گا کہ کیا اچھا ہوتا کہ میری دعا دنیا میں کوئی سی بھی قبول نہیں ہوئی ہوتی تا کہ اس کا بدلہ یہاں ملتا۔ یہ تو بہت بڑھیا ہے۔ تو یہ دارِ دنیا دارِ فانی ہے۔ یہاں انسان کے ذہن کی پرواز یہ بھی فانی۔ دل کی خواہش یہ بھی فانی۔ جو چیز مانگتا ہے دارِ فانی میں فانی چیز مانگتا ہے۔ فنا ہونے والی چیز مانگتا ہے جو باقی رہنے والی ہے وہاں تک ذہن پہنچتا نہیں اس کا۔ اور حق تعالیٰ جب دینے پہ آتے ہیں تو اپنی شان عالی کے مطابق دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بندہ نے دو پیسے مانگے تو دو ہی دیں، وہ بیشمار خزانے عطا فرما دیتے ہیں۔ اس واسطے آدمی کا ذہن وہاں تک نہیں جاتا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں ہے۔

ماہِ مبارک کی برکات

تو یہ رمضان کا مہینہ بہت بڑا نعمتوں کا مہینہ ہے۔ بڑے بڑے انعام آتے ہیں۔ ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ شب قدر اس میں بڑی شاندار رات ہے۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کی عادت ڈال لی جائے تو اس کا اثر انشاء اللہ سال بھر تک رہے گا۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو شراب پیتے ہیں رمضان کے احترام میں شراب چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ عادت بالکل ہی چھڑا دیتے ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ نماز نہیں پڑھتے لیکن رمضان میں نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رمضان کی برکت سے سارے سال ان کو توفیق دیتے ہیں۔ تو جو خراب خصلتیں آدمی کے اندر موجود ہیں اللہ اس کو چھڑا دیتے ہیں۔ اس مہینے کی برکت سے۔

اس مہینے میں اللہ پاک نے قرآن پاک نازل فرمایا جو اس کی بے شمار نعمتوں کا خزانہ ہے۔ دعا کرنی چاہئے کہ جو گناہ ہمارے علم میں ہیں اور جو ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ تیرے علم میں ہیں اے اللہ ان سب کو چھڑا دے۔ اللہ تعالیٰ چھڑا دیتے ہیں۔ دعا قبول ہو جاتی ہے اور اگر دنیا

میں وہ غفلتیں نہ چھوٹیں تو بہر حال دعا کا اجر و ثواب تو کہیں گیا ہی نہیں وہ ضرور مل کر رہے گا۔

قبولیت دعا کے شرائط

مگر بھئی! دعا کے واسطے بھی شرائط ہیں۔ جیسے مثلاً نماز ہے عبادت ہے۔ اس کے بھی شرائط ہیں۔ کیا؟ جگہ پاک ہو، کپڑے پاک ہوں۔ بدن پاک ہو۔ قبلہ کی طرف رخ ہو۔ یہ سب شرائط ہیں اس کے، ان شرائط کو ترک کر کے کوئی شخص نماز پڑھنے لگے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ اس کا جواب نہیں اور اگر استخفافاً شرائط کو ترک کر دیا ہے تو عجب نہیں کہ مفتی صاحب کچھ اور فتویٰ دیں گے اس کے اوپر۔ کہ اسلام سے ہی خارج ہو گیا۔ بڑی خطرناک بات ہے۔ اس واسطے دعا کیلئے بھی شرائط ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غافل قلب کی دعا قبول نہیں کرتے۔ زبان سے تو کچھ نکل رہا ہے دل متوجہ ہی نہیں دعا کی طرف۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں دیکھا کہ ایک شخص دن بھر بیت اللہ شریف کے غلاف سے لپٹا ہوا ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا رہا مگر ایک آن کو بھی اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اس کے برخلاف ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے منیٰ میں بیٹھ کر تجارت کی۔ بڑا نفع کمایا اور ایک آن کو بھی اس کا قلب اللہ سے غافل نہیں ہوا۔ "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ" [وہ لوگ جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔] یہ تو قرآن پاک میں بھی موجود ہے لہٰذا جو شخص زبان سے دعا کرتا ہے اور دل میں اس کے نہیں ہے۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ جو شخص پاگل ہے زبان سے کچھ کچھ کہتا رہتا ہے گالیاں بھی دیتا ہے۔ آپ کی تعریف بھی کرتا ہے توجہ ہی نہیں کرتا کوئی اس کی طرف۔ اس واسطے کہ وہ اپنے دل سے تھوڑی ہی کہہ رہا ہے۔ لان المجنون لا عمد له مجنون کا کوئی قصد ہی نہیں ہوتا۔ اس واسطے دعا قبول نہیں ہوگی جب تک حاضر دل سے دعا نہ کی جائے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

....

قبولیت دعا کیلئے حلال روزی بھی ضروری ہے

دعا کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حلال روزی کھائے۔حدیث پاک میں ہے کہ کوئی شخص بحالت سفر غبار آلود بکھرے ہوئے بال والا ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: یارب! یارب! لیکن کھانا اس کا حرام، پینا اس کا حرام، لباس اس کا حرام، کمائی اس کی حرام تو ایسی حالت میں دعا قبول کہاں ہو؟ حرام مال کھانے سے بہت خراب اثرات پیدا ہوتے ہیں جو گوشت حرام مال سے بنتا ہے وہ دوزخ ہی میں جانے کے قابل ہے۔

حدیث پاک میں ہے: "کل لحم نبت من مال حرام فالنار اولیٰ بہ" [جو گوشت مال حرام سے پرورش پائے جہنم ہی اس کیلئے زیادہ لائق ہے۔] ہمارے مدارس میں ہر قسم کا مال آتا ہے۔حرام کی کثرت ہے اسی وجہ سے اچھے اثرات مرتب نہیں ہوتے، علم میں خیر و برکت نہیں، علم مورث عمل نہیں اخلاص کا درجہ تو بہت بعد کا ہے۔جو پیسہ آدمی اپنے اوپر خرچ نہ کرسکے، اپنے بیوی بچوں پر خرچ نہ کرسکے، ماں باپ کو نہ دے سکے۔ایسا حرام پیسہ مدرسہ میں لا کر دیتے ہیں دیوبند میں ایک صاحب نے ایک مرتبہ منی آرڈر بھیجا۔میرے پاس اسمیں لکھا کہ میں فلاں صاحب سے بیعت ہوں۔میرا روپیہ بینک میں جمع تھا۔وہاں سے یہ سود ملا ہے۔مجھے نفع ملا ہے اس کو بھیج رہا ہوں۔حدیث کے طلبہ پر خرچ کر دیجئے۔میں نے واپس کر دیا اور ذرا اچھی طرح سے ڈانٹا۔

"آپ کے دل میں حدیث شریف کی یہی وقعت ہے؟ لعنت کا پیسہ آپ حدیث شریف پڑھنے والوں کو دیتے ہیں۔کوئی حلال پیسہ آپ کی کمائی کا نہیں ہے؟ جن سے آپ بیعت ہیں ان سے میری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہہ دینا یہ کہہ کر واپس کیا ہے؟ اس کے بعد جو کچھ آپ کی اصلاح یا میری اصلاح کے لئے کہیں اس سے مجھے بھی اطلاع کرنا۔"

اب تک خط نہیں آیا۔کوئی اطلاع نہیں کی معلوم نہیں کیا ہوا۔ہمارے یہاں کا جو پوسٹ مین تھا اس نے پوچھا کہ حضرت جی! کیوں واپس کر دیا؟ میں نے کہا کہ بھئی ایسا ہی

ناجائز سود کا پیسہ تھا۔ یہاں رکھنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ اجی کسی اور کے کام آ جاتا۔ میرے ہی کام آجاتا۔ یہ تو حال ہے۔

اکل حلال کی برکات

غرض اکل حلال بڑی عجیب دولت ہے۔ تھوڑی مقدار میں ملے حلال ملے۔ بڑی طاقت پیدا ہوتی ہے اس سے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا حال تھا؟ یہی تھا۔ کتنے کتنے روز کے فاقے ہوتے تھے وہاں۔ مگر انکے اندر طاقت بہت تھی۔ وہ گھوڑوں پر سواری کرتے تھے۔ پیدل دوڑتے تھے۔ مقابلہ کرتے تھے۔ تلواروں کا مقابلہ کرتے تھے۔ کہیں تیروں کا مقابلہ کرتے تھے اور کھانے کو دیکھو تو بہت ہی معمولی سا کھاتے تھے۔ یہ کیا چیز تھی؟ یہ کاہے کی قوت تھی یہ قوت حلال روزی کی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے کام لیا، ان کو حلال روزی عطا فرمائی۔ یہ صورت ان کی رہی۔ انہوں نے دین کی خدمت کی، دین کی حفاظت کی، دین کی اشاعت کی، خدا کے راستے میں جان کو جان نہیں سمجھا، مال کو مال نہیں سمجھا۔ شہادت کے شوق میں بڑھتے چلے گئے۔

مسلمانوں کی بہادری کی وجہ

ابھی اسی سفر کی بات ہے تذکرہ آیا ایک مجلس میں کہ یہ کیا بات ہے؟ تاریخ کی کتابوں میں دیکھو جب مسلمان لڑتے ہیں، قتال کرتے ہیں جنگ ہوتی ہے دوسرے لوگوں سے۔ جائزہ لیکر کے دیکھو تو مسلمان تعداد میں کم، جُثّہ کے اعتبار سے کمزور، ہتھیار کم، سواری انکے پاس کم، دشمن کے پاس سواری زیادہ، پہلوان قسم کے آدمی، سامان حرب کافی۔ انکے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس تو گویا کہ کچھ ہے ہی نہیں لیکن جب مقابلہ ہوتا ہے تو دیکھتے ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ مسلمان آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ دشمن پیچھے کو بھاگتا ہے۔ میدان چھوڑتے چلے جاتے ہیں۔ بھاگتے چلے جاتے ہیں، اسکی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ اوفوہ۔ اب تک تمہاری سمجھ میں اسکی وجہ نہیں آئی؟ یہ تو کھلی بات ہے مسلمان اس نیت سے نہیں لڑتا کہ میں دشمن کو قتل کر کے فتح پالوں۔ اسکے مال و

دولت پر قبضہ کرلوں۔ بلکہ وہ تو اس واسطے لڑتا ہے کہ میری جان خدا کے دین کے کام آجائے میں شہید ہو جاؤں۔ اسکا مقصود آگے بڑھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے اس لشکر کے جتھے میں جا کر اسکو شہادت مل جائے۔ وہاں پہونچنے سے شہادت مل جائے۔ وہ شہادت کو ڈھونڈ تا ڈھونڈ تا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جو مقابلہ میں دشمن لوگ ہیں ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دوسرا چاہے مر جائے میں بچ جاؤں۔ ان کو بچنے کیلئے راستہ بھاگنے میں ملتا ہے۔ میدان چھوڑ کر ان کا رخ ادھر کا ہوتا ہے ان کا رخ ادھر کا ہوتا ہے۔ اتنی سی بات ہے اگر وہ بھی یہ ٹھان لیں کہ ہمیں تو قتل ہونا ہے تو پھر نہ بھاگیں میدان سے وہ، بھاگتے تو اس واسطے ہیں کہ ان کا مقصود ہے جان کو بچانا جس کو وہ سمجھتے ہیں کہ جان اس طرح بچے گی جب میں میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤں، جان بچ جائے گی۔ یہ بات ہے جو یہ جوش مسلمان پر پیدا ہوتا ہے۔ خدا کے نام پر، خدا کے دین پر آدمی جان دیدیے یہ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اس واسطے کہ خداوند تعالیٰ کے وعدے پر اس کو اطمینان ہے۔ اس کا ایمان ہے، اور یہ حلال روزی کھاتا ہے۔ حلال روزی مقدار میں کم ہوتی ہے لیکن تاثیر اس کی زیادہ ہوتی ہے۔ آج بھی چھوٹے چھوٹے گولے اور گولیاں چل گئیں ہیں۔ دیکھنے میں تو جثہ میں بہت چھوٹی چھوٹی مگر تاثیر بہت بڑی ہے۔ خلاصہ نکال لیتے ہیں سب تباہی و بربادی اس میں جمع کر دیتے ہیں۔ اور جو مسلمان حلال روزی کھائے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔

حرام مال سے حفاظت

اگر کسی مال کے متعلق تحقیق ہو جائے کہ یہ حرام کا مال ہے تو پھر اس کو ہاتھ نہ لگانا چاہئے ان کے پاس نہ جائے آدمی۔ بلا وجہ کسی کے مال کو حرام کہنا یہ بھی غلط ہے۔ بدگمانی کرنا یہ بھی غلط ہے ہاں اگر تحقیق ہو جائے کہ یہ حرام مال ہے قلب شہادت دے رہا ہے کہ یہ حرام مال ہے تو اس سے پورے طور پر بچنا چاہئے۔ اور سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص حرام مال سے بچتا ہے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کیلئے، اللہ تعالیٰ کیا اسکو بھوکا رکھیں گے؟ یہ بات نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ

سب کو ہی روزی دینے والے ہیں اب جو شخص جس راستے سے روزی حاصل کرنے کا عادی ہوتا ہے وہی راستہ اس کے لئے مل جاتا ہے۔

کاشتکاروں کی حالت

میں اپنے یہاں ایک مرتبہ جنگل میں گیا۔ کھیتوں پر ایک کاشتکار میرے ساتھ۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب ہماری قسمت میں تو حرام مال لکھا ہوا ہے ہم کیا کریں؟ میں نے کہا کہ کیا لعنت ہے تم پر کہ حرام مال قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ صاحب دیکھئے بات یہ ہے کہ یہ کھیت میرا ہے۔ یہ میرے پڑوسی کا۔ اس میں بھی وہی گنا۔ اس میں بھی وہی گنا۔ جب گنا لینے کی ضرورت پیش آتی ہے تو میں اس کے کھیت میں سے توڑتا ہوں۔ اپنے کھیت میں سے نہیں توڑتا ہوں۔ اور اس کو جب ضرورت پیش آتی ہے تو وہ میرے کھیت میں سے توڑتا ہے اپنے کھیت میں سے نہیں توڑتا ہے۔ گنا دونوں کا ایک ہے۔ کھیت ہے چنے کا۔ ہولے بھنانے کے لئے رات کو جب چلتے ہیں کھیت سے چنے توڑنے کے لئے وہ میرے کھیت میں سے لیجاتا ہے میں اس کے کھیت میں سے لے جاتا ہوں۔ چنا ایک ہی دونوں کا ہے کیا کریں؟

اب جو انہوں نے اپنے آپ کو ایسا خوگر بنالیا، عادی بنالیا، مال حرام کھانے کا انکے واسطے کون سی حجت ہے؟ کسی کے پاس مال حلال موجود نہ ہو بھوکا مر رہا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اضطرار کی حالت میں میتہ حلال ہے لیکن یہاں تو وہ صورت نہیں۔ یہاں تو خود اپنے اختیار سے کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں۔ اپنے کو بچا کر رکھتے ہیں۔ دوسروں کا کھاتے ہیں۔ اور یہ جو عقل اوندھی ہو جاتی ہے یہ بھی حرام مال کثرت سے کھانے کی بناء پر ہوتی ہے۔ اسی کا اثر یہ ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو حلال روزی عطا فرمائے۔ حرام روزی سے حفاظت فرمائے اور دعا کی ساری شرائط کو متحقق فرما کر اخلاص نصیب فرمائے۔ قلب سے دعا نکلے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین! ◆◆◆

فساد حُبّ مال اور اس کا علاج

اس بیان میں

☆......فساد عالم کی بنیادی چیزیں۔
☆......حب مال کا فساد۔
☆......اختلاف کی نحوست
☆......قابل اعتماد چیز۔
☆......بعض کوتاہیاں۔

....

فسادِ حُبِّ مال اور اس کا علاج

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ اَمَّا بَعْدُ!

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

"مَانَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَاللّٰہُ عَبْداً بِعَفْوٍاِلَّا عِزًّا وَمَاتَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ"

[صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندہ کی عزت کو بڑھاتے ہیں، کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار نہیں کرتا مگر سربلندی عطا فرماتے ہیں۔]

تین باتیں بیان فرمائیں، خدائے پاک نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی دانش اور ایسی حکمت عطا فرمائی کہ کسی کو نہیں ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے اللہ نے بھیجا۔

فسادِ عالم کی بنیادی تین چیزیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، غور کیا کہ فساد جو دنیا میں پھیل رہا ہے اس فساد کا منشاء کیا ہے؟ بنیادی طور پر تین چیزیں سامنے آئیں۔ یہ تین چیزیں سارے عالم میں فساد کا باعث ہیں۔ بہت پریشان کن ہیں۔ باپ بیٹے میں لڑائی۔ بھائی بھائی میں لڑائی۔ ماں بیٹے میں لڑائی، بہن بھائی میں لڑائی، پڑوسیوں میں لڑائی، دوسرے رشتہ داروں سے لڑائی۔

(۱)......حب مال

ان میں سے جو پہلی چیز ہے وہ کیا ہے؟ وہ محبت مال ہے۔ دولت کی محبت جس شخص کے اندر دولت کی مال کی محبت بیٹھ جاتی ہے اس کی اصلاح بہت دشوار ہوتی ہے۔ مال کی محبت کی وجہ سے آدمی وہ حرکتیں کرتا ہے جو نہیں کرنی چاہئیں۔

سود

مثلاً مال کی محبت میں سود لیتا ہے۔ صرف محبت مال کی خاطر۔ حالانکہ سود لینے والے پر بھی حدیث شریف میں لعنت آئی ہے۔ سود دینے والے پر بھی لعنت آئی ہے۔ جو مال لعنت کے راستہ سے آئے گا اس مال سے کیا خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ وہ تو فساد ہی فساد پھیلائے گا تو مال کی محبت کی وجہ سے سود لیتا ہے آدمی۔ جو موجب لعنت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک درہم سود کا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔ کتنی خطرناک چیز ہے۔

غصب

مال کی محبت جب ہوتی ہے تو آدمی غصب کرتا ہے۔ زمین غصب کرلی، دوکان غصب کرلی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ کوئی شخص اگر ایک بالشت بھر زمین کسی کی غصب کرے گا تو قیامت کے دن ساتوں زمین کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ کتنی خطرناک چیز ہے۔

رشوت

مال کی جب محبت ہوتی ہے تو رشوت لیتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"الراشی والمرتشی کلاھما فی النار" دونوں دوزخ میں جائیں گے، رشوت لینے والا بھی، رشوت دینے والا بھی۔

مقدمہ بازی

دو بھائیوں کے اختلاف کی نحوست

مال کی جب محبت ہوتی ہے تو مورث کے انتقال پر دوسرے ورثاء کا حق نہیں دیتا ہے ان کا حق غصب کرلینا۔ دبالینا۔ نہایت خطرناک ہے، صلۂ رحمی ختم ہوکر قطع رحمی اس میں آجاتی ہے۔ کچہریاں بھری پڑی ہیں فسادات کی وجہ سے۔ اس مال کی محبت کی وجہ سے مقدمہ بازی ہوتی ہے۔ لڑائیاں ہوتی ہیں سب بات ہے اس میں اور پھر دونوں فریق کو ابھارنے والے موجود رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیکھو فلاں کام کردو۔ بس تمہاری فتح ہے مقدمہ بہت قوی ہے۔ کیس تمہارا مضبوط ہے۔ ہر وکیل اپنے مؤکل کو یہی کہتا ہے۔ جھوٹے گواہ پیش کئے جاتے ہیں۔ جھوٹے کاغذات بنائے جاتے ہیں۔ غرض فساد ہی فساد ہے جو مال کی محبت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

دو بھائیوں کے اختلاف کی نحوست

ایک شخص کا انتقال ہوا، اس نے دو بیٹے چھوڑے، جائداد چھوڑی۔ دونوں بیٹوں نے جائداد تقسیم کی آپس میں۔ ایک درخت باقی رہ گیا۔ بڑا بیٹا کہتا ہے کہ یہ میری ملکیت میں ہے، چھوٹا بیٹا کہتا ہے کہ یہ میری ملکیت میں ہے۔ لڑائی ہو رہی ہے، دونوں میں مقدمہ بازی ہوئی اور عدالت میں جب مقدمہ لے کر آدمی پہونچ گیا تو اللہ کی پناہ۔ وہ قیامت صغریٰ ہے چھٹکارا ہوتا ہی نہیں اس سے۔ مدت تک مقدمہ ہوتا رہا، نقد نہ اس کے پاس بچا نہ

اس کے پاس، جائیداد تھی جائیداد کو فروخت کرتے رہے، مقدمہ پر خرچ کرتے رہے۔ ساری جائیداد جو بڑے بھائی کے حصے میں آئی تھی وہ فروخت ہو ہو کر مقدمہ میں لگ گئی۔ چھوٹے بھائی کے حصہ میں جو آئی تھی وہ فروخت ہو کر مقدمہ میں لگ گئی اور اخیر میں فیصلہ یہ ہوا کہ اس درخت کو کٹوا کر آدھی لکڑیاں ایک کے یہاں بھیج دی جائیں، آدھی دوسرے کے یہاں بھیجدی جائیں۔ اور کٹوانے کے لئے پیسے بھی ان کے پاس نہیں۔ کتنی بیوقوفی کی بات ہے اس طرح سے لڑنا، مقدمہ بازی کرنا، یہ کیا ہے؟ سب مال کی محبت کی وجہ سے ہے۔ محبت نہ ہو مال کی بڑا بھائی سمجھ لے کہ کچھ مضائقہ نہیں اپنا چھوٹا بھائی اولاد کی جگہ ہوتا ہے چلو میری ملکیت ہی سہی میں نے اس کو دے دیا۔ چھوٹا بھائی سمجھ لے کہ بڑا بھائی باپ کی جگہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"أَنْتَ وَمَالُكَ لابيك" [تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔] باپ کی ملکیت میں میں بھی اور میرا مال بھی اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ میں نے سب ان کو دے دیا۔ تعلقات بھی خوشگوار رہیں گے، جائیداد بھی سلامت رہتی اور لڑائی فساد نہیں ہوتا۔ بڑی خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں مال کی محبت کی وجہ سے، یہ جتنے فسادات ہیں، عدالت دیوانی کے مقدمات مال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے جملہ میں ان سب کا علاج بتلادیا۔

"ما نقصت صدقة من مال" صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔ صدقہ دو صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ یہ ارشاد فرمایا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے یا جس آدمی سے محبت ہوتی ہے آدمی اس کو اپنے پاس رکھتا ہے یا پاس رہنے سے جی خوش ہوتا ہے اس کا فراق

وجدائی بڑی شاق گزرتی ہے شاعر لوگ تو خوب جانتے ہیں اس چیز کو، فراق کیسی چیز ہے؟ جب مال اپنے پاس ہو مال کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مال میرے پاس رہے اور جب آدمی اس کو صدقہ کرے گا۔ اپنے پاس سے دور کرے گا۔ تب اسکی محبت کم ہوگی۔ جس کی ضرورت اس صدقہ کے ذریعہ سے پوری کی جائیگی وہ دعائیں دے گا۔ اللہ کے یہاں اسکی دعائیں قبول ہوں گی اور ساری خرابیوں سے یہ بچے گا۔ فرمایا ما نقصت صدقة من مال صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔

مشاہدہ پر اعتماد کے بجائے

آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر اعتماد ہونا چاہئے

ایک شخص کہتا ہے کہ کمی تو ہو جاتی ہے۔ اگر ایک ہزار روپے میں پچیس روپے دیدیئے۔ کتنے رہ گئے، نو سو پچھتر رہ گئے۔ کمی تو ہو گئی۔ ہم تو گن کر دیکھ رہے ہیں کہ کمی ہو گئی۔ آپ بتائیے کہ آپ کو اپنے مشاہدہ اور گنتی پر اعتماد ہے؟ یا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اعتماد ہے؟ ایمان کا تقاضا یہ ہیکہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد پر اعتماد ہو کیونکہ وہاں تو ایمان بالغیب کا حکم ہے کہ ہمیں نظر نہیں آتا لیکن ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے اس لئے ٹھیک ہے، اپنی آنکھوں پر اعتماد نہ کیجئے، شبہ ہوگا کہ کیسے اعتماد نہ کریں؟ آنکھ پر تو اعتماد کیا ہی جاتا ہے، مشاہدہ تو ہوتا ہے مشاہدہ کے سامنے تو سب دلائل سب چیزیں، ہیچ ہیں، آپ بتائیے کہ یہ جو رات دن ایکسیڈینٹ ہوتے ہیں کیا ڈرائیور لوگ گاڑی آنکھیں بند کر کے لے جاتے ہیں۔ کھلی آنکھوں لے جاتے ہیں۔ آنکھ کھول کر احتیاط سے لے جاتے ہیں اس کے باوجود ایکسیڈنٹ ہوتا ہے۔ اس آنکھ پر کیا اعتماد کیا جائے؟ شکاری لوگ شکار کھیلتے ہیں۔ ہرن سمجھ کر بندوق ماری۔ تھا وہ آدمی اس

کے لگ گئی۔ آنکھ کھول کر اس نے بندوق چلائی ہے۔ پورا اندازکر کے یہ انسان نہیں، ہرن ہے جانور ہے مگر وہ تھا آدمی۔ جو ہلاک ہوا، اس کے آنکھ کھول کر گولی چلانے سے ہلاک ہوا۔ آنکھ بند کر کے گولی نہیں چلائی اس نے، جس آنکھ کے اتنے تجربات سامنے ہوں اس پر اعتماد کریں یا حضور اقدس ﷺ کی بات پر اعتماد کریں؟ اعتماد تو حضور اقدس ﷺ کی بات پر ہونا چاہئے، آنکھ پر نہیں۔

حضرت مفتی مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ہمارے ایک بڑے زبردست عالم گذرے ہیں ان کا انتقال ہوگیا۔ یہاں کے لوگ تو خوب جانتے ہیں مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ خود بتلاتے تھے کہ ایک فرائض تھی اس کو دیکھ رہا تھا، لمبی فرائض تھی سب دیکھ لیا۔ بنادیا لیکن جمع ٹھیک نہیں آتی۔ اور یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ گڑبڑ کہاں ہے؟ بار بار اس کو دیکھتا ہوں۔ ساری رات اس میں گذر گئی حتی کہ صبح صادق ہوگئی۔ تو سوچا کہ ذرا لیٹ جاؤں۔ لیٹ گیا چند منٹ کے لئے مگر نیند نہیں آتی تھی۔ پھر اٹھ کر دیکھا تو اب صحیح آ گیا۔ وہ کیا تھا؟ زبان سے نکل رہا ہے دو اور دو چھ، حالانکہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ کتنا مشہور ہے یہ دو اور دو چار یقین ہے اس بات کا۔ وہاں لکھا ہوا ہے صحیح دو اور دو چار زبان سے نکل رہا ہے دو اور دو چھ۔

آنکھ قابل اعتماد نہیں

اب دیکھئے آنکھوں سے یہ ہوتا ہے۔ کسی نیت کی خرابی کی وجہ سے نہیں۔ آنکھ بھی صحیح، حساب بھی صحیح ہے۔ یہ نہیں کہ حساب کرنا نہ جانتے ہوں۔ اس کے باوجود غلطی ہوتی ہے۔ تو ایسی آنکھ کا کیا اعتبار کیا جائے، جو اتنی غلطیاں کرتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے

....

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

فرمان پر اعتماد کرنا چاہئے۔جس میں غلطی کا امکان ہی نہیں۔یہ ساری سننے کے بعد ان صاحب نے پھر گننا شروع کیا اور کہا کہ صاحب یہ تو اب بھی نو سو پچھتر ہی ہیں۔پچیس روپے اس میں سے نکل گئے۔اگر آنکھ میں نقصان ہو مثلاً حکیم صاحب بیٹھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یرقان ہوجاتا ہے کسی کو تو اسے ہر چیز زرد نظر آتی ہے، حالانکہ زرد نہیں۔یہ آنکھ کے اندر نقصان پیدا ہوا جس کی وجہ سے ہر چیز زرد نظر آتی ہے جبکہ بغیر مرض کے بغیر تکلیف کے آنکھ میں خرابیاں نمودار ہوتی ہیں تو جب آنکھ کے اندر خرابی ہوگی تو کیا کچھ نقصان نہیں ہوگا؟ بعض آدمی ایسا ہے جس کو بھینگا کہتے ہیں عربی میں احول کہتے ہیں وہ ایک کے دو دیکھتا ہے۔مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے احول کا واقعہ۔ایک استاذ نے شاگرد سے کہا کہ اندر کمرے میں بوتل رکھی ہے اٹھالاؤ۔اس نے آکر کہا کہ وہاں دو رکھی ہیں کونسی لاؤں؟ کہا کہ ایک توڑ دے ایک لے آ۔اس نے ایک توڑ دی اور کہتا ہے کہ دونوں ہی ٹوٹ گئیں۔دیکھو یہ تو ایک ہی تھی۔ایک کو دو دیکھ رہا ہے۔آنکھ کے اندر یہ عیب بھی ہوتا ہے جس آنکھ میں یہ مرض بھی ہو وہ کیا قابل اعتماد ہے مگر جتنا عدد ہے وہ تو اتنا ہی رہے گا۔اچھا ایک شخص نے یہاں سے جانا چاہا سورت، ایک ہزار روپیہ ہے اس کے پاس۔رات کا وقت ہے اس سے کہا بھئی۔ایسا کرو کہ تم پیدل مت جاؤ۔بس میں چلے جاؤ۔اس نے کہا کہ میرے تو روپے کم ہوجاویں گے۔اسے بہت سمجھایا کہ کم نہیں ہونے کے، کیسی بات کہہ رہے ہو۔یہ تو کم ہو کر رہیں گے۔جتنے کرایہ کے پیسے ہوں گے وہ کم نہیں ہونے کے۔نہیں مانا، گیا۔راستہ میں مل گئے چور۔پکڑ لیا اس کو پٹائی کی، کپڑے اتار لئے، روپے سارے چھین لئے۔اب بتائیے اگر پچیس روپے خرچ کر کے کرایہ کے یہ چلا جاتا۔جان بھی محفوظ رہتی، کپڑے بھی محفوظ رہتے، اور بقیہ روپیہ بھی محفوظ رہتا۔اس کو کوئی یہ نہیں کہتا سمجھدار آدمی کہ روپیہ کم ہوگیا۔جب تھوڑے پیسے خرچ کر کے بقیہ کی حفاظت کرلی جائے تو اس کو سمجھدار آدمی یہ نہیں کہتا کہ یہ کم ہوگئے۔

....

حافظ فضل حق کا واقعہ

بات یہ ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔
سہارنپور کا واقعہ ہے، ایک صاحب تھے حافظ فضل حق صاحب، ان کا تکیہ کلام تھا "اللہ کے فضل سے" بات بات میں یہ کہا کرتے تھے اللہ کے فضل سے یوں۔ اللہ کے فضل سے یوں۔ بہت ہی صالح شخص تھے۔ بڑے صاحب خیر آدمی تھے۔ حضرت مولانا مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث شریف پڑھاتے وہ پیچھے کھڑے ہو کر ان کو پنکھا جھلا کرتے تھے۔ صبح کو ایک روز آکر انہوں نے کہا مولانا سے۔ مولوی جی! (اپنی زبان میں) رات تو اللہ کے فضل سے غضب ہی ہو گیا۔ فرمایا کہ حافظ صاحب! اللہ کے فضل سے کیا غضب ہوگیا؟ کہا کہ اجی میں گھر سو رہا تھا۔ کھٹ کھٹ کی آواز آئی۔ دیکھا کہ میرے تالے کو پکڑ کر جھنجوڑ رہے ہیں تین چار آدمی۔ میں نے لیٹے لیٹے تکیہ سے ذرا سر اوپر اٹھا کر کہا کون ہو تم؟ چور ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا دیکھو میرا روپیہ اسی میں ہے۔ اور جی یہ چھ پیسے کا ہے تالا، پر تم سے ٹوٹنے کا نہیں، تم اسے کھول نہیں سکتے۔ میں نے مولوی جی سے سنا تھا کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ دے دے تو اس کا مال اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ میں اس روپے کی زکوٰۃ دے چکا۔ میری حفاظت میں ہے ہی نہیں۔ یہ تو اللہ کی حفاظت میں ہے۔ تم نکال ہی نہیں سکتے۔ تو بس جی میں اپنی کروٹ بدل کر سو گیا اور وہ چور صبح تک کھٹ کھٹ کرتے رہے۔ ان سے تالا نہیں ٹوٹا۔ صبح ہوئی بھاگ گئے۔ خیر، ایمان قوی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں بڑی خیر و برکت ہوتی ہے۔ اس واسطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر یقین اور اعتماد کرنے کی ضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر مشرکین بھی یقین رکھتے تھے

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے سچے تھے، صدوق تھے، صادق تھے، امین تھے،

سراپا صدق تھے۔ حتیٰ کہ کافر ومشرک بھی آپ کی بات کو سچا سمجھتے تھے۔ باوجود مخالفت کے ایمان نہیں لائے مگر حضور اقدس ﷺ کی سچائی کے معترف تھے۔ ایک صحابی ہیں انصاری حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آئے وہاں امیہ سے ان کے تعلقات تھے۔ امیہ مشرک تھا۔ ایمان نہیں لایا۔ تعلقات تھے آ کر اس کے پاس ٹھہرتے تھے اور وہ جب مدینہ طیبہ جاتا تھا تو وہ ان کے پاس ٹھہرتا تھا۔ یہ تشریف لائے انہوں نے امیہ سے کہا، میرا ارادہ طواف کرنے کا ہے، دیکھ لینا کونسا وقت مناسب ہے؟ اس نے کہا کہ جب ذرا دن چڑھے دھوپ تیز ہو جائے تو اس وقت مناسب ہے۔ چنانچہ اس وقت طواف کرنے کے لئے گئے ابوجہل نے دیکھا۔ امیہ سے پوچھا۔ یہ کون ہے تیرے ساتھ؟ بتلایا کہ سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ کہا اچھا انصاری مدینے کے؟ تم نے پناہ دی ان لوگوں کو جو یہاں سے گئے۔ جن کو ہم نے یہاں سے نکالا اور بڑے امن وعافیت کے ساتھ طواف کر رہے ہو۔ اس پر انہوں نے کہا دیکھ! اگر تو نے مجھے طواف سے روکا تو میں تیرا راستہ روک دوں گا۔ تم لوگ جو ملک شام جاتے ہو مدینہ طیبہ کے قریب سے ہو کر گذرتے ہو، ہاشمی اور قریش ہونے کیوجہ سے ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے، لیکن اگر تم نے طواف سے روکا تو تمہارا راستہ بند کر دوں گا اور تمہارا معاش اور معیشت موقوف ہے اسی پر۔

"لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ" (سورۃ القریش:۱،۲)

[چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں۔] (آسان ترجمہ)

میں انکے ان سفروں کا ذکر ہے۔ اسی پر موقوف ہے اور زور سے ڈانٹ کر کہا۔ امیہ نے کہا: کہ زور سے مت بول، اپنے مہمان سے کہا: کہ زور سے مت بول۔ یہ سید اہل الوادی ہے ابوجہل۔ انہوں نے اسے بھی ڈانٹ دیا: کہ پرے ہٹ! میں نے سنا ہے حضور اقدس ﷺ تجھے قتل کریں گے۔ امیہ نے کہا کہ مجھے؟ کہا کہ ہاں تجھے۔ پوچھا۔ کہاں؟ مکہ میں یا باہر؟

فرمایا کہ یہ نہیں بتایا۔ اسی وقت سے اس کے جی کے اندر گھبراہٹ شروع ہوگئی کہ مجھے قتل کریں گے حالانکہ ایمان نہیں لاتا۔ لڑائی کے لئے تیار مگر بات جی میں آگئی۔ آکر گھر اپنی بیوی سے کہا۔ بیوی نے پوچھا کہ کہاں قتل کرنے کے لئے کہا ہے؟ مکہ مکرمہ میں کہا ہے؟ کہا کہ یہ تو بتایا نہیں۔ اس نے کہا کہ میں تو مکہ مکرمہ سے باہر جانے کا ہی نہیں۔ یہیں رہوں گا۔ چنانچہ جب وقت آیا ہے غزوۂ بدر کا اس وقت ابوجہل نے مکہ کے لوگوں کو ابھارا کہ چلو تمہارا قافلہ شام سے آرہا ہے اس کو روکنے کے واسطے حضور اقدس ﷺ چلے ہیں۔ تم اس کی حفاظت کے واسطے چلو۔ بچاؤ کے لئے لوگوں کو ابھارا اور بھیجا۔ امیہ سے بھی کہا۔ امیہ نے کہا کہ میں تو جاؤں گا نہیں کیونکہ مجھے تو یہ بتادیا کہ مجھے قتل کریں گے۔ اس نے کہا کہ دیکھ تو سہی جب تو نہیں گیا تو اور لوگ بھی نہیں جائیں گے۔ کہا اچھا کچھ دور چل کر چپکے سے واپس آجائیو۔ اچھی بات ہے۔ جانے کا ارادہ کیا۔ بیوی سے سامان سفر تیار کرنے کے لئے کہا۔ بیوی نے کہا کہ یاد بھی ہے کیا کہا تھا تمہارے انصاری بھائی نے؟ کہا ہاں یاد تو ہے لیکن مجھے زیادہ دور نہیں جانا ہے جلدی واپس آجاؤں گا۔ وہ جناب ہر منزل پر ارادہ کرتا رہا کہ واپس آؤں واپس آؤں لیکن واپس نہ ہوسکا۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ قتل کیا گیا۔ کہنا یہ ہے کہ جو لوگ مشرک تھے حضور اقدس ﷺ کی تکذیب کرتے تھے ان کا دل تکذیب نہیں کرتا تھا۔

"وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ" (سورۂ نمل: ۱۴)

[اور اگرچہ ان کے دلوں کو ان (کی سچائی) کا یقین ہو چکا تھا، مگر انہوں نے ظلم اور تکبیر کی وجہ سے ان کا انکار کیا۔] (آسان ترجمہ)

ان کے جی کے اندر یقین بیٹھا ہوا ہے لیکن انکار کرتے ہیں یہ انکار جحودی ہے کفر جحود جسے کہتے ہیں۔ اس واسطے حضور اقدس ﷺ کی زبان مبارک کے ساتھ تو صادق ایسا لازم تھا کہ غیر مومن اور کافر کے جی کے اندر ہر بات اتر جاتی تھی کہ ہاں یہ صحیح ہے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کے سامنے تجربہ و مشاہدہ سب بیکار ہیں۔

....

کُتّابے دین

ایک مرتبہ ایک ڈاکیہ تار لے کر آیا کہ کتّابے دین کا تار ہے مدرسہ میں کتّابے دین کا کیا کام وہاں تو کسی قسم کے بھی کتے کا کام نہیں۔ اصل میں وہ قطب الدین تھا اس کا ناس مار کر ''کتابے دین'' پڑھ رہا ہے۔ لکھا کچھ ہوتا ہے پڑھتے کچھ ہیں۔

یَعْلَمُوْنَ تَعْلَمُوْنَ

اور جو اساتذہ کرام بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے ہیں ان کو زیادہ تجربہ ہے۔ بچہ سنا رہا ہے ''یعلمون'' استاذ نے کہا کہ دیکھ کر پڑھ۔ وہ پھر پڑھتا ہے ''یعلمون'' استاذ نے ایک مارا زور سے۔ قرآن شریف سننے میں جلال بہت آتا ہے۔ یہ قرآنی جلال ہے، اس میں نہ بیٹے کی پرواہ ہوتی ہے نہ اور کسی کی، اور اگر کوئی طالب علم بھی جلالی ہو تو اور بات ہو جاتی ہے۔

پٹھان زادہ کا واقعہ

سرحد کے علاقہ میں ایک نواب صاحب نے اپنے بیٹے کی تعلیم کیلئے استاذ عالم کو بلایا، اتالیق بنا کر وہ پڑھاتے تھے اس بچہ کو کسی بات میں استاذ نے بچہ کے کان پکڑ کر چپت مار دیا۔ بس بچہ تھا۔ پٹھان کا دوڑا ہوا گیا گھر اور بندوق لے کر آیا۔ اب استاذ عالم صاحب یہ بیچارے قال اقول پڑھانے والے ان کو بندوق سے کیا کام؟ اب یہ وہاں سے بھاگے اور بچہ کے باپ کے پاس گئے۔ کہ خانصاحب تمہارا لڑکا مجھے مارتا ہے۔ خان صاحب نے جواب دیا ملّا ملّا ٹیرو، ٹیرو، ملّا تو اور بھی مل جائیگا۔ ہمارے لڑکے کا یہ پیلا پہلا وار ہے خالی نی جانا چاہئے۔ غرض یہ کہ جب استاذ نے مارا چپت ''یعلمون'' پر تب نظر آیا ''یعلمون'' نہیں ''تعلمون'' ہے۔ دو نقطے نیچے نہیں اوپر ہیں اب وہ ''یعلمون'' پڑھ رہا تھا اس میں ''تعلمون'' لکھا ہوا ہے۔ غلطیاں پڑھنے پر بہت

ہوتی ہیں اور یہ صرف قرآن شریف ہی میں نہیں۔قرآن شریف والوں کو تجربہ ہوتا ہے۔

عربی والوں کی غلطی

عربی والوں کو بھی بہت زیادہ غلطی ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ میں جب نقطے دینے کا رواج نہیں تھا ایک صاحب نے قرآن شریف کو بغیر استاذ کے پڑھنا شروع کیا وہ پڑھتے ہیں؛ الٓمٓ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ: لاریب کو لاریت پڑھ رہے ہیں۔ وجعل السقایۃ فی رحل اخیہ میں رحل کی جگہ پر رجل پڑھتے ہیں اب تو شکر یہ ہے کہ نقطے لگ گئے۔ ایسی غلطی تو بند ہوگئی۔ باقی ہاں اور غلطی تو بند نہیں ہوئیں۔

بغیر استاذ کے حدیث شریف پڑھنے والوں کی غلطیاں

ایک جگہ پر طلباء کی ایک جماعت احادیث لکھ رہی تھی۔کوئی محدث آگئے اور فرمایا۔ ابے امیہ کے لونڈو! تم لوگ حدیث کیسے پڑھتے ہو؟ اَسِیْد اُسَیْد اُسَیِّد تینوں راوی ہیں ایک طرح لکھے جاتے ہیں کیسے پڑھو گے؟ بغیر استاذ کے تھوڑا ہی پڑھ سکو گے۔استاذ بتائے گا تلفظ کرے گا تو سمجھ میں آئے گا کہ کیا لفظ ہے؟ لہٰذا آنکھ کی غلطی تو بڑی کثرت سے ہوتی ہے ایک صاحب پڑھ رہے تھے حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عن رجل سائل پوچھتا ہے کہ یہ رجل کون ذات شریف ہیں جو اللہ میاں کے بھی شیخ ہیں؟ اللہ میاں ان سے روایت کرتے ہیں عن رجل کیا ہے وہ عن رجل نہیں وہ عَزَّ وَجَلَّ تھا عَزَّ کو عَن بنادیا۔واؤ کارابناجل تو تھا ہی۔

یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے محدث گذرے ہیں حدیث بیان کررہے ہیں حدثنی عدۃ، یعنی ایک جماعت نے متعدد لوگوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔حاضرین میں سے ایک صاحب پوچھتے ہیں عدۃ بن من؟ چونکہ وہاں تو بغیر ابنیت کے کام نہیں چلتا۔

اگر کہا جائے حدثنی عَبۡدُاللہ تو پوچھتے ہیں عبداللہ بن من؟ عبد اللہ ابن مسعود؟ عبد اللہ ابن عمرو؟ عبد اللہ ابن عباس؟ عبد اللہ ابن زبیر؟ اس لئے پوچھتا ہے۔ عدۃ بن من؟ کہاں؟ ہوں ابن من؟ بن فقطك۔ یہ انہوں نے جواب دیا۔ اس واسطے اس قسم کی چیزیں ہو جاتی ہیں۔ اس واسطے پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ دیکھنے میں غلطی ہوتی ہے۔ قرآن کریم ہو، حدیث شریف ہو اور کچھ ہو۔

سندھی میں خط

کانپور میں ایک صاحب کے پاس ایک خط آیا۔ اور کئی ایک نے مل کر کہدیا کہ سندھی زبان میں ہے اس کو رکھ دیا۔ تو میں پہونچ گیا۔ مجھے دکھلایا۔ میں نے کہا یار یہ تو اردو ہی میں ہے۔ وہ سارا اردو ہی میں تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تو کہدیا کہ سندھی میں ہے۔

قابل اعتماد چیز

اس واسطے قابل اعتماد تو حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جو ہر قسم کی غلطیوں سے پاک صاف ہے۔ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ اب جس قدر بھی مال کی محبت کی وجہ سے فتنے فسادات پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی چوری کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن"

عین چوری کی حالت میں ایمان نہیں رہتا انسان کے پاس۔ آخرت کی وعیدیں کیسی سخت سخت ہیں اور دنیا کے فسادات کتنے سخت سخت ہیں۔ یہ سب کاہے سے مال کی محبت کی وجہ سے ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما نقصت صدقة من مال"

بس صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا جس وقت صدقہ کے فضائل حضور اقدس ﷺ

نے بیان فرمائے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ خود فاقے پر گذارتے تھے کپڑا نہیں ہے نہ سہی لیکن صدقہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے انہوں نے محنت ومزدوری کی اور کما کر اس کی اجرت کو صدقہ کیا تاکہ اس لائن میں بھی ہم پیچھے نہ رہیں آگے بڑھیں۔اس لئے جتنے فسادات جتنی خرابیاں مال کی محبت کی وجہ سے ہیں ان سب کا ایک جملہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیمانہ و دانشمندانہ حل بتادیا: "ما نقصت صدقة من مال" ایک اور بات ہے۔

مالدار اور فقیر کی کوتاہی

ایک تو ہے مالدار کو یہ کہنا کہ تو مال کی محبت مت کر صدقہ دے یہ تو ہے مالدار کو خطاب۔ایک ہے فقیر۔حاجتمند۔حاجتمند کو یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے اپنی حاجت کسی کے سامنے پیش نہ کرے اللہ کے سامنے پیش کرے حتیٰ کہ جو شخص ایک روز کا فاقہ برداشت کرے اور کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کرے نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔اللہ تبارک وتعالیٰ وعدہ فرماتے ہیں کہ ایک سال تک اس کو حلال روزی عطا فرمائیں گے ایک روز کے فاقہ کی بدولت۔

آج اس مال کی محبت کا ایک دوسرا اثر بھی ظاہر ہورہا ہے۔فقیر نے تو آیت یاد کرلی اٰتوا الزکوٰۃ مالداروں سے کہتا ہے اٰتوا الزکوٰۃ زکوٰۃ کیوں نہیں دیتے؟ خدا کا حکم ہے زکوٰۃ دو بھائی۔اور مالدار نے یاد کرلیا وہ حکم جو فقیر کے لئے تھا۔سوال کرنا منع ہے۔سوال نہیں کیا کرتے۔جو شخص سوال کرے گا اس کے چہرہ میں گوشت نہیں ہونے کا قیامت کے دن۔سوکھا ہوا ہوگا۔صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں گی۔سوال نہیں کرنا چاہئے تو جو فریضہ مالدار کا ہے وہ مالدار نے بھلا دیا۔اس کو یاد دلانے کے لئے چل دیئے فقیر صاحب ان کے پاس اور جو فریضہ فقیر کا تھا۔فقیر نے بھلا یا۔اس کو یاد دلانے کے لئے مالدار صاحب رہ گئے۔لہٰذا یہ بھی اپنے فریضے کو ترک کررہا ہے وہ بھی اپنے فریضے کو ترک کررہا ہے۔یہ کاہے سے ہوا یہ بھی مال کی محبت کی وجہ سے ہوا۔اس واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ایک تو یہ ہے کہ مالدار سے کہا

جائے کہ بھئی تم اپنے مال میں سے غریب کو فقیر کو دو

"ولا یومن من یبیت شبعان وجارہ عند جنبہ جائع"

وہ مومن نہیں ہے جو رات کو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔
یہاں تک فرمایا گیا اور ایک تحریک یہ ہے کہ مالدار کے پاس دیکھو تو اس سے چھین لو نہ چھوڑو اس کے پاس۔

مگر اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ مالدار کے پاس پیسے دیکھو تو اس سے چھین لو بلکہ حاجتمند کو حکم یہ ہے کہ جب تم اس کے پاس مال دیکھو تو اس کی طرف کوئی التفات نہ کرو۔

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ" (سورہ طٰہٰ: ۱۳۱)

[اور دنیوی زندگی کی اس بہار کی طرف آنکھیں اٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے ان (کافروں) میں سے مختلف لوگوں کو مزے اڑانے کے لئے دے رکھی ہے؛ تاکہ ہم ان کو اس کے ذریعے آزمائیں۔ اور تمہارے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ دیرپا ہے۔]
(آسان ترجمہ)

نظر اٹھا کر مت دیکھو مالدار کے مال کی طرف۔ لہٰذا اس فساد کو دور کرنے کے واسطے ایک بڑے طبقے نے یہ تجویز کیا کہ مالدار کے پاس مال رہنا نہیں چاہئے چھین لو اس سے باغ ہے تو باغ چھین لو۔ موٹر ہے تو موٹر چھین لو، گھر ہے تو گھر چھین لو۔ حتیٰ کہ بیوی ہے اس کے پاس تو بیوی چھین لو۔ ایک فساد مستقل پھیل رہا ہے اسکی وجہ سے ہماری دنیا میں یہ فساد پھیل رہا ہے۔ جو صحیح علاج ہے وہ۔ وہ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ مالدار کو ادھر تلقین کی جائے کہ تم صدقہ دو زیادہ سے زیادہ، فقیر کو ادھر تلقین کی جائے کہ تم اپنی حاجت کسی کے سامنے پیش نہ کرو۔ صبر و تحمل کے ساتھ رہو۔ دونوں کا وقار قائم رہے گا۔ ہر ایک اللہ کی امانت کے امین ہیں۔ مالدار بھی امین ہے، فقیر بھی امین ہے۔ وہ اپنی امانت کی حفاظت کرے یہ اپنی

امانت کی حفاظت کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

غرض دنیا میں فساد کی بنیادی چیزیں تین ہیں:

(۱)......حب مال۔ اس کا علاج ہے صدقہ کرنا، جس کو بیان کیا گیا۔

(۲)......جذبۂ انتقام۔ یہ دوسری چیز ہے، اس کا علاج ہے درگذر کرنا اور معاف کرنا۔

(۳)...... بڑائی۔ تیسری چیز بڑائی ہے۔ اپنے آپ کو بڑا جاننا۔ اور دوسروں کو حقیر جاننا۔ اس کا علاج ہے تواضع اختیار کرنا۔ آخر الذکر دونوں چیزوں کو کسی دوسرے وقت بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ اور قبول فرمائے۔ آمین!

◆ ◆ ◆

جذبہ انتقام اور معافی

اس بیان میں

☆......حب مال اور جذبۂ انتقام کا فساد اور اس کا علاج۔

☆......معافی کے ثمرات ونتائج۔

☆......معافی کی وجہ سے قبولِ اسلام۔

☆......طلباء کی تادیب اور اس کی حد۔

☆......امن عامہ کو قائم رکھنا سب کی ذمہ داری ہے۔

....

جذبہ انتقام اور معافی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

میں نے کل عرض کیا تھا کہ دنیا میں جو کچھ فتنے ،فسادات پیدا ہوتے ہیں اس کے اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوا چند چیزیں ہیں ۔

حب مال اور اس کا علاج

(۱)......**مال کی محبت :۔** جتنے فتنے مال کی محبت سے پیدا ہوتے ہیں ان کا علاج حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مختصر طور پر فرما دیا۔مال کی محبت نہیں کرنا چاہئے ۔ مگر محبت نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسکو پھینک دینا چاہئے بلکہ جس حیثیت کیلئے وہ پیدا کیا گیا،اس حیثیت کو ملحوظ رکھنا چاہئے ۔ضرورت کیلئے پیدا کیا گیا۔ضرورت پوری کرنے کیلئے،ضرورت پوری کیجئے،ضرورت پوری کر کے اسے چھوڑ دیئے ۔ڈھیلہ ہے استنجاء کیلئے پیدا کیا گیا۔اس سے استنجاء کیجئے، ڈھیلہ پھینکئے ۔آگے چلئے اب ڈھیلوں کو اٹھا اٹھا کر بٹوں میں ،اٹیچی میں شاندار طریقہ سے رکھتا ہے ۔مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات میں ہے کہ وہ ڈھیلہ جیب میں رکھا کرتا تھا۔اور گڑ کا بھی شوق تھا۔گڑ کے ڈھیلے بنا بنا کر وہ جیب میں رکھتا تھا۔بعض دفعہ مغالطہ بھی ہو جاتا تھا۔ ایک کی جگہ دوسرا استعمال کر لیتا تھا۔اس واسطے جیسے کہ آپ ہوٹل میں گئے ۔آپ نے آرڈر دیا کھانے کیلئے ایک پلیٹ پلاؤ کی آپ نے منگائی ۔بس اب اس میں دس چیزیں بنتی ہیں بکتی ہیں ۔آپ کیلئے تو ایک پلیٹ ہے پلاؤ کی کھائیے، چلئے، ہو

گیا کام۔ دنیا کے سارے ساز و سامان کو کوئی شخص جمع کرنے لگے کہ اکٹھا کر کے اپنے یہاں رکھوں یہ اسکا غلط خیال ہے۔ یہ تو ضرورت پوری کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ضرورت پوری کی اور آگے چلدیا۔ زندگی میں اور کام بہتیرے ہیں کرنے کیلئے۔ خیر۔ اگر کسی کے دل میں مال کی محبت ہو بھی اور کسی طرح سے نہ نکلتی ہو تو اس کیلئے بھی بڑی اکسیر ہے یہ چیز کہ صدقہ دے، جو کچھ صدقہ دے گا وہ آخرت میں اس کو ملے گا۔ اسی صورت میں بدلہ ضروری نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر صورت میں عطا فرمائیں گے جس چیز کو زیادہ پسند کرتا ہے، جو چیز یہاں اس دنیا میں زیادہ محبوب ہے اسی چیز کو خدا کے راستہ میں صدقہ کر دے۔ وہ چیز وہاں جا کر ملے گی جس کو آپ صدقہ کر رہے ہیں۔ خیر۔ ایک تو یہ ہے کہ مال کی محبت کی وجہ سے بہت سے فتنے ہوتے ہیں خدا کی نافرمانی ہوتی ہے۔ آپس میں لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں بے اعتمادی ہوتی ہے ایک دوسرے کو دیکھ کر جلتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جذبۂ انتقام اور اس کا علاج

(۲)......دوسری چیز ہے انتقام۔ کسی سے کوئی اذیت پہونچ گئی ہو تو اسکا انتقام لینا۔ کسی نے ایک گالی دیدی تو جب تک سات گالیاں نہیں دیدیں گے اس وقت تک جی ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ کسی نے ایک چپت مار دیا تو اسکے بدلہ میں کئی چپت ماریں گے تو جا کر سکون ہوگا۔ کسی نے تھوڑا سا نقصان پہونچایا تو جب تک اس کو پیٹ بھر کر نقصان نہ پہونچاویں گے سکون سے نہ بیٹھیں گے۔ یہ انتقام کا جذبہ جو ہے یہ بڑے فتنہ کی جڑ ہے۔ اس کو فرمایا: "وما زاد اللّٰہُ عَبْدًا لعفو الّا عزًّا" اللہ تعالیٰ معافی کے ذریعہ سے عزت بڑھاتے ہیں۔ کوئی شخص اگر کسی کے قصور کو اسی دنیا میں معاف کر دیتا ہے تو یہ نہ سمجھے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ بدلہ نہ لے سکتا تھا اسلئے معاف کر دیا۔ بڑا

بو دا بڑا ایجڑا آدمی ہے یہ نہ سمجھے۔ بلکہ معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ جس کو معاف کیا ہے اسکے دل میں بھی عزت بڑھتی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زباں سے فرمائی ہوئی حدیث کی تشریح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ تلاش کیجئے۔ ہر چیز کی تشریح ملے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قاتل کو معاف فرمانا

احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سفر میں تھے، دھوپ تیز ہوگئی تو ایک جگہ پر درخت تھے ان درختوں کے نیچے جا کر وقت گذارنے کیلئے ٹھہر گئے جو ذرا اچھے سایہ کا درخت تھا وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چھوڑ دیا۔ بقیہ درختوں کے سایہ میں یہ حضرات خود چلے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی اور سایہ میں لیٹ گئے۔ کچھ دیر میں دیکھا کہ ایک شخص بدّو آیا اور تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے محمد! بتا اب تجھے کون بچائے گا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان اور سکون سے کہا اللہ بچائیگا۔ اور بچانے والا ہے ہی اللہ۔ اللہ کے سامنے کسی اور کی کیا مجال؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب پر اس کی وہی کیفیت ہوئی کہ اسکے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ مارتا تو کیا تلوار سے، تلوار سنبھال بھی نہ سکا۔ مار بھی نہیں سکا۔ تلوار ہاتھ سے گرگئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن! تو بتا تجھے کون بچائیگا اب؟ اس نے کہا کہ افسوس میرا ساتھی کوئی یہاں نہیں۔ مجھے بچانے والا کوئی نہیں۔ اتنے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اطلاع ہوگئی، وہ آگئے۔ کیا کرنا چاہئے؟ کسی نے مشورہ دیا کہ اس کو قتل کردیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں نہیں۔ قتل نہیں کرنا ہے۔ کیوں قتل کرو؟ اس نے قتل تھوڑی ہی کیا ہے؟ چھوڑ دیا۔ معاف کردیا۔ باوجود قدرت کے تلوار ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی اور ایسا شخص جو کہ قتل کرنے کا ارادہ

کر چکا تھا، اس کو قتل نہیں کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے معاف فرما دیا۔ وہ شخص شرمندہ ہوا اور اسلام قبول کرلیا۔ بہت قصے ہیں معافی کے۔

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی معافی اور قبول اسلام

ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کہیں جارہے تھے، اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے گرفتار ہو گئے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو لے کر آئے، مسجد کے ستون سے باندھ دیا گیا انکو، پوچھا حضور اقدس ﷺ نے پوچھا۔ کیا ہے تمہارے پاس؟ یعنی تمہارے دل میں کیا ہے؟ یہ مطلب نہیں کہ روپیہ پیسہ کچھ ہے تو یہاں رکھ دو، یہ نہیں۔ تمہارے دل میں کیا ہے؟ کیا قصد اور کیا ارادہ ہے تمہارا؟ انہوں نے صاف جواب دیا کہ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو مستحق ہے قتل کا۔ چونکہ میں ایمان نہیں لایا ہوں، دشمن کی جماعت میں سے ہوں۔ آپ کو پورا حق ہے قتل کرنے کا۔ اور اگر چھوڑ دیں گے تو یہ آپ کی شانِ عالی کے لائق ہے۔ معاف کر دینا آپ کی شان ہے۔ ایک روز دو روز تین روز تک اسی طرح سے سوال کیا۔ ہر روز یہی جواب دیا۔ حضور اقدس ﷺ نے چھوڑ دیا انہیں۔ گئے، جا کر غسل کیا۔ کپڑے بدلے اور آ کر حضور اقدس ﷺ کے سامنے ایمان قبول کیا۔ تلوار کے ذریعہ سے مسلمان نہیں کیا۔ معافی کے ذریعہ سے مسلمان ہوئے۔ معاف کرنے سے اتنا قلب ان کا متاثر ہوا کہ واقعی یہ شان نبی ہی کی ہوسکتی ہے، جو ایسے اخلاق عالیہ کے ہوں اور پھر یہ ہوا کہ ان کی بستی سے مکہ والوں کے یہاں غلّہ جایا کرتا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کہلا بھیجا کہ اب ایک دانہ غلہ کا نہیں بھیجا جائیگا جب تک حضور اقدس ﷺ کی اجازت نہ ہوگی، اپنی قوم، اپنے لوگوں کو یوں کہلا کر بھیجا۔

فتح مکہ اور عام معافی

حضور اکرم ﷺ جب مکہ کی طرف چلے ہیں مدینہ طیبہ سے، بڑی جماعت ساتھ تھی اور

ایسی جماعت تھی کہ حضور اقدس ﷺ کا پسینہ جہاں گرے وہاں ان کو اپنے لئے اپنے بدن کے خون گرانا عین سعادت تھی۔ سمجھتے تھے کہ ہم تو پیدا ہی اس واسطے ہوئے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے دین کی خاطر ہم جانیں قربان کردیں۔ اس شخص کی خوش قسمتی سمجھتے تھے جو اپنے آپ کو پیش کردے اور شہید ہوجائے۔ ایک مقام پر پہونچ کر رات کو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ آج اپنا کھانا ہر شخص الگ الگ پکاوے۔ چنانچہ جنگل میں وہاں سب نے آگ جلائی۔ الگ الگ کھانا پکارہے ہیں۔ ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ فکر تھی کہ کسی طرح مکہ مکرمہ جانے والا کوئی مل جائے تو اسکی معرفت کہلا بھیجیں کہ حضور اقدس ﷺ مکہ آرہے ہیں، مقابلہ نہ کرو ورنہ سب ختم ہوجاؤ گے۔ وہ اس فکر میں تھے۔ ادھر ایک ٹیلہ پر دو تین آدمی کچھ باتیں کررہے ہیں، وہ کون تھے؟ مکہ سے آئے ہوئے تھے اس ٹوہ میں، تجسس میں کہ حضور اقدس ﷺ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت ابوسفیان اور ایک دو شخص وہ باتیں کررہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ یہ کون لشکر ہے؟ فلانے بادشاہ کا لشکر ہے؟ نہ وہ تو نہیں۔ فلانا قبیلہ ہے؟ نہ وہ بھی نہیں۔ یہ کیا ہے کہ سارے جنگل میں آگ جلتی ہوئی نظر آرہی ہے، ادھر وہ جل رہی ادھر وہ جل رہی تو یہ کیا چیز ہے؟ اس آواز کو سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ ادھر کو آگئے۔ پوچھا کون؟ وہاں تعارف ہوا کہ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ابوسفیان ہیں۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ عباسؓ! یہ کیا چیز ہے؟ کون ہیں؟ کہا کہ حضور اقدس ﷺ ہیں۔ انکے ساتھی ہیں، کہاں جارہے ہیں؟ مکہ مکرمہ جارہے ہیں۔ ارے یہ اتنے ہوگئے؟ یہ مٹھی بھر آدمی تھے جو وہاں سے بھاگ کر آئے تھے۔ ہاں اتنے ہوگئے۔ کیا ہوگا؟ کہا ہوگا کیا۔ میرے ساتھ آئیو۔ لاکر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا کہ ابوسفیان مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ مسلمان ہوگئے۔ انکے ساتھی تھے ان کو چھوڑ دیا کہ تم جاؤ۔ انہوں نے جاکر مکہ میں اطلاع کردی۔ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ حضور اقدس ﷺ تشریف لارہے ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ

نے ایسا ایسا پیغام دیا ہے۔ چنانچہ رات میں ٹھہر کر صبح کے وقت میں جب اس لشکر کی روانگی کا وقت قریب ہوا تو جہاں موڑ تھا اس موڑ پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو یہاں ٹھہراؤ تاکہ ہر لشکر کو ہر جماعت کو سامنے سے گذرتا ہوا اطمینان سے دیکھیں۔ ہر جماعت جارہی ہے قبیلہ جارہا ہے۔ جھنڈا نظر آیا تو پوچھتے ہیں کہ یہ کون قبیلہ ہے؟ کہتے ہیں کہ یہ فلاں یہ فلانا۔ بھئی اس قبیلہ سے تو ہماری کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔ یہ کیوں جارہے ہیں ان پر چڑھائی کلئے۔ کہا اب تو کفر و اسلام کی بات ہے۔ چاہے لڑائی ہو یا نہ ہو۔ اسکی کوئی بحث نہیں ہے۔ اچھی بات ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے جھنڈا واپس لینا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے چلتے چلتے ایک رجز پڑھا کہا:

"الیوم یوم الملحمة الیوم نستحل الکعبة"

آج لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ کو حلال کیا جائے گا۔ خانہ کعبہ میں لڑائی نہیں ہوتی ہے قتال نہیں ہوتا، آج وہاں بھی قتال کیا جائیگا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت دیکھئے یہ ایسا کہہ رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ "الیوم یوم الرحمة" آج تو رحمت و شفقت کا دن ہے۔ "الیوم نستعظم الکعبة" کعبہ کی تعظیم کا دن ہے آج۔ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جھنڈا لے لیا۔ لے کر ان کے بیٹے کو دے دیا کسی اور کو نہیں دیا۔ دیا تو ان کے بیٹے کو (ان کے بیٹے نے وہ جھنڈا خود اپنے پاس نہیں رکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا تھا)۔

کفار مکہ کی درخواست معافی ان کو معاف فرمانا

تاہم وہاں مکہ مکرمہ پہونچ گئے تو جو رؤسا قریش تھے وہ سامنے آئے اور آ کر کہنے لگے حضورؐ! آپ کہاں جارہے ہیں ہم تو آپ کے بھائی ہیں۔ آپ بھائیوں پر چڑھائی کرنے آئے

ہیں ۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ہو تو بھائی ہی ۔مگر ایسے ہو جیسے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی کہ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا۔بھائی تو ضرور ہو اس میں کوئی شک نہیں ۔انہوں نے کہا:

"لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ"

اللہ نے آپ کو فوقیت عطا فرمائی ہم ہی خطا دار تھے ۔پس جیسے ہی انہوں نے خطا کا اقرار کیا۔فوراً حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "لا تثریب علیکم الیوم"

آج تم پر کوئی پکڑ نہیں ،اللہ معاف کرنے والا ہے ۔اب حضور اقدس ﷺ نے اعلانات شروع کئے معافی کے کہ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کرلے اس کیلئے امن ۔ یہ جو اعلانات شروع کئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضورؐ! ابوسفیان بڑے آدمی ہیں یہاں کے،ان کیلئے بھی کچھ کر دیجئے ۔فرمایا: "من دخل دار ابی سفیان فھو اٰمن"

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے ۔ان کے لئے بھی ہو گیا۔ایک ایک کا معاملہ پیش کیا گیا۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت آنحضرت ﷺ کی حالت

خود حضور اقدس ﷺ کا حال یہ تھا کہ سرِ مبارک جھکا ہوا تھا۔آنکھوں میں آنسو تھے ۔استغفار پڑھتے ہوئے،اللہ کی حمد کرتے ہوئے ۔اس طرح سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں :۔

فاتحانہ مکہ آئے سر جھکائے چشم نم
امن کا اعلان کیا نادم ہوئے اہل وطن

معافی کا اعلان عام

امن کا اعلان تھا۔اس روز معاملہ پیش ہوا ابوسفیان کی بیوی کا۔

....

ہند! ابوسفیان، وحشی کر دیا سب کو معاف
تھک چکے تھے دشمنی کرتے ہوئے جو مرد و زن

ہند کا معاملہ پیش ہوا، جو مسلمانوں کی دشمنی میں بہت سخت تھی، انکے لئے بھی معافی فرمادی۔ ابوسفیان بھی ایمان لے آئے ان سے بھی کوئی انتقام نہیں لیا۔ کچھ وقفہ کے بعد وحشی ایمان لے آئے۔ جس نے آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ ان کو بھی قتل نہیں کیا۔ معاف فرمادیا۔

کفار مکہ کی معافی اور ان کا قبول اسلام

جو رؤسا قریش تھے ان سے بلا کر پوچھا حضور اقدس ﷺ نے کہ بتاؤ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ انہوں نے کہا: "ان کنت تقتلنا فتقتل ذوی دم" جو لوگ مستحق قتل ہیں آپ ان کو قتل کریں گے ٹھیک ہے، کوئی اعتراض کی بات نہیں مگر حضور اقدس ﷺ نے معاف فرمادیا۔ یہ شرط بھی نہیں کی، تم ایمان لے آؤ تو معاف۔ بغیر شرط کے معاف کر دیا، وہاں سے تو وہ لوگ اٹھے لیکن آپس میں ان کو خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں کہ یہاں سب کے سامنے تو ہمیں کہدیا ہو کہ معاف ہے اور ادھر ادھر کسی کو ہمارے پیچھے لگا کر دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے تین روز تک دیکھ لیا کہ مکہ مکرمہ کی گلی کوچوں میں کوئی تو ان کی ٹوہ میں نہیں اور کوئی ان سے تعارض نہیں کرتا۔ کوئی ترچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ کوئی مسلمان ان کو برا نہیں کہتا۔ حملہ نہیں کرتا، تو ان کو یقین ہوگیا کہ واقعی امن دیا ہے اور پھر اس کے بعد وہ لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ جس کو سورۂ نصر میں بیان کیا گیا ہے:

"اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ۔ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا الخ" (سورۃ النصر: ۱،۲)

[جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ جائے۔ اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے

دین میں داخل ہو رہے ہیں۔] (آسان ترجمہ)

ابوسفیان کی بیوی کا غصہ

ابوسفیان کی بیوی کو اول جب پتہ چلا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے تو بہت غصہ میں آئی اور جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آ کر جلدی سے ان کی ڈاڑھی پکڑ لی کیوں تو بھی ایمان لے آیا؟ مسلمان ہو گیا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کی بندی! لوگوں کا حال دیکھ۔ اس کے بعد بات کرنا۔ چنانچہ مکان کی چھت پر چڑھ کر اس نے دیکھا رات میں۔ کہ ساری رات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں، حجر اسود کا استیلام کر رہے ہیں، مقامِ ابراہیمؑ پر نمازیں پڑھ رہے ہیں، دعائیں کر رہے ہیں، آنکھوں سے ان کی آنسو جاری تھے کوئی کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کر رہا ہے کوئی سجدہ میں پڑ کر دعا کر رہا ہے، کوئی حطیم میں دعا کر رہا ہے۔ وہ جو فاتحانہ غرور ہوتا ہے وہ کچھ نہیں۔ پاس پاس کو بھی نہیں۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اللہ کے دین کی خاطر کیا ہے۔ انتقام کی خاطر نہیں کیا ہے ورنہ اس روز اگر انتقام لینا چاہتے تو سب کو ختم کر ڈالتے جنہوں نے ستایا تھا تیرہ سال تک جنہوں نے اذیتیں پہونچائی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو، وہ سب ختم کر دیئے جاتے۔

عثمان ابن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ہجرت سے پہلے ایک قصہ پیش آیا تھا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا بیت اللہ میں داخل ہونے کا۔ نماز پڑھنے کا لیکن جس شخص کے پاس چابی تھی، عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ نے قفل لگا کر چابی اپنے پاس رکھ لی اور منع کر دیا کہ آپ کو بیت اللہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ غور کیجئے؟ کتنا سخت مقام ہے یہ۔ گھر کس کا؟ اللہ کا گھر بیت اللہ۔ تعمیر کس نے کیا؟ خلیل اللہ نے ابراہیم علیہ السلام نے۔ داخل کون ہونا چاہتے ہیں؟ حبیب اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہونا چاہتے

ہیں اور منع کرتے ہیں کون؟ عدو اللہ۔ اللہ کے دشمن داخل نہیں ہونے دیتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے دل پر کیا گذرتی ہوگی؟ اس وقت غیرتِ خداوندی کو کس قدر جوش آیا ہوگا؟ لیکن حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اچھا آپ جب ہمیں داخل نہیں ہونے دیتے انشاء اللہ عنقریب وہ وقت آئیگا کہ اس کی چابی ہمارے پاس ہوگی جس کو ہم دیں گے اس کے پاس رہے گی۔ چنانچہ وہ وقت آیا۔ حضور اقدس ﷺ نے چابی منگائی۔ وہ چابی اس شخص کی ماں کے پاس تھی۔ ماں سے اس نے مطالبہ کیا کہ چابی لا، ماں نے انکار کیا چابی دینے سے۔ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے یہ یاد رکھ ابھی میں تیری کمر میں تلوار نکال دوں گا اگر چابی نہیں دی۔ اپنی ماں سے یہ معاملہ کیا وہ چابی لے کر آئے اور آ کر دروازہ کھولا۔ حضور اقدس ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ سجدۂ شکر ادا کیا، نماز پڑھی۔ دعا کی۔ جب باہر تشریف لائے تو اس وقت عرض کیا گیا کہ حضور اقدس ﷺ اب یہ چابی اس کو مت دینا۔ اسی وقت آیت نازل ہوئی: "ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا" اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ جس کی امانت ہے اس کی امانت اسی کے حوالہ کی جائے چنانچہ چابی اسی عثمان ابن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کو دی کہ ہمیشہ کیلئے تم کو یہ چابی دے رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے یہ اخلاق کریمانہ اور یہ عدل و انصاف دیکھ کر عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہ کلمۂ شہادت پڑھ کر فوراً اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج تک اسی کے خاندان میں وہ چابی چلی آرہی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے لوگوں کو اس اس طریقہ پر معاف کیا ہے۔ ساری مبارک زندگی معافی سے بھری ہوئی ہے۔ حضور اقدس ﷺ تو بہت اونچی حیثیت رکھتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کے خدام، ادنیٰ خدام۔ انہوں نے معافی کا بہت بڑا کام انجام دیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے نفس کیلئے دعا فرمانا

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ میں بادشاہ تھے۔ بادشاہت کو چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی۔ ایک دفعہ کہیں دریا کے کنارے بیٹھے۔ اپنی گدڑی سی رہے تھے۔

....

وہاں بادشاہ یا کوئی اور کشتی میں سوار تھے۔ مجمع تھا کشتی میں۔ رائے ہوئی کہ یہاں کچھ گانا بجانا ہونا چاہئے۔ گانے بجانے کے ساز وسامان تو موجود تھے مگر ایک سر پیٹے کی ضرورت تھی۔ وہ نہیں تھا کوئی یعنی اسے درمیان میں محفل کے بٹھالیا جائے۔ ایک ادھر سے چپت مارے، ایک ادھر سے چپت مارے۔ تفریح رہے گی۔ سر پٹا تلاش کرنے کے لئے باہر نکلے۔ یہ کہیں بیٹھے ہوئے گدڑی سی رہے تھے۔ انہیں پکڑ لے گئے۔ جا کر کے کشتی میں بٹھا دیا اور گانا بجانا شروع ہوا اور ان کے چپت لگنے شروع ہوئے۔ یہ اللہ کے بہت بڑے ولی تھے۔ حدیث قدسی میں ہے: "من اٰذیٰ لی ولیًّا فقد اٰذنته بالحرب" جو میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو میں اس کے لئے اعلان جنگ کرتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کو آدمی گالیاں دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برداشت کرتے ہیں، وہ حلیم ہیں لیکن اللہ کے ولی کو اگر گالیاں دی جائیں، ستایا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو برداشت نہیں کرتے۔ چنانچہ ان کے ساتھ جب یہ معاملہ ہور ہا تھا ان کو الہام ہوا کہ تم کہو تو اس کشتی کو الٹ دیں، ان سب کو غرق کر دیں۔ یہ اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کیا جواب دیا؟ انتقام کا انتقام نہیں لیا۔ جواب یہ دیا کہ اے بارالٰہا! جس طرح سے آپ کو اس بات پر قدرت ہے کہ کشتی کو الٹ کر تباہ کر دیں اس بات پر بھی تو قدرت ہے کہ اندھوں کی آنکھیں کھول دیں، جو کچھ یہ حرکت کر رہے ہیں ان کی خرابی ان کے سامنے آجائے۔ جب ہی انہوں نے توجہ کی دعا کی۔ جتنے بیٹھے تھے سارے کے سارے ولی ہو گئے۔ اپنے ساتھ برا کرنے والے کے ساتھ یہ حضرات انتقام کیا لیتے ایسا معاملہ کرتے تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا چور کے ساتھ سلوک

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ہے کہ رات میں اپنے مکان پر تہجد پڑھ رہے تھے چور آیا۔ چور نے تلاش کیا ادھر اُدھر کچھ ملا نہیں۔ اس لئے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے سلام پھیرا تو وہ چھپ کر کہیں کھڑا ہو گیا کونے میں کہ دوبارہ جب یہ نیت باندھیں گے تو

چلا جاؤں گا۔ اتنے میں کوئی شخص آیا اس نے آ کر اطلاع دی کہ فلاں جگہ ایک ابدال کا انتقال ہوگیا ان کی جگہ دوسرا قائم مقام کرنے کی ضرورت ہے۔ بس چور کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اسے لے جاؤ اسے ابدال بنوا دیا۔ وہ چوری کرنے کے لئے آیا تھا جہاں معمولی چیز ملتی اس کی نیت بہت کمزور تھی۔ دماغ کی پرواز بہت معمولی تھی۔ اپنی حیثیت کے مطابق چوری کرتا۔ انہوں نے اس کا انعام دیا اپنی شانِ عالی کے مطابق۔

ایک بزرگ کا انتقام کیلئے فرمانا

اسی طرح ایک اور بزرگ کے حال میں ہے کہ کوئی عورت کنویں پر کھڑی پانی بھر رہی تھی۔ اس نے کچھ مذاق کا فقرہ کہا تو ان بزرگ نے اپنے خادم سے کہا کہ اس کو چپت مارو۔ جلدی چپت مارو۔ اس نے چپت نہیں مارا کہ معمولی سی بات ہے۔ برا کہا۔ کیا ہوا؟ خوب بدلہ لے رہے ہیں۔ بس وہ عورت وہیں گری اور گر کر ختم ہوئی۔ تب انہوں نے فرمایا کہ تم نے دیر کی اس وجہ سے ایسا ہوا۔ جس وقت اس نے اپنی زبان سے سخت لفظ نکالا تو میں نے دیکھا کہ قدرت خداوندی کو جوش آیا، غضب بڑھ گیا، اگر تم مار دیتے میرے کہنے کے مطابق تھوڑا سا بدلہ ہو جاتا۔ اس کو اس قہر سے نجات مل جاتی۔ تم نے نہیں مارا جس سے اس کا یہ حال ہوا۔ اگر کسی سے صورۃً انتقام ہے بھی تو اس شان کے ساتھ ہے ویسے نہیں۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن کو معاف فرمانا

اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے بھائی دارا شکوہ دونوں میں جنگ تھی لڑائی ہوئی۔ خوب زور و شور کی ہوئی۔ دارا شکوہ کو شکست ہوگئی۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو فتح ہوگئی۔ اور وہ جو سپہ سالار تھا فوج کا اس کو لایا گیا پوچھا گیا کہ کیا معاملہ کیا جائے یا کیا سزا دی جائے۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نہیں کوئی ضرورت نہیں اور اس کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ بجائے سزا دینے اور قتل

کرنے کے اپنی فوج کا سپہ سالا بنا دیا۔ معاف کر دیا۔ اور کہا کہ یہ لوگ تو تخت کے وفادار ہیں کل تو قع تھی کہ داراشکوہ کو تخت مل جائے گا اس کے ساتھ کام کیا۔ اب وہ توقع ختم ہوگئی۔ جس کے پاس تخت ہو گا یہ اس کا کام کریں گے۔ ان کو تو نہ مجھ سے کوئی تعلق ہے نہ داراشکوہ سے۔ بہر حال معاف کر دیا۔ معاف کرنے کی بڑی عجیب شان ہے۔

خلیفہ مامون رشید رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک

خلیفہ مامون الرشید کو رات میں کسی کام کی ضرورت پیش آئی۔ غلام کو آواز دی۔ غلام کمرے میں لیٹے ہوئے تھے کوئی بولا نہیں۔ یہ خود اٹھ کر آئے اور آواز دی۔ وہ پہلے جاگ رہے تھے مگر سب خاموش ہو گئے۔ ایک بولا ان میں سے، کہ ان غلاموں کو پھانسی دیدو، نہ دن میں چین نہ رات میں چین۔ سخت لفظ کہے۔ مامون الرشید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش رہے کسی وزیر کو معلوم ہوا کہ رات ایسی ایسی صورت پیش آئی وزیر نے کہا کہ غلام بہت بد اخلاق ہو گئے ہیں۔ ان کی اصلاح ہونی چاہئے۔ مامون الرشید نے جواب دیا۔ تو کیا ان کے اخلاق کی اصلاح کیلئے میں خود بد اخلاق بنوں؟ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ وہ معاف کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اسلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وما ذاد الله عبدا بعفو الا عزّا" جو شخص لوگوں کے قصور کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی عزت بڑھاتے ہیں۔ بسا اوقات دنیا میں بھی اسکی عزت زیادہ ہوتی ہے جس کو معاف کیا اسکے دل میں بھی قدر و قیمت پیدا ہو جاتی ہے اور اللہ کے یہاں تو عزت کا معاملہ بالکل صاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان عفو ہے وہ غفور ہے رحیم ہے۔ "الا تحبون ان یغفر الله لکم" کیا تمہیں یہ بات محبوب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے۔ جب اپنی خطاؤں کی معافی کی اللہ سے امید رکھتے ہو تو دوسروں کی خطاؤں کو بھی معاف کرو۔

"ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السّماء"

[تم زمین والوں پر رحم کھاؤ، آسمان والا تم پر رحم کھائے گا۔]

....

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اس واسطے جذبہ انتقام بہت مفاسد اپنے اندر رکھتا ہے۔

استاد کا بچوں کو سزا دینا

اصلاح احوال اور چیز ہے جذبہ انتقام اور چیز ہے۔ہمارے یہاں جو اساتذہ بچوں کو پیٹتے ہیں جن کے سبق یاد نہیں ہوتا بچے کہنا نہیں مانتے اللہ معاف کرے ۔ یہ جذبہ تو بہت کم ہوتا ہے کہ بچوں کی خیر خواہی مقصود ہو استاذ صاحب کی بات نہیں مانی ۔استاذ کہتا ہے کہ پانچ دفعہ کہہ دیا تجھے،دس دفعہ کہہ دیا تو یاد نہیں کرتا ہے ۔خالی بیٹھا رہتا ہے۔تو زیادہ غصہ اس بات پر ہے کہ تو نے ہماری بات مانی کیوں نہیں ورنہ تو یوں کہتے کہ دیکھو! خالی بیٹھنے سے سبق یاد نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ تجھے دس دفعہ کہدیا پھر بھی سبق یاد نہیں کرتا۔ زیادہ غصہ اس بات پر ہے اسی غصہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے یاد نہیں کرتے ۔ بڑے حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اک مرید ہیں ایک گاؤں ہے ۔ دودھ گڑھ ۔وہاں ایک قاری صاحب تھے وہیں بچوں کو پڑھایا کرتے تھے ۔ بڑے حضرت کو معلوم ہوا کہ قاری صاحب بچوں کو پیٹتے ہیں ۔تو حضرت نے کہلا کر بھیجا تھا کہ قاری صاحب سے کہو کہ جب غصہ آیا کرے تو اپنا سر دیوار پر مار لیا کریں، بچوں کو نہ مارا کریں ۔

بچوں کو مارنے کی حد

اور مارنے کی بھی حد ہے فقہاء نے لکھا ہے، شامی میں موجود ہے، اس لئے اس سے زیادہ جو ماریں گے تو قیامت کو یہ بچے انتقام لیں گے ۔حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے، بچے کو ایک دفعہ میں تین چپت سے زیادہ مارنے کی اجازت نہیں ہے، اور وہ

بھی چہرہ اور سر پر نہیں، وہ بھی زیادہ زور سے نہیں، قمچی سے، لکڑی سے، چمڑے سے، ان میں سے کسی سے مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ بچے تو نہیں یہاں؟ اس واسطے جذبہ انتقام میں مست ہو کر، غصہ میں بھر کر سزا دینا غلط طریقہ ہے۔ ہاں اصلاح مقصود ہو تو دوسری بات ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی پٹائی

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بھی بہت پٹائی ہوئی تھی۔ ان کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مارا کرتے تھے اور مارتے مارتے جب تھک جاتے تھے پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے تب کہا کرتے تھے کہ میرے مارنے سے اگر تو مر گیا تو شہید ہوگا۔ مجھے ثواب ملے گا۔ یہ فرمایا کرتے تھے۔ خود بھی شیخ ؒ نے کتنی کتنی جگہ پر لکھا کہ پٹائی کا ایک تھپڑ لگا اور یہ ہوا یہ ہوا یہ ہوا۔ وہ شان دوسری ہے ان کو جتنا غصہ اور جتنی پٹائی اپنے لڑکے کی کرتے تھے غیروں کے بچوں کی اتنی پٹائی نہیں کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص جذبہ تھا انتقام کا جذبہ نہیں تھا۔ وہ خیر کا جذبہ غالب تھا۔ اس کی وجہ سے کرتے تھے۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو استاذ بچوں کو مارتا اور مار کر پڑھاتا ہے اس کو پڑھانا نہیں آتا۔ زیادہ پٹائی سے بچے بے حیا ہو جاتے ہیں۔ آگے کو کام نہیں کرتے ہیں۔

جرم ایک سزائیں مختلف

اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں تین آدمی پیش کئے گئے تینوں کے تینوں ایک جرم میں۔ انہوں نے کیا سزا دی؟ ایک کو تو گھور کر دیکھا دوسرے کو کچھ ڈانٹا دھمکایا،

تیسرے کو کوڑے لگوائے۔ وزیروں نے کہا کتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ جرم ایک ہے سزائیں سب کی الگ الگ ہیں۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ افسوس جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔ جاؤ تینوں کے حالات کی تحقیق کرو۔ پہلا شخص جس کو گھور کر دیکھا تھا اس کے مکان پر پہونچے تو وہاں تو کفن و دفن کا انتظام ہو رہا ہے، اس کا انتقال ہو گیا، غیرت کی وجہ سے کہ بادشاہ نے گھور کر دیکھ لیا۔

دوسرے شخص کے مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ حکیم جی کو بلایا جا رہا ہے۔ بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔ تیسرے کو دیکھا کہ بازار میں کھڑا ہے۔ ڈانڈا لئے ہوئے کہ اتنے جوتے لگ گئے اتنے کوڑے لگ گئے اور لگ جاویں گے۔ تو مزاج الگ الگ ہے سب کا، یہ نہیں کہ سزا ایک ہو۔ معلوم ہوا کہ مزاج اور نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے سزا دینا چاہئے، جس طرح علاج میں مزاج اور نفسیات کے پہچاننے کا خاص دخل ہوتا ہے، مرض ایک ہونے کے باوجود ہر مریض کو اس کے مزاج کے اعتبار سے الگ دوا دیجاتی ہے، سب کو ایک ہی دوا نہیں دیجاتی، یہی حال سزا کا بھی ہے، لہٰذا سب مجرمین کو ایک ہی سزا دینا صحیح نہیں ہے۔

امن عامہ کو قائم رکھنا سب کی ذمہ داری ہے

وہ بہت گہرے آدمی تھے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ خوب دیکھتے بھالتے تھے۔ ایک بازار میں ایک مرتبہ دو آدمیوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ جوتا چل گیا۔ مقدمہ آیا۔ تحقیق کیا کس بازار میں؟ کہاں؟ فلاں جگہ پر اچھا۔ پانچ دکاندار ادھر کے پانچ دکاندار ادھر کے بلائے گئے۔ ان کے دس دس جوتے لگوا دیئے۔ شور مچ گیا کہ لڑائی کرے کوئی پٹائی ہو ہماری یہ کیا بات ہے؟ یہ بڑا ظلم ہے۔ مگر حال یہ ہو گیا کہ اس وقت سے کہ اگر دو آدمی ذرا زور سے بھی بولتے تھے تو دوکاندار اٹھ کر آتے تھے۔ یہاں جھگڑا کر کے ہمیں پٹواؤ گے۔ تو یوں فرمایا کہ امن عامہ کو قائم رکھنا تمام کی ذمہ داری ہے۔ یہ مرغوں کو لڑا کر بیٹھ کر تماشہ دیکھتے ہیں۔ اپنی ذمہ داری کو نہیں سوچتے۔ تو

اصلاح احوال اور ہے جذبہ انتقام اور ہے۔ یہاں جو فرمایا گیا: "ما زاد اللہ یعفوا الاعزّا" اپنے نفس کے حقوق کوئی شخص معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں۔

جذبہ انتقام اور حدود شرع کے تحفظ میں فرق

حدیث میں خود موجود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کی خاطر کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کی خاطر کسی سے انتقام لیا ہی نہیں۔ ہاں جہاں احکام شرع پامال ہوتے ہوں، وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غصہ آتا تھا، سزا بھی دیتے تھے، احکام شرع کی حفاظت اور چیز ہے اور اپنے نفس کا غصہ اور چیز ہے۔ ان دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ فسادات پیدا ہوتے ہیں، نفس کے جذبہ انتقام سے ان سے بچنے کی ضرورت ہے۔ باقی دین کی باتوں کی حفاظت کے لئے احکام شرع کے تحفظ کے لئے ہر شخص ایک مقام رکھتا ہے۔ جس کا جیسا مقام ہو اس طریقہ پر انتظام کر سکتا ہے۔

فتویٰ کفر

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک مرتبہ تذکرہ تھا کفر کے فتویٰ کا، فلاں نے فلانے کے کفر کا فتویٰ دیا۔ فلانے فلانے کے کفر کا فتویٰ دیا۔ تھوڑا وقت اس میں خرچ ہوا۔ علماء کی جماعت تھی وہ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خاموش تھے۔ پھر حضرت بولے۔ فرمایا کہ کن لغویات میں پڑے ہو؟ یاد رکھو قیامت کو جو بخشش ہوگی تمہارے فتوے پوچھ پوچھ کر نہیں ہوگی۔ خدا کی قسم ایسے لوگ بھی ہوں گے جنکو تم پکا کافر کہتے ہو مگر وہ کھلے جنت میں جائیں گے۔ ہاں شرعی احکام کے انتظام کی خاطر کبھی فتویٰ دینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ زیادہ وقت اس میں خرچ مت کرو۔ اپنے کام میں لگو۔ اسی لئے شریعت کے نظام کو درست رکھنے کے لئے فتویٰ دینا اور چیز ہے۔

....

شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہما

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے طبقے کے مشائخ عظیمہ میں سے تھے وہ اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ دونوں ایک زمانے میں تھے۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق؟ تو انہوں نے فرمایا وہ زندیق آدمی ہیں اس کے بعد جب شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تو کہا کہ قطب وقت کا انتقال ہوگیا پوچھا کہ ان کا آخرت میں کیا معاملہ ہے؟ کہا کہ بہت اونچے آدمی ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ نے تو زندگی میں ہمیں روک دیا کہدیا کہ زندیق ہے۔ کہا کہ ہاں ان کے اوپر کچھ جذب کا اثر آگیا تھا۔ باتیں اتنی اونچی کہتے تھے کہ تمہاری سمجھنے کی نہیں تھیں۔ وہ تو زندیق نہیں تھے، بلکہ اونچے درجہ کے تھے۔ تم زندیق ہو ہی جاتے ان کی باتوں کو سن کر۔ یہ انتظامی شان دوسری ہے لیکن ہر شخص انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لے کہ سارے علماء کا انتظام کرنے والا میں ہی ہوں یہ سخت خطرناک ہے اس سے بچنا چاہئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو جو حیثیت عطا فرماتے ہیں وہ اس حیثیت سے کام لے، ہر ایک کی حیثیت الگ الگ ہے، غرض جتنے جھگڑے فسادات ہوتے ہیں بڑی تعداد تو مال کی محبت سے ہے، اور دوسری تعداد فتنوں کی ہے جذبۂ انتقام سے۔ اس کو فرمایا کہ معاف کرنے سے عزت بڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں درجات بلند ہوں گے۔ بڑا نفع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

◆ ◆ ◆

ایمان،تقویٰ،صِدق

اس بیان میں

☆......ایمان کی حقیقت،مومنین کی صفات۔

☆......تقویٰ کی حقیقت اور اس کے حصول کا طریقہ۔

☆......مدرسہ وخانقاہ کی ضرورت واہمیت۔

☆......اجتماعی اعتکاف کی اہمیت۔

....

ایمان،تقویٰ،صِدق

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ۔

حق تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ:

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس میں تین چیزیں ہیں:

(۱)......ایمان۔ (۲)......تقویٰ۔ (۳)......صدق۔

ایمان جن لوگوں کو پہلے سے حاصل ہے ان کو خطاب ہے۔ یہ نہیں کہ کافروں کو کہا جا رہا ہے کہ تم اگر ایمان لے آؤ، ان کو دوسری جگہ پر کہا گیا۔ یہاں ایسے لوگوں کو خطاب ہے جن کے اندر ایمان موجود ہے، ان کو خطاب ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو، اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

ایمان کی حقیقت

ایمان کے کیا معنیٰ ہیں؟ مان لینا۔ حضرت نبی پاک ﷺ کی ذات عالی پر اعتماد کرتے ہوئے، انکے لائے ہوئے احکام کو، دین کو مان لینا، یہ ایمان کا حاصل ہے۔ صرف جان لینا نہیں، بلکہ مان لینا۔ جانتے مشرک و کافر بھی تھے حضور اقدس ﷺ کو، چالیس سال تک

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

آپکی ایسی پاکیزہ زندگی گذری کہ سب کو تعجب تھا، آپ ﷺ کو صدوق کہتے تھے، اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھا کرتے تھے، اس وقت تو کوئی مذہبی نزاع تھا ہی نہیں۔ جب چالیس سال پورے ہو گئے اور آپ ﷺ پر غارِ حرا میں وحی آنا شروع ہوگئی اور آپ ﷺ کو پہونچانے کا حکم ہوا، تب ان لوگوں نے اختلاف کیا، کسی نے مانا، کسی نے نہیں مانا۔ ماننے والے تو بہت ہی کم تھے۔ اکثر انکار کرنے والے تھے، یہاں تک کہ چوں کہ چالیس برس کی زندگی پاکیزہ گذری جن میں کوئی انگشت نمائی کی گنجائش نہیں۔ اعتراض کا موقع نہیں ملا، اس واسطے بعضے لوگ تو یہ کہتے تھے کہ آپ تو سچے ہیں لیکن آپ کے پاس جو وحی لاوے وہ جھوٹ بولتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کو جھوٹا کہنے کی ان کو ہمت نہیں ہوتی تھی۔ چالیس برس تک آزما چکے تھے۔ دیکھ چکے تھے اچھی طرح سے۔ کیسے کہدیں ایک دم سے کہ ارے یہ تو جھوٹ بول رہے ہیں۔ تو ایمان کے معنی مان لینا، صرف جان لینا نہیں۔ ایک شخص ایک ملک میں ایک شہر میں پہونچتا ہے وہاں اس کے علم میں ہے وہ جانتا ہے کہ یہاں کا فرماں روا بادشاہ ہے، اس کا قانون ہے، اس کی کچہری ہے۔ اس کا جیل خانہ ہے۔ اس کے دفاتر ہیں۔ اس کے افسر ہیں سب باتین جانتا ہے اگر اس کے ساتھ ساتھ یہ فیصلہ بھی کرلے کہ مجھے یہاں کی حکومت کے قانون کے ماتحت زندگی گذارنی ہے تو وہ وہاں کا شہری اور وفادار کہلائے گا۔ اور اگر جاننے کے باوجود وہ مانتا نہیں کہ آہ میں اس قانون کو نہیں مانتا۔ یہ کہتا ہے تو وہ شخص وہاں کا شہری نہیں، باغی ہے۔ تو قرآن کریم کو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کو جو لوگ جانتے ہیں مگر احکام پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں یہ فیصلہ نہیں کرتے کہ ہمیں زندگی ان کے ماتحت گذارنی ہے یہ فیصلہ انہوں نے نہیں کیا وہ مومن نہیں ہیں۔ مومن وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے فیصلہ کرلیا کہ اپنی پوری زندگی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے ماتحت اور پابند ہو کر گذارنی ہے۔ وہ لوگ مومن ہیں۔ انہیں کو خطاب ہے۔

....

مومن کی صفات

سورۂ انفال میں مومن کی صفات کو بتلایا ہے۔بتلایا کہ کیا ہیں؟:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ (سورۂ انفال:۲،۳،۴)

مومن کی صفات یہ بیان کی گئی ہیں کیا؟"اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ" جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے وجلت قلوبهم ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے ہیبت زدہ ہوجاتے ہین اور جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان قوی ہوجاتا ہے۔یقین پختہ اور مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے اور اپنے رب پر وہ بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔نماز قائم کرتے ہیں،زکوٰۃ دیتے ہیں۔یہ لوگ درحقیقت سچ مچ مومن ہیں۔چوں کہ ایمان کا ترجمہ تصدیق قلبی کا ہے۔دل سے کسی بات کو مان لینا یہ ایمان کہلاتا ہے۔اور قلبی چیز تو ایسی ہے کہ وہ غائب ہے۔دوسروں کو اس کا کیسے پتہ چلے۔اس لئے اقرار باللسان کو ایمان اس لئے کہا جاتا ہے تا کہ تصدیق پر دلالت کرنے والی چیز تصدیق کے قائم مقام ہوجائے۔

تقویٰ کا حکم

تو فرمایا گیا کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے۔یعنی جب تم نے فیصلہ کرلیا تو اپنے اس ایمان کی حفاظت کرو۔ایمان کی حفاظت کیسے ہو؟ تقویٰ اختیار کرو تب تو ایمان کے اندر خیر باقی رہے گی اور اگر تقویٰ اختیار نہ کیا تو ایمان کمزور ہوتے ہوتے کہیں ختم نہ ہوجائے۔ایمان کو پختہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔

تقویٰ کسے کہتے ہیں؟

تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا چیز ہے؟ جانتے ہو؟ کہا کہ آپ کسی کنٹیلے راستہ پر کو گذرے ہیں جہاں جھاڑی کھڑی ہوں، کانٹے والی خاردار درخت ہوں، ان میں کو راستہ ہو ایسے راستہ میں کو کبھی گذرے؟ ہاں گذرا ہوں۔ کیسے گذرا کرتے ہیں؟ کہا کہ کپڑے اور جسم کو بچا کر گذرا کرتے ہیں کہ راستہ بھی طے ہو جائے۔ نہ کپڑے پر کانٹے لگیں اور نہ بدن پر کانٹا لگے۔ اس احتیاط کے ساتھ گذرتے ہیں بتایا کہ یہی تقویٰ ہے۔ آدمی اپنی زندگی ایسے طریقہ پر گذارے کہ اس کا ایمان بھی خراب نہ ہو، عمل بھی خراب نہ ہو۔ جو ماحول کے کانٹے لگے ہوئے ہیں سب طرف ان کانٹوں سے بچ بچ کر چلا جائے۔ یہی تقویٰ ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو یہ سوچتے ہوئے کہ نماز میں کسی سے بات نہ کریں۔ نماز میں کھانا نہ کھائے، پانی نہ پیئے، نماز میں ادھر اُدھر نہ جائے کہ نماز ٹوٹ جائے گی ساری خراب ہو جائیگی۔ روزہ رکھتا ہے تو سوچتا ہے پان نہ کھائے، سگریٹ، بیڑی نہ پیئے، حقہ نہ پیئے، رزہ ٹوٹ جائیگا بچ بچ کر چلتا ہے تو دل کے اندر ایک خوف ہوتا ہے جو خدا کی نافرمانی سے روکتا ہے وہ ہے تقویٰ۔ جب اللہ کو اللہ تسلیم کرلیا، اسکو حاکم علی الاطلاق مان لیا، اسکے احکام کے ماتحت زندگی گذارنے کا فیصلہ کرلیا تو اب اسکے احکام کو پورے طور پر بجالانا چاہئے اور عدول حکمی سے قانون شکنی سے پورا پورا پرہیز کرنا چاہئے۔ اگر یہ صورت اختیار کی گئی تو ایمان باقی رہیگا بلکہ قوی اور مضبوط ہوتا چلا جائیگا اور اگر یہ صورت اختیار نہیں کی تقویٰ اختیار نہیں کیا تو ایمان کمزور ہوتا چلا جائیگا نہ ایمان میں اتنی طاقت رہے گی کہ معاصی سے روک سکے نہ اتنی طاقت رہے گی کہ شرک و کفر کی باتوں سے روک سکے۔ ایمان اتنا کمزور ہوتا جائیگا۔ ایک شخص ریل میں سفر کر رہا ہے۔ اسکے ساتھ اس کا بچہ ہے بچہ کی عمر ۱۴ رسال کی ہے۔ ۱۴ رسال کے بچہ کا ٹکٹ پورا لگتا ہے لیکن بچہ دیکھنے میں کچھ کم معلوم ہوتا ہے۔ ٹکٹ آدھا لیا ہے۔ آگیا ٹی، ٹی، اس نے پوچھا کیا عمر ہے اسکی، کہدیا اس کی عمر

نو سال کی ہے۔ اب کرایہ بچانے کے واسطے اس کی عمر کم بتادی جس ایمان میں اتنی طاقت نہیں کہ جھوٹ بولنے سے دھوکہ دینے سے روک سکے وہ ایمان ذریعۂ نجات کیسے بنے گا؟ سوچنے کی بات ہے۔ ایمان ہی تو ذریعۂ نجات ہے۔ جب ایمان میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ جھوٹ سے روک دے، دھوکہ دینے سے روک دے، تو وہ کیسے مومن ہوگا؟

دھوکہ دینے والا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بازار کی طرف تشریف لے جارہے تھے ایک شخص کا غلہ کا ڈھیر پڑا ہوا ہے تجارت کیلئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اندر ہاتھ دیا۔ اندر سے غلہ نکالا تو بھیگا ہوا نکلا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا؟ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! بارش ہوئی تھی بھیگ گیا تو اس کو میں نے نیچے کردیا۔ تاکہ گاہک دیکھے نہیں۔ اسے پتہ نہ چلے کہ اندر سے بھیگا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: "من غشنا فلیس منا" جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہماری جماعت سے خارج ہے۔

جس ایمان میں اتنی طاقت نہ ہو کہ خدا کی نافرمانی سے روکدے اس کے اوپر کیا سہارا کیا جائے گا۔

ایک شخص سامان بیچتا ہے۔ کھوٹا سامان ہے، نقلی سامان ہے کہہ دیتا ہے کہ اصلی ہے۔ اعلیٰ درجہ کا ہے، اس توقع پر جھوٹ بولدیتا ہے کہ یہ خریدیگا تو کچھ پیسے مجھے نفع کے مل جائیں گے۔ جس ایمان میں اتنی طاقت نہیں کہ جھوٹ بولنے سے روکدے وہ ایمان سہارے کے قابل ہے؟ اسکے ذریعہ کیا توقع ہے کہ نجات ہوگی۔ آج جھوٹ بولنے سے نہیں روکتا ہے، دھوکہ دینے سے نہیں روکتا ہے، کل کو خدانخواستہ موقع ہو جائے تو شرک وکفر سے بھی نہیں روک سکے گا اور چنانچہ ہوتا ہے۔ جہاں ایک زد پڑی، اسی زد کے اندر آکر اپنے مسلمان ہونے سے بھی انکار کر دیتا ہے، کفر کو اختیار کرلیتا ہے۔ نام بھی اپنا بدل دیتا ہے، صورت وشکل بھی بدل دیتا ہے۔ یہ سب کچھ کرلیتا ہے۔

شرعی داڑھی نہیں

ہمارے یہاں ایک صاحب تھے اب تو انتقال ہوگیا بیچارے کا،صوفی قسم کے آدمی تھے ۔ ویسے تو انگریزی تعلیم یافتہ تھے،مزارات سے ان کا تعلق تھا،سجادہ صاحب تھے ۔طبیعت میں تمسخر بہت تھا۔کہنے لگے کہ بھائی صاحب دیکھئے میری داڑھی ،شرعی داڑھی ہے ۔نہیں ۔آج رکھی ہوئی ہے کل کو منڈ بھی سکتی ہے ۔صاف صاف خود کہہ رہے ہیں کہ میری ڈاڑھی شرعی ڈاڑھی نہیں ہے ۔آج رکھی ہے کل کو منڈ بھی سکتی ہے ۔تو جو اعمال خیر آدمی کرتا ہے اگر وہ شرعی اعمال نہیں،آج کر رہا ہے کل کو ترک بھی کر سکتا ہے، آج نماز پڑھ رہا ہے کل کو نماز چھوڑ بھی سکتا ہے آج قرآن پڑھ رہا ہے کل کو قرآن چھوڑ بھی سکتا ہے ۔

بچوں کا گھر اور ریل

لہٰذا ایمان میں جو طاقت پیدا ہوتی ہے وہ تقویٰ سے ہوتی ہے ۔چھوٹے بچے مکان بناتے ہیں چار لکڑیاں لے آئے چھوٹی چھوٹی اور جناب چار کونوں پر گاڑ دی ایک ،چادر اوپر تان دی گھر ہوگیا۔ ہاں گھر تو ہوگیا لیکن ہوا کے ایک جھونکے کو نہیں برداشت کر سکتا یہ گھر۔ایک بارش کو برداشت نہیں کر سکتا، گرمی کی تپش نہیں روک سکتا یہ،سردی کی ٹھنڈک سے نہیں روک سکتا ہے یہ،تھوڑی دیر کو تفریح کا سامان ضرور بن گیا۔بچے ریل بناتے ہیں،ایک اینٹ کے برابر اس طرح سے دوسری تیسری اینٹ کھڑی کر دی قطار لگا کر ۔ادھر سے قطار میں ماری ایک لات وہ اینٹ اس میں سے گری دوسری اسمیں سے گری تیسری ۔ریل ہوگئی،ریل چلی ۔ریل تو انہوں نے بنالی لیکن اس پر کیا سفر کر سکتے ہیں؟ مسافت قطع کر سکتے ہیں اس کے ذریعہ سے؟ نہیں کر سکتے ہیں ۔ایسا ہی حال ہے بچوں کا کھیل ہے ۔

مضبوط ایمان کا حال

ایمان ان حضرات کا تھا جنہوں نے دکھلا دیا کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ایسا

قوی ایمان عطا فرمایا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو ایمان سے ہٹا نہ سکی ایک چیز سے نہیں روک سکی۔ ایمانیات کی۔

موحّد چہ در پائے ریزی زرش چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس ہمین است بنیاد توحید و بس

[موحّد کے سر پر تم سونا رکھ دو یا اس کے سر پر ہندی تلوار رکھ دو، اس کو نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ خوف، یہی توحید کی بنیاد ہے اور بس۔]

انکے سامنے اشرفیوں کے ڈھیر لگا دیے جاتے ہیں تو ان کی طبیعت میں طمع و حرص پیدا نہ ہو، انکے سامنے چمکتی ہوئی تلوار ان کی گردن پر رکھ دی جائے تو ان کے اندر کوئی خوف و ہراس پیدا نہ ہو، طمع و لالچ جو کچھ ہے وہ اللہ کی نعمتوں کا ہے اللہ کی ذاتِ عالی کے ساتھ وابستہ ہے خوف و ہراس جو کچھ ہے وہ اللہ کی نافرمانی کا ہے، اس کی نافرمانی سے ڈرنا اور بچنا چاہئے۔

ایمان کا تقاضہ

فرماتے ہیں: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ" اے ایمان والو! جب تم نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم اپنی زندگی حضور اقدس ﷺ کے لائے ہوئے دین کے ماتحت ہو کر گذاریں گے۔ اس فیصلہ کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کے رسول کو ناپسند ہو، اللہ کو اور اللہ کے رسول کو ناخوش کرنے والی ہو، اس سے بچیں، احتیاط برتیں، تو ایمان قوی ہوگا، مضبوط ہوگا۔

تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ

اور "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" صادقین کے ساتھ مل جاؤ، تقویٰ کا طریقہ کیا ہے۔ تقوی کا طریقہ یہ ہے کہ صادقین کے ساتھ ہو جاؤ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ تو جیسا ماحول ہوتا ہے ویسے ہی آدمی پر اثرات پڑتے ہیں۔ آدمی بازار میں بیٹھتا ہے جہاں جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں، جھوٹے

بھاؤ بتائے جاتے ہیں ۔غلط سلط سودے کو اچھا بتا کر بیچا جاتا ہے، ویسا ہی اس پر اثر پڑیگا جب جھوٹوں کے پاس بیٹھے گا۔اور جو شخص جس گناہ کا عادی ہوجاتا ہے اس گناہ کو تو گناہ بھی نہیں سمجھتا ہے۔ اس کو خیال بھی نہیں آتا کہ میں کوئی گناہ کا کام کر رہا ہوں ۔ایک شخص شراب پیتا ہے، عادی ہے شراب کا، آہستہ آہستہ اسکے ذہن سے شراب کی حرمت وخباثت، نجاست سب ختم ہوجاتی ہے، وہ تو گناہ نہیں سمجھتا ہے ۔جیسا کہ پانی پی لیا جاتا ہے کھانا کھانے کے بعد، اسی طرح وہ سمجھتا ہے شراب کو بھی ۔اسی طریقہ سے جو لوگ جھوٹ بولنے کے عادی ہیں ۔عدالتوں اور کچہریوں میں رات دن جھوٹے حلف اٹھاتے رہتے ہیں، جھوٹی قسمیں کھاتے رہتے ہیں، جھوٹ بولتے رہتے ہیں، ان کو احساس ہی نہیں ہوتا ہے کہ ہم گناہ کے کام کر رہے ہیں ۔ ہر چیز کے متعلق یہی ہے ۔لہٰذا جب آدمی ایسے ماحول میں ہے جہاں معصیت عام ہے نافرمانی سب کے سب میں لگی ہوئی ہے تو جب تک وہ اس ماحول کو نہیں چھوڑے گا، اس وقت تک اس کی اصلاح آسان نہیں، لہٰذا وہاں سے نکل کر ایسے ماحول میں آجائے کہ جہاں سب سچ بولتے ہیں ۔

ایک شخص بیمار ہے گھر میں اچھا کھانا پکتا ہے مگر اس کے لئے معالج نے تجویز کر دیا پرہیز ۔اب سب لوگ بڑھیا کھانا لذیذ کھانا کھا رہے ہیں ۔ یہ پرہیزی کھانا کھاتے ہیں اس سے برداشت نہیں ہوتا۔ یہ سب کے سب اسی طریقہ پر کھانا کھائیں تو اس سے مرض میں اضافہ ہوگا۔ اور سب کے سب پرہیزی کھانا کھائیں وہ ان سے نہیں ہوتا۔لہٰذا اس ماحول کو تبدیل کر کے اس کو ہسپتال میں داخل کر دیا جاتا ہے کہ وہاں پرہیزی کھانا ملے گا، دوسرا کھانا موجود نہیں ہے ۔اس کا علاج آسان ہوگیا۔سہولت رہے گی ۔ چونکہ ماحول وہاں ایسا ہی ہے بس یہی بات ہے ۔ایک شخص ایمان لایا اور آپ کے پاس آیا کہ نماز مجھے سکھاؤ۔آپ ایک ایک لفظ ایک ایک چیز اس کو سکھائیں گے، پڑھائیں گے، بیٹھ کر بہت دیر لگے گی ۔اس کی صورت یہ ہے کہ جہاں سب لوگ نمازی ہیں وہاں اس کو داخل کر دیا جائے ۔جس طرح سے سب کو کرتا دیکھے گا کہ وضو اس طرح سے کرتے ہیں نماز اس طرح سے پڑھتے ہیں، قیام ہے، قرأت ہے،

رکوع ہے، سجود ہے، بہت جلدی اس ماحول کی وجہ سے اس کو نماز آجائے گی تو حالات کے بدلنے اور اصلاح کرنے کی بہترین صورت ماحول کی تبدیلی ہے۔

اور "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" سے یہی بتلانا مقصود ہے کہ صادقین کے ماحول میں آجاؤ۔ صادقین کے ماحول میں آجاؤ گے تو سب بات ٹھیک ہو جائے گی۔

ہجرت کی حکمت

یہی نکتہ ہے کہ ابتداء میں مدینہ طیبہ جب حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے اور وہاں آس پاس کے لوگ مسلمان ہوئے تو سب کے واسطے حضور اقدس ﷺ یہ فرما دیتے کہ مدینہ طیبہ آجاؤ۔ ہر ایک کو دین کیسے سکھایا جائے۔ ہر ایک کے واسطے آدمی بھیجا جائے، ایک ایک ایسی بستی کے لئے ایک ایک آدمی بھیجا جائے کئی کئی آدمی بھی کافی نہیں۔ اس کا طریقہ بھی یہی تھا کہ سب کے سب مدینہ طیبہ میں جمع ہو جائیں اور چرچہ ایمان ہی کا ہو، اعمال صالحہ کا ہی چرچہ ہو، یہی رات و دن کا مشغلہ ہو، کوئی سکھانے والا، کوئی سیکھنے والا، کوئی پڑھنے والا، کوئی پڑھانے والا، غرض اسی طریقہ پر کام چلے گا۔

"اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا"

حضور اقدس ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے، دیکھا کہ ایک طرف تو بعضے لوگ دعاء میں نماز میں مشغول ہیں اور دوسری جانب میں کچھ لوگ بیٹھے ہیں۔ مسئلے مسائل کی باتیں کر رہے ہیں۔ کوئی پوچھ رہا ہے کوئی بتا رہا ہے کوئی پڑھ رہا ہے، کوئی بتا رہا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا دونوں جماعتیں خیر پر ہیں۔ یہ بھی اور وہ بھی جو لوگ دعا میں تلاوت میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ ان کی مانگی ہوئی مرادیں پوری کرے یا مناسب نہ سمجھے تو نہ پوری کرے اور یہ لوگ تعلیم کا کام کر رہے ہیں۔ دین کے سیکھنے سکھانے کا۔

"اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آخر اس میں آ کر بیٹھے۔

اہل صفہ کا حال

ایک مرتبہ تشریف لائے، اصحاب صفہ کی بڑی جماعت تھی ان بیچاروں کا حال یہ تھا کہ کسی کے پاس دو کپڑے نہیں، ایک ہی کپڑا تھا کرتا تھا تو نیچے تہہ بند نہیں اور تہہ بند تھا تو اوپر چادر نہیں، ایسی حالت میں تھے وہ حضرات، حتیٰ کی ایک آدمی دوسرے آدمی کے بدن سے اپنے بدن کو چھپاتا تھا کہ کھل نہ جائے کہیں کتنی تنگی کی حالت تھی۔ حضور اقدس ﷺ تشریف لا کر ان کے پاس بیٹھتے۔ یہ لوگ دین سیکھنے کیلئے پڑے ہوئے تھے۔ بس اور کوئی مشغلہ انکا نہیں تھا۔ صرف دین سیکھنا ہی مشغلہ تھا۔ یہی ان کا مدرسہ تھا، یہی دارالاقامہ تھا۔ یہی دارالمطالعہ تھا ان کا سب کچھ یہی تھا۔ ایک چبوترہ بنا دیا تھا جس کو صفہ کہا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ اصحاب صفہ تھے ان کا مطبخ کیا تھا؟ کھانے کا؟ انصار کے یہاں باغات تھے کھجوروں کے، وہ کھجوروں کے گچھے لا کر لٹکا دیتے تھے، کسی نے ایک کھجور کھائی کسی نے دو کھالی۔ کسی نے تین کھالی، بس یہ ان کا مطبخ تھا۔ تو سارے ماحول سے کٹ کر یہ ایک ایسے ماحول میں آگئے تھے کہ جہاں دین ہے، دین کے علاوہ کوئی اور چیز ہے ہی نہیں۔ ان لوگوں کو پیسہ روپیہ رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک شخص کا انتقال ہوگیا تو اس کے سامان میں سے ایک اشرفی نکلی آپ نے فرمایا:

"دینا رکئی من النار دینار ان کیان من النار" ایک دینار ہوگا تو آگ کا ایک داغ لگے گا۔ دو دینار ہوں گے تو آگ کے دو داغ لگیں گے، یعنی وہ لوگ سب چیزوں سے ایسے ہٹ کر کٹ کر ایسا ماحول انہوں نے بنا لیا تھا کہ اس میں پیسہ، روپیہ رکھنے کی اجازت اور گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔

صادقین قیامت تک رہیں گے

یہی صورت ہے "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" کی کہ سچوں کی جماعت کے ساتھ ہو جاؤ

لوگ کہتے ہیں کہ صاحب سچے آدمی تو دنیا میں رہے نہیں، وہ غلط کہتے ہیں اگر سچے آدمی نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ کیوں حکم فرماتے کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ یقینا سچے موجود ہیں اور ایک نہیں جماعتیں موجود ہیں۔صادقین موجود ہیں۔ان کے ساتھ ہو جاؤ اور رہیں گے صادقین۔اور جس روز صادقین ختم ہو جائیں گے،تو بس اس دنیا کا کارخانہ ہی سارا ختم ہو جائیگا اس لئے ایمان کے پختہ اور قوی کرنے کی صورت یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے اور تقویٰ اختیار کرنے کی صورت ہے کہ صادقین کے ماحول میں آدمی اپنی زندگی گذارے۔

بچوں کیلئے مدرسہ کی ضرورت

بچے اپنے مکان پر نہیں پڑھتے ہیں،ماں باپ کیا کرتے ہے؟ دور دراز مدرسہ میں بھیجد یتے ہیں،بس وہاں رات و دن مشغلہ ہی پڑھنے کا ہے۔کھیل کود بھی اگر ہے بچوں کے لئے تو وہ بھی مدرسہ کے اندر ہی ہے،غلط قسم کی صحبت سے محفوظ رہیں گے،ہر وقت پڑھنے پڑھانے کے کام میں لگے رہیں گے حالات درست رہیں گے۔

خانقاہوں کی ضرورت

یہی صورت ہوتی تھی مشائخ کے یہاں کہ ان کی خانقاہ میں آگئے،سب طرف سے ہٹ کر کٹ کر،بس نماز پڑھنا ہے،تسبیح وظیفہ پڑھنا ہے۔ان بزرگ کی باتیں سننی ہیں۔ان کی باتوں سے قلوب کے اندر جلا پیدا ہوتا ہے،ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے،اللہ کی یاد آتی ہے،خشیت پیدا ہوتی ہے اپنی اصلاح کے واسطے کسی خانقاہ میں کسی بزرگ کے یہاں پہونچ گئے یہ صورتیں ہوتی ہیں۔

اجتماعی اعتکاف کی اہمیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعتکاف بھی اس کا ایک خوبصورت اور بہترین طریقہ بتایا ہے،

سب لوگ ایک نیت کے ساتھ اللہ کو راضی کرنے کے لئے، گناہوں کو چھوڑنے کے لئے، اپنے گناہ پر نادم ہونے کے لئے مسجد میں آپڑے ہیں۔ اور کوئی مشغلہ نہیں، دوکانداری نہیں کرنی ہے، یہاں بیٹھ کر کھیتی انہیں نہیں کرنی ہے ملازمت انہیں نہیں کرنی، اپنے بیوی بچوں سے نہیں ملنا، بس اللہ تعالیٰ نے کھانے کا بھی انتظام فرمادیا ہے۔ رہنے کا بھی ٹھہرنے کا بھی انتظام فرمادیا ہے۔ عافیت کے ساتھ یہاں پڑے ہیں، صادقین کی ایک جماعت ہوگئی۔

"كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"

صادقین کے ساتھ رہو تقویٰ آئے گا اور تقویٰ سے ایمان قوی ہوگا، کاش اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی قدر نصیب فرمادے، قدر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دروازے کھلے ہوئے ہیں

تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے تو دینے کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، وہاں تو کمی مانگنے والوں کی ہے دینے کی کچھ کمی نہیں ہے، اسی وجہ سے آتا ہے روایات میں کہ سماءِ دنیا پر آواز دی جاتی ہے کہ کوئی ہے سوال کرنے والا؟ کہ اس کے سوال کو پورا کروں؟ کوئی ہے گناہوں سے توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کروں؟ کوئی ہے رزق طلب کرنے والا کہ اس کو رزق دوں؟ یہ آوازیں وہاں سے آتی ہیں، اس واسطے آج ۱۲/ ۱۳/ روز گذر چکے ہیں۔ کچھ حصہ باقی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ قدر کی توفیق دے وہاں تو یہی ہے کہ جس قدر آدمی حق تعالیٰ کے انعامات کی قدر کرے گا شکر ادا کرے گا، اسی قدر حق تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ سے زیادہ نازل ہوں گی اس پر۔

اللہ رب العزت تقویٰ اختیار کرنے اور صادقین کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

◆ ◆ ◆

اصلاح قلب

اس بیان میں

اصلاح قلب کی ضرورت واہمیت اور بعض اہل اللہ کے واقعات کا بیان ہے۔

....

اصلاح قلب

نحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ اَمَّا بَعْدُ!

ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ فِیْ جَسَدِ الْاِنْسَانِ لَمُضْغَۃٌ اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔

[بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کاٹکڑا ہے، جب وہ صحیح ہوجاتا ہے پورا جسم صحیح ہوجاتا ہے، اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے پورا جسم خراب ہوجاتا ہے، خبردار وہ دل ہے]

ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا حق تعالیٰ نے رکھا ہے اور شان اس کی یہ ہے کہ اس کے اندر صلاحیت آجاتی ہے تو تمام جسم میں صلاحیت آجاتی ہے۔ اس کے اندر خرابی آتی ہے، تو تمام جسم میں خرابی آتی ہے، جانتے ہو اس کا کیا نام ہے؟ اس کا نام ہے قلب۔ جس طرح ایک بادشاہ ایک علاقہ میں حکومت کرتا ہے۔ سب ماتحت اس کا حکم مانتے ہیں، اور وہ ایک مقام پر بیٹھا ہوا ہے اپنے مکان پر اپنے دیوان خانہ میں، کچھری میں، کسی جگہ پر ہے مگر پردوں کے پیچھے ہے۔ ہر شخص وہاں تک نہیں جاسکتا ہے، وہاں سے جو بات چلتی ہے تو دوسرے آدمیوں کے ذریعہ سے چلتی ہے اور ان کے ذریعہ سب جگہ پر پھیلائی جاتی ہے۔ باقی چلتی اسی کی ہے جو اندر بیٹھا ہوا ہے۔

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

قلب بمنزلہ بادشاہ کے ہے

اس طریقہ پر انسان کا جسم بمنزلہ ایک شہر کے ہے اور اس کے اندر سینے میں قلب ہے، بعضے لوگوں نے کہا کہ قلب نام ہے عقل کا، آدمی عقل سے سمجھتا ہے۔

"لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا" (سورۃ الاعراف:۱۷۹)

[انہیں وہ دل حاصل ہوتے ہیں جو انہیں سمجھ دے سکتے ہیں۔]

سمجھ کا تعلق عقل سے ہے۔ لہٰذا قلب سے مراد عقل ہے اور عقل کا محل بتلا دیا دماغ کو یہ صحیح نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

"لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ" (سورۃ الحج:۴۶)

[حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔] (آسان ترجمہ)

قلوب کا محل بتلا دیا، کیا ہے؟ صدور ہے۔ قلب سینہ میں ہے دماغ میں نہیں ہے، بہر حال قلب کا کام سمجھنا ہے اور تمام اعضاء پر حکومت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو سمجھے اور تمام جسم کے اعضاء پر اس کو نافذ کرے، جاری کرے، یہ قلب کا کام ہے۔ کسی کا قلب سمجھتا نہیں صحیح طور پر بلکہ بات غلط سمجھتا ہے اور غلط طریقہ پر حکمرانی کرتا ہے تو جب حکمرانی غلط ہو گی تو نتیجہ نہایت خراب ہوگا۔

ایک شہزادہ کا واقعہ

ایک کتاب "اخلاق محسنی" میں ایک قصہ لکھا ہے۔ طالب علمی کے زمانہ میں پڑھا تھا۔ ایک شہزادہ شکار میں جا رہا تھا۔ چلتے چلتے سب ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا اور ایک باغ میں پہونچ گیا۔ وہاں باغ والوں نے خاطر مدارات کی، دیکھا کہ ایک بہت بوڑھا آدمی پودے لگا رہا

ہے۔شہزادہ نے کہا کہ بڑے میاں پودے کاہے کے واسطے لگا رہے ہو۔تمہارا پیر تو قبر میں لٹک رہا ہے۔مرنے کے قریب ہو رہے ہو۔اس کا پھل تم تھوڑا ہی کھا سکتے ہو۔اس نے جواب دیا کہ ہمارے بڑوں نے درخت لگایا،اس کا پھل ہم نے کھایا،ہم لگائیں گے تو آگے کو ہماری اولاد کھائے گی اور کیا بعید ہے کہ ہم بھی کھا لیں۔شہزادہ نوجوان تھا اس نے فوراً قسم کھائی اگر تم اس درخت کا پھل کھاؤ تو میری بیوی پر طلاق۔بات تھی ختم ہوگئی چلا گیا۔کچھ مدت کے بعد بادشاہ کا انتقال ہوا۔شہزادہ اس کا جانشین ہوا۔پھر وہ اس طرف کو باغ میں سے گذرا۔باغ والوں نے خاطر مدارات کی۔باقی پہچانا نہیں کہ کون ہے۔باغ والے نے اس کے سامنے پھل لا کر پیش کیا۔بادشاہ نے پھل لیا اور کچھ لانے والے کو دیا کہ تم بھی کھالو۔اس نے لے تو لیا مگر کھایا نہیں۔کوئی اور بچہ آیا اس کو دے دیا۔اس نے پوچھا کہ تم نے کیوں نہیں کھایا؟ کہا کہ ایک نکتہ ہے اس میں کیا نکتہ ہے؟ اس نے کہا کہ شہزادہ یہاں کو گذرا تھا۔میں اس وقت اس درخت کا پودا لگا رہا تھا۔اس نے یہ بات کہی تھی اب احتمال ہے کہ اس نے بڑے ہو کر شادی کر لی ہو اور اس کو یاد بھی نہ ہو۔میں اس درخت کا پھل کھالوں۔شرط کے موافق اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے۔جب بادشاہ کو خبر نہ ہو بیوی پر اس کی طلاق واقع ہوجائے تو بڑی خرابی کی بات ہے۔جب بادشاہ کے گھر ہی میں بیوی غلط طریقہ پر ہو،ناجائز طریقہ پر تو آگے رعایا کا کیا حال ہوگا؟ سب میں فساد آئے گا۔اب اس کو یاد آیا کہ ہاں یہ تو میرا ہی قصہ تھا۔شہزادہ نے کہا کہ تم تو بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔آؤ تم کو اپنا وزیر بنالوں۔اس نے کہا کہ یہ تو مناسب نہیں۔کیوں؟ اس واسطے کہ آپ مسلمان ہیں اور میں غیر مسلم ہوں۔بادشاہ مسلمان غیر مسلم وزیر۔نظام صحیح نہیں چلے گا۔جوز نار گلے میں پہنے ہوئے تھا اس کو توڑ دیا۔اور کلمہ طیبہ پڑھا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

کہا: کہ میں مسلمان ہوگیا۔اب بنالو وزیر۔نظام جب ہی صحیح رہے گا جب کہ بادشاہ اور وزیر ایک خیال اور جذبہ کے ہوں اگر جذبہ اور خیال دونوں کا الگ الگ ہوگیا تو وہ نظام

صحیح نہیں رہے گا۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک غیر مسلم تعلیم یافتہ جنگل میں رہنے والا، درخت اور پودے لگانے والا اتنا لحاظ کرتا ہے۔ آج ہم لوگوں سے اتنا لحاظ بھی نہی ہوتا کہ کسی قسم کی بات کی رعایت کردیں۔ تو بادشاہ پردہ کے اندر ہے اندر سے احکام نافذ کر رہا ہے باہر والے اس کی تعمیل کر رہے ہیں۔ آنکھ کو اشارہ کرتا ہے اندر سے حکم دیتا ہے فلاں طرف منھ کو اٹھاؤ۔ ادھر کو اچھی سی صورت جا رہی ہے اس کو دیکھو آنکھ اطاعت کرتی ہے اور فوراً دیکھتی ہے۔ زبان کو کہتا ہے کہ فلاں لفظ بولو۔ زبان اس کی اطاعت کرتی ہے۔ پیر سے کہتا ہے کہ فلاں سمت چلو۔ پیر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہاتھ سے کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کرو، ہاتھ فوراً مس کرتا ہے۔ غرض تمام اعضاء پر جو حکومت ہے وہ قلب کی حکومت ہے۔ قلب اندر سے حکومت کرتا ہے اعضاء اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگر قلب کے اندر صلاحیت ہوگی تو ان اعضاء کو وہ صحیح حکم کرے گا۔ اور یہ اعضاء اس کی اطاعت کریں گے اور اگر قلب کے اندر صلاحیت نہیں بلکہ فساد بھرا ہوا ہے تو وہ غلط قسم کے احکام نافذ کریگا اور اعضاء غلط کام کریں گے تو ظاہر بات ہے کہ:

"کَمَا تَکُونُوا یُوَلّٰی عَلَیْکُمْ"

جیسے تم ہو ویسے تمہارے اوپر والی بنایا جائے گا۔ جیسے رعایا کا حال ہوگا ویسے ہی اس کے اوپر حاکم بھی ہوں گے۔ اور جیسا حاکم حکم کرے گا ویسی رعایا ہوگی۔ یہ تو حالت ہوتی ہے۔

بادشاہ کی نیت کا اثر

بادشاہ کی نیت خراب ہوتی ہے تمام رعایا پر اس کے اثرات پڑتے ہیں۔ اسی میں (اخلاق محسنی) میں دوسرا قصہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ایک بادشاہ ایک باغ میں پہونچا۔ باغ بڑا ہرا بھرا، پھلوں سے لدا ہوا، باغ والوں سے کہا کہ بھئی مجھے پیاس لگ رہی ہے مجھے پانی پلاؤ۔ تو

باغ والا اٹھا اس نے ایک انار کو توڑا، اور اس کو نچوڑا جس سے دو کٹورے شربت کے بھر گئے۔ آدھے انار سے، بادشاہ نے پیا، اور اپنے جی میں سوچا کہ بھئی یہ تو باغ بڑا ہرا بھرا ہے، بہت شاندار ہے اس کو حکومت کے حق میں ضبط ہو جانا چاہئے۔ حکومت کی ملکیت ہو جانا چاہئے۔ یہ رعایا کی ملک میں کیوں ہے یہ سوچ کر چلدیا۔ پھر واپس آیا تو پھر کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ اس نے پھر انار توڑا، اس میں سے رس نکالتا ہے تو رس نہیں نکلتا ہے۔ دو انار میں سے آدھا کٹورا نکلا اور اس نے بہت ہی افسوس کیا کہ: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

اس نے بہت پوچھا کیا بات ہے؟ کہا: کہ جی بادشاہ وقت کی نیت خراب ہوگئی۔ برکت اٹھ گئی۔ پہلے آدھے انار سے دو کٹورے بھر گئے تھے۔ اب دو انار سے آدھا کٹورہ رس آیا۔ بادشاہِ وقت کی نیت خراب ہوگئی۔ اس کو خیال آیا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے میری نیت کی وجہ سے باغ پر اتنا اثر پڑا اپنے جی ہی جی میں اس نے توبہ کی اور کہا کہ میں اس کو قبضہ میں نہیں کروں گا جس کے قبضہ میں ہے اسی کے قبضہ میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست کرلیا اور کہا کہ بھئی مجھے تھوڑا سا انار کا رس اور پلادو۔ اب کے جو اس نے توڑا۔ اور اس میں سے رس نکالا تو پھر اسی طرح سے آدھے انار میں دو کٹورے رس کے بھر گئے۔ کیا ہوگیا۔ کیا ہوا جی یہ؟ کہا کہ اجی بادشاہ وقت کی اب نیت ٹھیک ہوگئی۔ ہم تو رات و دن اس کا تجربہ کرتے ہیں۔ بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی تو اس کے اثرات تمام رعایا پر پڑتے ہیں۔

قلب کی نیت کا اثر

تو قلب کی نیت بھی اگر خراب ہوگی تو رعایا پر اس کا اثر پڑے گا ہر چیز غلط کرے گی۔ اس واسطے حدیث پاک میں ہے کہ قلب میں صلاحیت آجائے تو تمام جسم میں صلاحیت آجائے گی۔ اس کے اندر اگر خرابی آجائے تو تمام جسم میں خرابی آجائے گی۔ انسان غلط قسم کی غذا کھاتا ہے جس سے کہ خون پیدا ہوتا ہے اور قلب میں پہنچتا ہے قلب کو

اس سے غذا پہنچتی ہے غلط قسم کے خون کی تو قلب کے اندر فساد پیدا ہوتا ہے۔ خرابی پیدا ہوتی ہے۔ ہر جگہ پر خرابی ہی خرابی چلتی رہتی ہے۔ اس لئے قلب کی اصلاح کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہاتھ پیر تو تابع ہیں قلب کے۔ قلب جدھر کو چلاتا ہے ادھر کو چلتے ہیں قلب کے اندر اگر صلاحیت ہوگی تو طاعات کا قربات کا حکم دے گا اعضاء قربتوں میں لگ جائیں گے۔ نماز کیلئے حکم کرے گا تو نماز پڑھے گا، آگر روزہ کیلئے کہے گا تو روزہ رکھیں گے، حج کیلئے کہے گا حج کیلئے جائیں گے اور اگر قلب کے اندر خرابی ہے تو بجائے نماز کی طرف جانے کے وہ کسی اور طرف چلدے گا۔ پیر تو اطاعت کریں گے وہاں جائیں گے جہاں قلب کہہ رہا ہے۔ اس واسطے ساری خرابی پیدا ہوگی۔

جنت کی نعمتوں کا حال

اور احادیث میں آیا ہے کہ جنت کی نعمتوں کا یہ حال ہوگا کہ آدمی کسی چیز کی جب خواہش کرے گا۔ دل کے اندر خواہش پیدا ہوئی فلاں چیز کی بس فلاں چیز حاضر ہوجائے گی۔ درخت کے اوپر پھل لگا ہوا ہے طبیعت میں خواہش پیدا ہوئی فوراً درخت کی شاخ سامنے آجائے گی۔ اس کو توڑو۔ قلب کے ارادے کے ماتحت ہوں گی وہاں کی نعمتیں۔ قرآن پاک میں ہے:

"فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ"

اور "وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ" (سورۂ حم السجدة:؟)

[اور اس جنت میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لئے ہے جس کو تمہارا دل چاہے، اور اس میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لئے ہے جس کو تم منگوانا چاہو۔] (آسان ترجمہ)

جس چیز کو جی چاہے وہ حاضر۔ بات کیا ہے اس میں؟ بات یہ ہے کہ جنت کی جو نعمتیں ہیں وہ نعمتیں انسان کے اعمال صالحہ اور اخلاق سے بنتی ہیں۔ جیسے اعمال اس دنیا میں کرتا ہے ویسی ہی نعمتیں اس کیلئے جنت میں تیار ہوتی ہیں اور یہاں کے جو اعمال ہیں وہ تابع ہیں قلب کی

خواہش کے۔قلب جس کام کی خواہش کرتا ہے ویسے اعمال انسان کے بدن سے صادر ہوتے ہیں۔لہٰذا جو اعمال صالحہ کئے تھے ان اعمال صالحہ کی جنت میں نعمتیں بنیں۔وہاں بھی یہ ہوگا قلب خواہش کرے گا وہ نعمتیں جو دنیا کے اعمال سے بنی تھیں جیسا کہ دنیا میں رہتے ہوئے اعضاء اطاعت کرتے تھے قلب کی اسی طریقہ پر جنت میں پہنچ کر جو نعمتیں اعمال سے بنی تھیں وہ اطاعت کریں گی انسان کے قلب کی۔انسان کے قلب میں آیا فلاں چیز کھاؤں تو فوراً وہ نعمت آجائے گی۔بیٹھے بیٹھے قلب میں خیال پیدا ہوا کہ ہاتھ کو یہاں لگانا چاہئے مچھر بیٹھا ہوا ہے اس کو اڑانا چاہئے۔ ہاتھ نے اطاعت کرلی۔اسی طریقہ پر نیک کام کرنے پر جو نعمتیں وہاں تیار ہوں گی وہ نعمتیں بھی اسی طرح پر انسان کے پاس آجائیں گی جب ارادہ کرے گا خواہش کرے گا حاضر ہوجائے گی۔

اصلاح قلب کی ضرورت

تو قلب کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔جس طرح سے انسان اپنے ظاہری بدن کی اصلاح کرتا ہے بعضے بعضے آدمی تو ہر روز غسل کرتے ہیں بعضے دوسرے تیسرے دن غسل کرتے ہیں۔بعضے ہفتہ وار غسل کرتے ہیں بعضے اور زیادہ آگے تک بات بڑھا دیتے ہیں۔ بدن کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہے آدمی۔ چہرہ پر صابون ملتا ہے اور جو چیزیں اس کے حسن کو ظاہر کردینے والی ہیں وہ لگاتا ہے۔کپڑے بڑھیا پہنتا ہے کپڑے پر دھبہ آجائے تو وہ قابل برداشت نہیں ہوتا۔تو جس طرح سے یہ چیزیں ہیں اسی طرح سے قلب کو بھی پاک و صاف کرنے کی ضرورت ہے۔تب جا کر صلاحیت پیدا ہوگی۔جس طرح کپڑے میل کچیل سے گندے ہوجاتے ہیں نجاست غلاظت سے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں اسی طرح قلب بھی گندگیوں سے گندہ اور ناپاک ہوجاتا ہے۔قلب کی گندگی برے اخلاق اور بری عادات سے ہوتی ہیں قلب میں تکبر پیدا ہوجائے حسد پیدا ہوجائے۔بخل پیدا ہوجائے

ریاکاری وشہرت پیدا ہوجائے ظلم و بے رحمی پیدا ہوجائے قلب ان سب چیزوں سے گندہ اور ناپاک ہوجاتا ہے۔

افریقہ میں ایک مجلس

افریقہ میں ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب آئے جو علماء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت بولتے ہیں جماعتیں جاتی ہیں تو ان کے پاسپورٹ ویزا کے لئے بھی بڑی کوشش کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ مجلس میں بیٹھے بیٹھے انھوں نے کہا۔ مفتی بابا! دیکھو میری داڑھی ہے یہ لوگ مجھے پریشان کرتے ہیں۔ ہے تو داڑھی۔ ذرا سی کم ہے بس اتنی سی تو کم ہے۔ داڑھی ان کی پوری ایک مشت نہیں تھی۔ ایک مشت سے کچھ کم تھی۔ کہا کہ اتنی سی تو کم ہے۔ مجھے پریشان کرتے ہیں۔ اب بتاؤ میری داڑھی یہ ہے یا نہیں ہے۔ اسی مجلس میں تذکرہ آیا تھا چودہ لاکھ روپے کا میں نے کہا ایک بات بتائیے۔ چودہ لاکھ روپیہ جس کے پاس ہیں وہ مالدار ہے؟ کہنے لگے کہ ہاں ہے مالدار ہے، میں نے کہا کہ اگر کسی کے پاس چودہ ہزار ہوں؟ تو وہ بھی ایک قسم کا مالدار ہے۔ میں نے کہا کہ جس کے پاس صرف چودہ روپے ہوں کہنے لگے کہ ارے وہ کیا مالدار ہے؟ میں نے کہا کہ روپیہ تو ہے اس کے پاس۔ مالدار کیوں نہیں۔ چودہ روپے مال نہیں ہے کیا؟ میں نے کہا دیکھئے آپ ٹوپی اوڑھے ہوئے ہیں۔ کتنی خوبصورت ٹوپی ہے اگر اتنی سی یہاں سے جل جائے تو اسے پھر پہنو گے؟ اتنی سی تو کم ہوئی جل کر۔ باقی تو ٹھیک ہے۔ یہ پاجامہ ہے اتنا سا یہاں سے جل گیا چوہے نے کاٹ ڈالا۔ پھر پہنیں گے اسے؟ کہنے لگے کہ بابا! سمجھ گیا۔ سمجھ گیا۔ اب کہاں تک سمجھاوے گا۔

قلب کی صفائی کی ضرورت

تو کہنا یہ ہے کہ اپنے بدن کو لباس کو مکان کو دکان کو آراستہ کرنے کی تو فکر رہتی

ہے۔ ہر سال مکان کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ دکان کی ہر روز صفائی کی جاتی ہے ملازم موجود ہیں گھروں میں فرش کو دھونے کے لئے صاف کرنے کے لئے کپڑوں کا انتظام کیا جاتا ہے صفائی کا۔ بستر کا صفائی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہاتھ منھ کی صفائی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قسم قسم کے صابون استعمال کئے جاتے ہیں۔ قسم قسم کے تیل استعمال کئے جاتے ہیں لیکن قلب کی صفائی کا انتظام نہیں۔ اس کے اوپر محنت کی ضرورت ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں سب سے زیادہ انتظام سب سے زیادہ اہتمام قلب کی صفائی کا تھا۔ قلب کی صفائی اصل چیز تھی اور چیزوں کی صفائی ہوئی ہوگئی نہ ہوئی نہ سہی۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے حالات کو تلاش کیجئے یہی ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک کیا تھا؟ عامۃً ایک چادر اوڑھے ہوئے، ایک لنگی باندھے ہوئے۔ بس یہی لباس تھا۔ اور وہ جو حدیث میں آتا ہے:

"رفع يديه حتىٰ رؤى بياض ابطيه"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آگئی۔ یہ سفیدی تو جب ہی نظر آئے گی کہ جب کرتا پہنے ہوئے نہ ہوں۔ چادر اوڑھے ہوئے ہوں، اسی میں وقت گذار دیتے تھے تو جتنی صفائی لباس کی ہے جتنی ستھرائی چہرے کی ہے چمڑے کی ہے اس سے زیادہ قلب کی صفائی کی ضرورت ہے۔

تلوار کا نیام پرانا ہے مگر دھار بہت تیز ہے

جس وقت میں فارس سے جنگ ہوئی ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوج لے کر گئے ہیں وہاں اول ایک وفد گیا۔ بادشاہ کے دربار میں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہم کس مقصد کے لئے آرہے ہیں۔ اس میں صرف اتنی سی بات سنانی ہے۔ جو تلوار کا نیام تھا وہ ذرا بوسیدہ پرانا تھا۔ اس وفد کے جو امیر تھے۔ اس امیر کے تلوار کا نیام بوسیدہ پرانا تھا تو

جہاں اور گفتگو ہوئی وہاں اس کا بھی تذکرہ آیا۔ فارس والوں نے کہا کہ آپ کی تلوار کا نیام بہت پرانا ہے بوسیدہ ہے۔ فرمایا کہ ہاں پرانا ہے لیکن تلوار کی دھار بہت تیز ہے۔ بتلا دیا کہ اصل مقصود جو کچھ ہے وہ تلوار کی دھار ہے، کام اس سے لیا جاتا ہے وہ تیز ہے وہ اصل ہے اس کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ نیام کا کیا تھا؟ پرانا ہوا، بوسیدہ ہوا کیسے ہوا؟ اسی قسم کی اندر ایک چیز ہے قلب ہے، اس کی صفائی وستھرائی کی ضرورت ہے۔ وہ ایک دم صاف ہو۔ اس کے اندر اللہ کا نور رہو، اللہ کی یاد مرکوز ہو، اللہ کی ذات پر اعتماد موجود ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنتوں کے اتباع کا داعیہ قویہ اس کے اندر موجود ہو، احکام کی اطاعت اس میں موجود ہو، چاہے کپڑے پرانے ہوں یا کچھ ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نائی کو جواب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دکان پر کو گذر رہے تھے۔ ساتھ میں ایک خادم غلام بھی تھے۔ وہاں ایک نائی کو دیکھا، اس کی دکان پر ارادہ کیا صفائی کرانے کا۔ اصلاح بنانے کا۔ نائی رئیسوں اور نوابوں کی حجامت بنانے کا عادی تھا۔ اس نے ان کے پرانے کپڑے دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ تو خود سائل معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کیا دیں گے؟ اس نے حجامت بنانے سے انکار کر دیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے تاڑ گئے کہ کس وجہ سے انکار کیا ہے، غلام سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ہیں اشرفیاں ہیں دس ہیں۔ نائی کو دس اشرفیاں دیدیں اور اشعار پڑھتے ہوئے وہاں سے چل دیئے کہ میرے جسم پر کپڑے ہیں ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو دو پیسے کے بھی کوئی نہ خریدے۔ لیکن اللہ نے اس کے اندر جان ایسی رکھی ہے نفس اس کے اندر ایک ایسا رکھا ہے کہ بہت سوں کے مقابلہ میں تنہا اپنی مثال ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا مقصود تکبر کرنا نہیں تھا بلکہ بتانا تھا کہ تمہاری نظر کپڑوں پر پڑتی ہے اور جو اصل چیز ہے اس سے تم غافل رہتے ہو اس لئے قلب کی صفائی کی ضرورت ہے اگر

آدمی جبہ قبہ بہت اچھا بڑھیا پہن لے، لباس رعب دار ہو لیکن قلب کے اندر اس کے خرابی ہے۔ اخلاق اچھے نہ ہوں، خالی قلب کے اندر تکبر بھرا ہوا ہو تواضع نہ ہو، قلب کے اندر حسد بھرا ہوا ہو، ایثار و ہمدردی نہ ہو، قلب کے اندر بخل بھرا ہوا ہو، سخاوت نہ ہو، تو کیا وہ آدمی ہے؟ صفات تو اس کے اندر جانوروں کی بھر رہے ہیں، نام اس کا رکھ دیا ہے آدمی، انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ شرف انسان کو عطا فرمایا ہے۔ اپنی تخلیق کے اعتبار سے پھر اس کے صفات و کمالات بھی اعلیٰ درجہ کی ہونا چاہئیں۔ جو صفات جانوروں کے ہیں جو ناپسندیدہ ہیں غیر مسلموں کے صفات ہیں جو جانوروں کے ساتھ ملتے جلتے ہیں ان کے صفات ان کے اندر ہیں۔ ان صفات کی وجہ سے اس کی شرافت کہاں ہے؟ یہ صفات تو جانوروں میں بھی ہیں۔

اہل اللہ کے یہاں قلب کی صفائی کا اہتمام

اسی واسطے اہل اللہ قلب کی صفائی کا انتظام کرتے ہیں جو ذکر کراتے ہیں۔ ذکر قلبی کراتے ہیں۔ وہ قلب کی صفائی کیلئے کراتے ہیں۔ دوسرے اذکار میں وہ بھی قلب کی صفائی کے لئے کراتے ہیں۔ قلب کے اندر انسان کے اللہ تعالیٰ کی تجلیات آتی ہیں۔

دل گذرگاہ جلیل اکبر است

[دل! جلیل الکبر (حق تعالیٰ شانہ) کی گذرگاہ ہے۔]

اس لئے خداوند تعالیٰ کی تجلی تو جب ہی آئے گی جبکہ اس قلب کو صاف کیا جائے۔ اگر کسی بادشاہ کو کسی اونچی شخصیت کو آپ اپنے مکان پر دعوت دے دیں، بلائیں اور ایک طرف بھیڑ بندھ رہی ہیں، بکریاں بندھ رہی ہیں، ایک طرف کتے بندھ رہے ہیں، ایک طرف گائے کے بول و براز ہوں، مکان کا یہ حال اور بلا رہے ہیں اتنے بڑے کو۔ بھئی اس کے بلانے سے پہلے مکان کی صفائی تو کر لی جائے۔ اس کے قابل مکان کو تو بنا لیا جائے۔ اسی

وجہ سے خداوند تعالیٰ کی تجلیات کو قلب کے اندر لینے کے لئے قلب کی صفائی کی بھی تو ضرورت ہے۔ قلب کی صفائی کی جائے تو جا کر کچھ دن میں حق تعالیٰ کی نسبت عطا ہوگی۔

اس کو خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آ جا! اب تو خلوت ہوگئی

اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔

❑❑❑

حُبّ رسول ﷺ اور صفاء قلب

اس بیان میں

☆......حُبّ رسول ﷺ کی ضرورت واہمیت۔
اوراس کے حصول کا طریقہ۔
☆......حُبّ رسول ﷺ سے متعلق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات۔
☆......حب رسول ﷺ کا انعام۔
☆......صفائے قلب کی اہمیت۔

....

حُبّ رسول ﷺ اور صفاء قلب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ اَمَّا بَعْدُ!

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ! ان قدرت ان تصبح وتمسی وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ غش لاحد فافعل ثُمَّ قَالَ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ الترمذی)

[حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے، اگر تم اس کی قدرت رکھتے ہو کہ صبح وشام اس حال میں کرو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے میل کچیل نہ ہو، تو ایسا کرلیا کرو اور یہ میری سنت ہے، اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔]

حضرت انس رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں تقریباً دس برس رہے جب حضور اقدس ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت ان کی عمر نو دس سال کی تھی۔ ان کی والدہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجد یا تھا کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کیا کریں۔ تقریباً دس سال تک خدمت میں رہے۔

بیان کرتے ہیں کہ کبھی حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے باز پرس نہیں کی کہ فلانا کام

کیوں کیا ہے؟ فلانا کام کیوں نہیں کیا؟ جس کام کیلئے آپ ﷺ نے کہا فلاں کام کرا ور میں نے نہیں کیا۔ اس پر باز پرس نہیں کی کہ فلانا کام کیوں نہیں کیا۔ جس کام کو حضور ﷺ نے منع فرمایا اس کو میں نے کرلیا تو اس پر باز پرس نہیں کی۔ کیوں کیا نہ ایجاباً نہ سلباً باز پرس نہیں کی۔ ہمیشہ آپ نے شفقت سے کام لیا۔''فاعفوا و اصفحوا۔ فاعفوا و اصفحوا'' معاف کرو، اعراض کرو۔ درگزر کرو۔ حضور اقدس ﷺ نے اسی سے کام لیا کبھی ایسا ہوتا کہ حضور اقدس ﷺ مجھے کسی کام سے بھیجتے میں کہتا کہ میں نہیں کرنے کا اور میرے جی میں ہوتا تھا کہ کروں گا۔

مال اور اولاد کیلئے برکت کی دعاء

ان کی والدہ نے ان کیلئے درخواست کی کہ حضور اقدس ﷺ یہ آپ کے خادم ہیں۔ ان کے لئے دعاء کیجئے۔ حضور اقدس ﷺ نے دعا کی اولاد کی برکت اور مال کی برکت کی۔ دو برکتوں کی دعا کی۔ اللہ ان کے مال میں برکت دے، ان کی اولاد میں برکت دے۔ مال کی برکت کا یہ حال تھا کہ ان کا ایک باغ تھا اس باغ میں پھل دو دفعہ آتا تھا۔ سال بھر میں۔ سب دنیا میں تو دستور یہ ہے کہ سال بھر میں ایک دفعہ پھل آتا ہے مگر ان کے باغ میں دو دفعہ پھل آتا تھا۔ ایک درخت ان میں ایسا تھا کہ جس میں ایک ہی مرتبہ پھل آتا تھا معلوم ہوا کہ کسی اور کا لگایا ہوا ہے۔ انہوں نے اسے اکھاڑ کے دوبارہ لگا دیا تو اس میں بھی دو دفعہ پھل آنے لگا۔

اولاد کی برکت کا حال یہ تھا کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ میں بتلاتے ہیں کہ ایک سو بیس اولاد اپنی براہ راست میں نے اپنے ہاتھ سے دفن کئے۔ اولاد سے اولاد پیدا ہوتی چلی جارہی ہے اور جس وقت یہ طواف کرتے تھے بیت اللہ شریف کا تو ان کی اولاد ساتھ ہوتی تھی مطاف بھر جاتا تھا۔ اتنی اولاد اللہ نے ان کو عطا فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقتیں فرمائی ہیں ان پر۔ ان ہی شفقتوں میں خصوصی یہ ایک نصیحت ہے۔ کیا؟

دل کو صاف رکھنے کی نصیحت

"ان قدرت ان تصبح و تمسی ولیس فی قلبك غش لاحد فافعل"

اے بیٹے! بڑی شفقت کے ساتھ فرمایا۔ اے بیٹے! اگر تو ایسا کر سکے کہ صبح کو یا شام کو تیرے دل میں کسی کی طرف سے کدورت نہ ہو تو کر گذر سب کی طرف سے دل صاف رکھ۔ بڑی اعلیٰ رجہ کی نصیحت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں تو ساری اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی ہیں کوئی ہماری سمجھ میں آجاوے تو ہم بھی کہہ دیں کہ اعلیٰ درجہ کی نصیحت ہے۔ وہاں تو ساری اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ساری کار آمد ہیں۔ کسی کی طرف سے دل میں کدورت رکھنا، غیظ و غضب رکھنا، کھوٹ رکھنا، اس سے منع فرمایا کہ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ آج ہمارا حال کچھ اور ہے۔ کوئی شخص سلام بھی کر لیتا ہے راستہ میں تو سمجھتے ہیں کہ ضرور اس کی کوئی غرض ہوگی جو اس نے سلام کیا ہے۔ ویسے تھوڑی ہی سلام کرے ہے کوئی۔ سلام روستائی بے غرض نیست۔

اہل شوریٰ سے ملاقات نہ کرنے کی وجہ

دیوبند میں بھی ایک ایسا ہی قصہ پیش آیا کہ وہاں کے شوریٰ کے ارکان میں سے ایک صاحب نے مجھے خط لکھا کسی بات کیلئے اور یہ معذرت پیش کی کہ شوریٰ کے اجلاس میں آنا ہوتا ہے مگر وہاں اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ آپ سے ملاقات کرلوں۔ جی بہت چاہتا ہے ملاقات کرنے کو۔

میں نے جواب میں لکھا کہ میں باوجود فرصت کے بھی آپ سے ملاقات نہیں کرتا۔ فضا ایسی بن گئی کہ جو ماتحت ملازم مدرس کسی شوریٰ کے رکن سے ملتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ کوئی اپنی غرض لے کر آیا ہوگا کہ میری ترقی کرادو میرے واسطے یہ سہولتیں مہیا کردو۔ ایسی فضا بن چکی ہے میں نے کہا کہ مجھے فرصت بھی ہوتی ہے تو بھی میں آپ حضرات میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ راستہ کاٹ کر چلا جاتا ہوں۔ کبھی آپ اس راستے میں مل جائیں گے تو میں اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا

راستہ اختیار کرلیتا ہوں اسی وجہ سے یہ کیفیت ہم لوگوں کی ہوگئی ہے۔خود غرضی کی ملیں گے تو اپنی غرض سے ملیں گے۔ بلاغرض کے نہیں ملیں گے اور دل کے اندر کھوٹ رکھتے ہیں۔اس لئے فرمایا کہ اگر تجھ سے ایسا ہوسکے صبح کرے اس حال میں کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کھوٹ نہ ہو شام کرے اس حال میں کہ کسی طرف سے کھوٹ نہ ہو۔ بڑی عجیب چیز ہے کرگذر اس کو۔ پھر فرمایا کہ بیٹے یہ میری سنت ہے۔ یہ فرمایا۔اور جو شخص میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔اس دنیا میں حق تعالیٰ نے دس سال تک خدمت میں رہنے کا موقع عنایت فرمایا۔کتنی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں قربان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر۔خدمت کی کسی شخص کو سعادت نصیب ہوجائے تو اس پر تو ساری نعمتیں قربان۔ دنیا میں تو یہ ہے آخرت میں بھی ہوجائے گا۔آخرت کا قرب آخرت کی معیت نصیب ہوجائے۔ دین و دنیا دونوں بن گئیں۔

جنت میں آنحضرت ﷺ کی رفاقت کی درخواست

ایک اور صحابی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ پانی لاکر دیا،غالباً اخیر شب کا وقت تھا تہجد کے لئے پانی لاکر دیدیا۔وضو کرنے کے واسطے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔مانگ کیا مانگتا ہے۔قسمت کھل گئی اس کی جس کو سرورِ عالم ﷺ فرمادیں کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔انہوں نے کہا کہ میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں جنت میں۔جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مل جائے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔ اَوْغَيْرَ ذٰلِكَ۔ ارے کچھ اور اس کے سوا۔کہا کہ نہ میری خواہش تو یہی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی ترکیب بتادی: "فاعني علىٰ نفسك بكثرة السجود" [کثرت سجود کے ذریعہ اپنے نفس کے خلاف میری مدد کرنا۔] میری مدد کرنا تم میرے ساتھ جنت میں رفاقت چاہتے ہو تو میری مدد کرنا اپنے نفس کے خلاف چاہے نفس نہ چاہتا ہو نفس

برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہو لیکن اپنے نفس کے خلاف میری مدد کرنا بکثرۃ السجود۔ سجدے کثرت سے کرنا، نماز کثرت سے پڑھنا یعنی جب نماز کثرت سے پڑھو گے تو بس تمہاری یہ مراد پوری ہو جائے گی اور میرے ساتھ جنت میں چلے جاؤ گے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی چائے کی خدمت

گنگوہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم۔ وہ تہجد کے وقت میں چائے پلایا کرتے تھے حضرت کو۔ اور بہت بڑھیا بناتے تھے چائے۔ کچھ داد بھی چاہتے تھے۔ کچھ داد دیں، کچھ چائے کی تعریف کردیں جی خوش ہو جاتا میرا کہ ہاں اس کی بنائی ہوئی چائے مزیدار ہے۔

ایک روز حضرت سے پوچھا کہ چائے کیسی؟ حضرت نے فرمایا کچے پانی کی بو ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کچا پانی کہاں سے آگیا چائے میں، پھر انھوں نے پیالیوں کو دھو کر تولیہ سے پونچھ کر آنچ کے سامنے کیا۔ یہاں تک کہ ساری نمی اس کی آگ سے جل کر ختم ہوگئی۔ اسکے بعد چائے جو انہوں نے بنا کر دی۔ پوچھا کہ حضرت آج کیسی چائے ہے؟ فرمایا کہ آج نہیں کچے پانی کی بو۔ وہ جو پیالی دھلی نہیں اس کے اندر کچھ نمی باقی رہ گئی۔ وہ نمی تھی کچے پانی کی بو۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست

ایک روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی مولوی حبیب الرحمن! سب لوگ اپنی اپنی باتیں کہتے ہیں۔ تم اپنی بات کبھی کیوں نہیں کہتے؟ کسی چیز کی ضرورت ہو خواہش ہو، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! بس ایک خواہش ہے دل میں۔ یہاں تو خدمت کا موقع مل جاتا ہے اللہ تعالیٰ وہاں بھی خدمت کا موقع نصیب فرمادے دوسرے عالم میں بھی۔ یہ خواہش ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ضرور انشاء اللہ ضرور۔ تو جس شخص سے محبت ہو یہ دنیا تو ایسی ہے کہ اس سے تو بہرحال جدائی

ہو کر رہے گی۔ دنیا کی ہر چیز سے جدائی ہو کر رہے گی۔ جس سے چاہو محبت کرلو اس سے تو چھوٹ ہونی ہی ہے۔ افتراق ہونا ہی ہے موت تو فراق کر ہی دے گی۔ بسا اوقات زندگی میں بھی فراق ہو جاتا ہے ورنہ تو موت تو فراق کر ہی دیگی لیکن اگر آخرت میں رفاقت نصیب ہو جائے تو وہاں فراق کی کوئی صورت نہیں، وہاں موت ہے ہی نہیں۔ موت کا قصہ ہی وہاں مٹا دیا گیا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کی محبت بڑھانے کی تدبیر

اس لئے حضور اقدس ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت فرمائی اور ایک بڑی گر کی بات فرمادی:

"أن ذلك من سنتي فمن احب سنتي فقد احبني"

تو جو شخص میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

"ومن احبني كان معي في الجنة"

اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ تو حضرت نبی کریم ﷺ کی محبت ہونے اور محبت بڑھانے کی بھی تدبیر بتادی۔ حضور اقدس ﷺ کی سنت سے محبت کرنی چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کو جس قدر بھی آدمی محبوب رکھے گا اسی قدر حضور اقدس ﷺ سے محبت زیادہ ہوگی۔ دونوں راستے ہیں۔ یہ راستہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے محبت ہو تو حضور اقدس ﷺ کی سنت سے بھی محبت ہوگی۔ یہ راستہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی سنت سے محبت کی جائے تو حضور اقدس ﷺ کی محبت نصیب ہوگی، تو حضور اقدس ﷺ کی سنت نصیب ہوتی ہے سنت سے محبت کرنے سے اور سنت کی اتباع نصیب ہوتی ہے حضور اقدس ﷺ کی محبت سے۔ تو دونوں چیزیں ساتھ ساتھ ہیں۔ کبھی آدمی ادھر سے چلتا ہے، کبھی آدمی ادھر سے چلتا ہے۔ اولاً حضور اقدس ﷺ سے محبت اور جب حضور اقدس ﷺ سے محبت ہے تو تلاش کرتا ہے کہ فلاں چیز میں حضور اقدس ﷺ کی سنت کیا ہے؟ فلاں چیز میں حضور اقدس ﷺ کی

سنت کیا ہے؟ ان سنتوں کو تلاش کر کے ان سے محبت کرتا ہے۔

کدّو کی محبت

یہی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کھانا نوش فرما رہے ہیں پیالے میں شوربہ تھا کدو کا۔ کدو کے جو قتلے تھے وہ اندر تھے۔ حضور اقدس ﷺ انگلی ڈال کر اسمیں سے کدو کا قتلہ تلاش کر کے نوش فرما رہے تھے۔ جان لیا تو بس حضور اقدس ﷺ کو کدو مرغوب ہے، اسی روز سے مجھے بھی مرغوب ہو گیا۔ معلوم ہو گیا کہ ہاں حضور اقدس ﷺ کی سنت یہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی مرغوب چیز یہ ہے۔ اس سے محبت ہو گئی۔ لہٰذا کدو مرغوب ہو گیا۔

ساری عمر گریبان کھلا رکھنا

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کا گریبان کھلا ہوا دیکھا۔ حضور اقدس ﷺ کی یہ ادا مجھے ایسی پسند آئی کہ پھر میں نے ساری عمر گریبان میں بٹن لگایا ہی نہیں کبھی، کھلا ہی رکھا۔ اس واسطے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسا کیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کو حضور اقدس ﷺ سے محبت ہو گی وہ تلاش کر کر کے حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرے گا۔ اپنی پوری زندگی میں جاری و ساری کرے گا وہ سوچے گا کہ میری زندگی کا کوئی بھی گوشہ سنت سے خالی نہ ہو ہر جگہ پر سنت ہی سنت ہو۔ یہ ہے محبت کا تقاضہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت سے محبت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے ان سے چند باتیں کہی گئیں۔ بطور مشورہ کے ایک یہ کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار نہ بنائیں۔ انہوں نے صاف جواب دیا کہ جسے حضور اقدس ﷺ نے سپہ سالار بنایا ہو میں تو اسے سپہ سالار رکھوں گا۔ میں تو معزول نہیں کر سکتا۔ دوسرے یہ کہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار نہ بنایا جائے کہا کہ یہ بھی

نہیں ہوسکتا۔ حضور اقدس ﷺ نے تو خود اخیر عمر میں جھنڈا بنا کر ان کے حوالہ کیا تھا سپہ سالار وہی رہیں گے۔ غرض ہر چیز میں یہی تھا کہ جو بات حضور اقدس ﷺ نے کر لی ہے اس کو برقرار رکھنا ہے۔ جس چیز سے حضور اقدس ﷺ نے اجتناب کیا ہے اس سے بچنا ہے۔ یہ گہری علامت ہے سنت کی۔ یہی علامت ہے حضور اقدس ﷺ سے محبت کی۔

محبت قلبی چیز ہے

محبت حقیقت میں ایک قلبی چیز ہے زبان سے نعروں کی چیز نہیں۔ قلبی چیز ہے اس کا اثر انسان کی تمام زندگی میں سرایت کر جاتا ہے۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے قلب میں محبت ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو قلب پسند کرے گا۔

شربت کو دیکھ کر رونا

ایک دفعہ ایک شربت لایا گیا۔ شربت کیا ہے؟ دودھ میں شہد ڈال دیا گیا پینے کے لئے لایا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور دیکھ کر رو پڑے کہ میں اسے حرام یا ناجائز تو نہیں کہتا باقی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں پیا ہے۔ اس لئے میں نہیں پیتا چھوڑ دیا۔ اس کو نہیں نوش فرمایا۔ اس لئے جو چیزیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت فرمائی ہیں تقاضائے محبت یہی ہے کہ ان کو بھی اختیار کیا جائے۔ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عادت کے طور پر بطریق اباحت ان پر عمل فرمایا ہو۔ واجب کی حیثیت سے نہ اختیار کیا ہو۔ اور ان کے ترک پر کوئی وعید نہ ہو تو بھی محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ جو طریق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اسی طریقہ کو اختیار کیا جائے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے اتباع کا حکم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے متعلق ایک تو قرآن پاک میں ہے: "قُلْ

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ " (سورۂ آل عمران:۳۱)[(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا، اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔] (آسان ترجمہ) اللہ کے رسول کا اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کریں گے تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہمیں اللہ سے محبت ہے اس دعویٰ کی سچائی اور دعویٰ کی شہادت کے لئے کیا چیز چاہئے؟ چاہئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو، نتیجہ اس پر کیا مرتب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

یہود ونصاریٰ اور مشرکین کا طریقہ اور ان کی تردید

چوں کہ اس زمانہ میں تین قسم کے آدمی تھے:

(۱)......یہودی۔ (۲)......نصاریٰ۔ (۳)......مشرکین۔

یہودی اور نصرانی کیا کہتے تھے؟ "وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ" (سورۂ توبہ:۳۰)

[یہودی تو یہ کہتے ہیں: کہ عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، اور نصرانی یہ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔] (آسان ترجمہ) ان سے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کی پرستش کیوں کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ اصل مقصود تو اللہ کی محبت اور اللہ کی اطاعت ہے اور یہ ذریعہ ہیں اللہ تک پہنچنے کا۔

تیسرا فرقہ مشرکین کا تھا، وہ کہتے تھے:

"ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى" ہم جو بتوں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں براہ راست ان کو معبود نہیں کہتے بلکہ یہ ذریعہ قرب ہیں۔ ان کے ذریعہ سے ہماری رسائی خدا تک ہو جائے گی۔

تو مقصود ان سب فرقوں کا یہ تھا کہ ہمیں اللہ ہی کی عبادت کرنی ہے اصالۃً ہمارا تعلق اللہ سے ہے، ہمیں اللہ سے محبت ہے اس کا طریقہ قرآن پاک نے بتایا کہ جو طریقے ان لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں وہ سب غلط ہیں۔ اللہ سے اگر محبت ہو تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ "فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ" اللہ تم سے محبت کرنے لگیں گے تمہیں محبوب بنالیں گے: "وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" جو خطا قصور ہوا زندگی میں اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے، اللہ تعالیٰ کی شان ہی یہ ہے کہ وہ غفور الرحیم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

ان میں ایک شخص نے کہا کہ جس طرح سے یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کو خدائی کے درجہ تک پہونچادیا تو یہ حضرت محمد ﷺ بھی یہ چاہتے ہیں کہ مجھے بھی خدائی کے درجہ تک پہونچادیا جائے۔ اس نے کہدیا کہ: "فَاتَّبِعُوْنِیْ" میرا اتباع کرو۔ اس کی تطبیق کیلئے اگلا جملہ ارشاد فرمایا: "قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ" آپ کہدیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت بحیثیت رسول ہے، ذاتی شخصیت کی وجہ سے نہیں اطاعت کی جارہی ہے اللہ نے جو سب سے بڑا عہدہ عطا فرمایا وہ رسول کا ہے وہ عبدیت کا ہے۔ عہدہ کے پیش نظر حضور اقدس ﷺ کی اطاعت کی جارہی ہے۔ وہ تو اطاعت اللہ ہی کی ہے۔

"وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے چونکہ رسول تو اپنی طرف سے کچھ کہتے نہیں۔

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (سورۃ النجم: ۳،۴)

[اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔] (آسان ترجمہ)

وہ تو جو کچھ کہتے ہیں بذریعہ وحی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہونچاتے ہیں۔ لہٰذا

رسول کا پیغام اللہ ہی کا پیغام ہے تو اس شخص کی تردید کے لئے یہ آیت نازل ہوئی:

"فَاِنۡ تَوَلَّوۡا" اگر پھر بھی پیٹھ پھیرو گے۔

"فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ" اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے وہ تو مومن سے محبت کرتے ہیں اور رسول کو تو بھیجا ہی جاتا ہے اس لئے۔

"وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ" رسول کے بھیجنے کا تو منشا ہی یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔

سنت کی محبت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں سنت کی محبت اور سنت کی محبت کا مفضی ہونا حضور اقدس ﷺ کی محبت کی طرف معلوم ہوگیا۔

"وَمَنۡ اَحَبَّ سُنَّتِیۡ فَقَدۡ اَحَبَّنِیۡ" جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ لہٰذا اپنی زندگی میں تلاش کرکے ایک ایک سنت کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی سے حضور اقدس ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت کا انعام

"ومن احبنی" جو شخص حضور اقدس ﷺ سے محبت کرے گا، "کان معی فی الجنة" وہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جنت میں ہوگا تو یہ نصیحت مخصوص نہیں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بلکہ تمام امت کے واسطے ہے جو بھی اس پر عمل کریں گے وہ اسی بشارت کے مستحق ہیں۔

دل کی حفاظت

لہٰذا کسی کی طرف سے دل کے اندر کھوٹ نہیں رکھنا۔ گُر کی بات یہ ہے۔ دل صاف ہے

اپنا تو انشاء اللہ کوئی ضرر نہیں پہونچاوے گا۔ اگر کوئی شخص کھوٹ رکھ کر بھی آئے گا شرارت کی نیت سے بھی آئیگا اور ادھر سے اپنا دل صاف ہے تو انشاء اللہ اسکی شرارت سے کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔ اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والے ہیں اور جو اپنی ہوشیاری اور اپنی چالاکی کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتے ہیں تو بسا اوقات اس میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ حفاظت کرنے والا اللہ ہے اسی کے ذریعہ سے حفاظت ہوسکتی ہے اور کسی کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتی ہے۔ ایک عارف نے کہا:

نیازارم خود ہرگز دلے را
کہ ترسم درو جائے تو باشد

[میں ہرگز کسی دل کو نہیں ستاتا اس لئے کہ ڈرتا ہوں کہ اس میں تیری جگہ ہو۔]

میں کسی بھی دل کو اپنی طرف سے نہیں ستاتا، دکھ نہیں پہونچاتا۔ بس مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو نہ اس کے دل میں ہو۔ وہ محبوب حقیقی کا سچا بندہ مخلص ہو، اور محبوب حقیقی کی یاد اس کے دل میں موجود ہو۔ اس کے قلب کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات عالی کے ساتھ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔ تو وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرنے والا ہو میں کیسے ستاؤں؟ اس کی دل آزاری کیسے کروں۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا کہ دیکھو! یاد رکھو یوں انگلی اٹھا کر کے آدمی بڑے سے بڑا عمل کرتا ہے لیکن کسی مسلمان کی دل آزادی کی وجہ سے اللہ کے یہاں بے رونق ہوجاتا ہے۔ آدمی بڑے سے بڑا عمل کرتا ہے لیکن کسی مسلمان کی دل آزاری کی وجہ سے اللہ کے یہاں بے رونق ہوجاتا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ مردود ہوجاتا ہے قبول نہیں ہوگا یوں کہا کہ بے رونق ہوجاتا ہے۔ لہذا ہمیشہ اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ ہماری طرف سے کسی کو اذیت نہ پہونچے۔ اس لئے حدیث شریف میں ہے: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ

لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ پکا مسلمان اور حقیقی مسلمان کہلانے کا مستحق وہ شخص ہے کہ جس کی زبان و ہاتھ سے دوسرے مسلمان کو اذیت نہ پہونچے ان کی طرف سے دل صاف ہو۔ وہ اگر دل میں کھوٹ رکھے تو وہ جانے۔

وہ ہونگے مخالف ہم تو مخالف نہیں

سہارنپور میں ایک شخص تھے حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ وہ ایک وکیل صاحب کے پاس گئے ان سے کہا فلاں جگہ چلنا ہے۔ وکیل صاحب جانا نہیں چاہتے تھے پھر انہوں نے کہا کہ نہیں بھائی چلنا ہے ان کے پاس کام سے انسے کہا کہ ان کے پاس کیوں جاتے ہو؟ وہ آپ کے موافق نہیں مخالف ہے آپ کی طرف سے اچھے خیالات نہیں رکھتے۔ تو انہوں نے بڑا اچھا جواب دیا کہ وہ ہوں گے مخالف۔ مخالف ہونگے وہ ہم تو مخالفت نہیں۔ ہم کو تو دین کے کام کی خاطر ان کے پاس جانا ہے۔ اگر توفیق ان کی مساعدت کرے گی تو وہ دین کا کام کر دیں گے۔ نہیں ہوگی تو نہیں کریں گے، چلے آئیں گے، ہمارا کیا بگڑتا ہے؟ یہ لفظ کہا انہوں نے۔

شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی بادشاہ سے سفارش

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے آکر درخواست کی کہ میری سفارش کر دیجئے بادشاہ وقت کے پاس آپ نے سفارش کر دی۔ بہت مختصر جملہ ارشاد فرمایا۔ اگر تم نے ان کا یہ کام کر دیا: "فالمعطی ھو اللہ وانت المشکور" اور اگر تم نے ان کا یہ کام نہیں کیا: "فالمانع ھو اللہ وانت المعذور"، بس اگر مقصود پورا ہوگیا۔ حقیقت میں مقصود پورا کرنے والا اللہ ہے تم مستحق شکریہ ہوجاؤ گے۔ اگر مقصد پورا نہ ہوا تو حقیقت میں مقصود کو روکنے والا اللہ ہے تب تم معذور رہو۔ تقدیر کے لکھے ہوئے کو تو نہیں بدل سکتے ہو۔ تو قلب کو اپنے صاف رکھنا

چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ فلانے نے ہماری بات مان لی، ہمارا کام کردیا تو اس سے جی خوش ہو گیا۔ نہیں تو منہ چڑھائے ہوئے ہیں اس کی طرف سے۔

دل کے کھوٹ کے نقصانات

اس واسطے زیادہ تر جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ دل کے کھوٹ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ دلوں کو صاف رکھئے اور قرآن نے تو کہہ دیا کہ:

"انما المؤمنون اخوة" سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

"فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ" دونوں بھائیوں کے درمیان کہیں نا اتفاقی ہو جائے رنجش ہو جائے تو صلح کرادی جائے۔ صلح کرا کے ختم کرادیا جائے قصہ کو اور جہاں اپنے دل میں کھوٹ رہتا ہے دوسرے کی طرف سے وہ کھوٹ فقط دل ہی کو سیاہ نہیں کرتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ زبان کو بھی خراب کرتا ہے۔ جب نظر پڑتی ہے تو اس کو غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے، حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بات نہیں کرتا ہے ترک سلام وکلام کرتا ہے، غیبتیں کرتا ہے، دوسروں کو اس کے خلاف ابھارتا ہے بھڑکاتا ہے، عداوتوں پر آمادہ ہوتا ہے۔ یہ سب دل کے کھوٹ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر دل صاف ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ بھی نہیں ہوگا اور دنیا میں کوئی فتنہ نہ ہو حضور اقدس ﷺ کی سنت پر عمل ہو جائے۔ حضور اقدس ﷺ کی سنت سے محبت ہو جائے۔ حضور اقدس ﷺ کی محبت نصیب ہو۔ اور جنت میں حضور اقدس ﷺ کی معیت نصیب ہو، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

حقیقت بدعت

اس بیان میں

بدعت کی حقیقت اور اس کی مذمت اور اس کی مثالیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات نیز سیدنا حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان لعین کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کا بیان ہے۔

....

حقیقت بدعت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم ۔ اَمَّا بَعْدُ!

حضرت نبی کریم ﷺ نے صحابی کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت نبی کریم ﷺ کی مجلس شریف میں حاضر ہوئے ۔ ان کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی سونے کی ۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ہاتھ دست مبارک میں لے کر انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور اس کو جہنم کا زیور قرار دیا ۔ روایت میں آتا ہے کہ پھر حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے ۔ وہ انگوٹھی وہیں پڑی رہی ۔ کسی نے کہا انگوٹھی والے سے کہ بھئی اس کو اٹھالو ۔ تمہارے کام آئے گی ۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور اقدس ﷺ نے اس کو پھینک دیا میں نہیں اٹھا سکتا ۔ یہ محبت کا اصلاح کا چھوٹا سا اثر ہے کہ جس چیز کو حضور اقدس ﷺ نے پھینک دیا اس کو اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ محبوب ﷺ کی نظروں سے گری ہوئی چیز آقاء نامدار نے اس کو پھینک دیا ۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ کوئی غلط بات دیکھے تو نہایت شفقت ونرمی کے ساتھ اس کی غلطی کی اصلاح کر دے ۔ چناں چہ حضور اقدس ﷺ نے ان سے نہیں فرمایا کہ انگوٹھی کو نکالدو بلکہ خود ان کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے کر نکال کر پھینک دی ۔ مَنْ رَأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِہٖ" [تم میں سے جو شخص کسی منکر کو دیکھے، چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکدے۔] جب تغیر بالید اپنے ہاتھ سے کی جاسکتی ہے تو زبان کی ضرورت نہیں۔اسی لئے دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا کیا چیزیں ہمارے اندر ایسی بھری ہوئی ہیں کہ جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پھینک چکے۔

حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی عظمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو نکال کر پھینک دیا، اس کو واپس اٹھانے کے روادار نہیں ہوئے۔حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا نہیں تھا، بلکہ گھر میں مستورات میں کسی کو دے سکتے تھے، مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال کر پھینک دیا، اس لئے کیسے اٹھائیں۔

ہماری ذمہ داری

آج ہم اپنا حال دیکھیں، ہمارا کیا حال ہے؟ پس ضروری ہے کہ جو چیزیں خلاف سنت بدعات ورسومات ہماری زندگیوں میں آگئی ہیں، ان کو اپنی زندگیوں سے نکال پھینکیں، اور دوسروں کی زندگیوں سے بھی نکالنے کی کوشش کریں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: "مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" جو شخص ہمارے دین میں کوئی چیز ایسی ایجاد کردے، جو دین کی نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ قابل قبول نہیں پھینکدینے کے قابل ہے۔

دین میں کیا کیا چیزیں بھری ہوئی ہیں؟ بہت بھری ہوئی ہیں۔

بدعت کی تعریف پر اعتراض کا جواب

بدعت کسے کہتے ہیں؟

جو چیز دین نہ ہو اسے دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔ بہت مختصر سے لفظ میں۔ لہٰذا جو معترضین اپنے اعتراض میں کہتے ہیں کہ ریل میں بیٹھنا بھی بدعت ہوگا اور ہوائی جہاز میں بیٹھنا بھی بدعت ہوگا۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ چیزیں نہیں تھیں ان چیزوں کو کون شخص دین سمجھ کر اختیار کر رہا ہے۔ یہ تو ضرورت پوری کرنے کے لئے چیزیں ہیں۔ یہاں تو بدعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مسجدیں نماز پڑھنے کے لئے ہیں (یہاں تو دستور نہیں) ہمارے اطراف میں لوٹے ہوتے ہیں مسجد میں مٹی کے، کنواں ہوتا ہے ڈول رسی ہوتی ہے، کنویں سے پانی بھرتے ہیں۔ اس سے وضو کرتے ہیں اور بسا اوقات گرمی کے زمانہ میں پانی کا گھڑا بھی مسجد میں رکھ دیتے ہیں اور بسا اوقات گرمی کے زمانہ میں پانی پیتے ہیں اسی میں سے نالی بنی رہتی ہے وضو کرنے کے لئے۔

بدعت کی بعض مثالیں

اب اگر کوئی شخص پانی کا گھڑا یہاں لا کر رکھ دے مصلے پر امام صاحب کے کیا کہیں گے اس کو؟ ہے تو مسجد ہی کے متعلقات میں سے۔ امام صاحب کو بھی پینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اوروں کو بھی ضرورت ہوتی ہے مگر اس رکھنے کی جگہ وہ نہیں ہے وہاں سے اس کو ہٹائیں گے جہاں اس کے رکھنے کی جگہ وہاں اس کو رکھیں گے۔ اس گھڑے کی جگہ مصلی نہیں ہے گھڑے کی جگہ کچھ اور ہے۔

کوئی لوٹا وضو کا مصلی پر لا کر رکھ دے امام صاحب کے اس کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھا جاتا ہے۔ لوٹے رکھنے کی جگہ یہ نہیں ہے لوٹے رکھنے کی جگہ کنویں کے قریب نالی کے قریب ہے۔ وہاں رکھئے۔

اور اگر مسجد میں بکری چلی آئے فوراً بھگائیں گے اس کو ایسا نہ ہو کہ مینگنی کر دے اور اگر کہیں کتا آگیا تو بس پھر برا حال اس کا، اس لئے کہ اس کی یہ جگہ نہیں۔ نہ تو کتے کو قتل کیا جاتا

ہے نہ بکری کو قتل کیا جاتا ہے مگر ان کی جگہ یہ نہیں تو بے جگہ چیز برداشت نہیں کی جاتی۔ دنیا کے اعتبار سے سر میں کپڑوں میں جوں پیدا ہو جائے تو اس کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ چونکہ وہ خون چوستی ہیں چارپائی میں کھٹمل پیدا ہو جائیں تو ان کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ چونکہ وہ انسان کے بدن کا خون چوستے ہیں۔ چارپائی کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا ہے لکڑی سے پیٹا جاتا ہے کھٹمل نکالنے کے واسطے پھر بھی نہیں نکلتے تو تالاب میں ڈال دیا جاتا ہے چارپائی کو کئی کئی روز تک وہیں پڑی رہتی ہے پانی میں۔

دین کے اندر غیر دین گھسنے کو برداشت نہیں کیا جاسکتا

دین کے اندر جو غلط چیزیں ہیں جن کو دین نہیں قرار دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزیں جو دین کے اندر گھسی ہوئی ہیں یہ دین کو چوس رہی ہیں، دین بمنزلہ ایک جسم انسان کے ہے جو چیز اس کے خون کو چوس رہی ہیں ان سے کیوں نہیں ان کو صاف کیا جاتا ہے؟ مچھر ذرا سا لڑ جاتا ہے تو وہ قابل برداشت نہیں ہوتا اس کے لئے مچھر دانی لگاتے ہیں، دوائیں استعمال کرتے ہیں بدن پر لگاتے ہیں چھڑکتے ہیں مچھروں کو بھگانے اور مارنے کے لئے۔ حالانکہ ذرا سا خون پیتا ہے مچھر تو زیادہ خون نہیں پیتا ہے لیکن برداشت نہیں کرتے، دین کے اندر جو بے دینی کی چیزیں بھری ہوئی ہیں ان کو کیوں برداشت کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال یہ تھا کہ ہر چیز میں دیکھتے تھے کہ یہ چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمائی یا نہیں۔ پسند فرمائی تو بہت اچھا۔ نہیں پسند فرمائی تو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ چھوڑ دیا اس کو۔ حتیٰ کہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی ضرورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی لیکن وہ ضرورت پیش آئی۔ ضرورت کے ماتحت ان کو اختیار کیا گیا تو اس میں بعض حضرات کو اشکال ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانہ میں پہلا جہاد مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں ہوا۔

....

جمع قرآن کا واقعہ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اشکال

اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔ قرأ کی بڑی جماعت شہید ہوگئی۔ اس زمانے کے قاری صاحبان حافظ صاحبان جہاد بھی کیا کرتے تھے۔ اب تو تقسیم ہوگئی۔ پڑھنے والے حافظ، قاری، علماء حضرات یہ ایک دوسری لائن پر چلتے ہیں اور جہاد کرنے والے دوسری قسم کے لوگ ہوتے ہیں تو وہاں بڑی جماعت شہید ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو! قراء کی بڑی جماعت شہید ہوگئی جہاد میں۔ ایک دو جہاد اور ایسا ہی ہو جائے تو بہت سارے شہید ہو جائیں گے۔ قرآن کریم کہیں ایک جگہ پر لکھا ہوا نہیں۔ اس کو ایک جگہ پر جمع کرا لیجئے لکھوا لیجئے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے سے جو سب سے پہلی چیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہی وہ یہی کہ جو کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو میں کیوں کروں؟ بس یہ چیز تھی بنیادی۔ کہ جو کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اسے میں کیوں کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس زمانے میں ضرورت نہیں تھی کسی آیت میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو اس آیت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیا جاتا تھا، لیکن آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ کسی آیت میں شبہ پیدا ہو جائے ذہن سے نکل جائے۔ جس کے پاس لکھی ہوئی ہے وہاں سے وہ ختم ہو جائے تو آخر کیا کریں گے؟ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔ جس چیز کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شرح صدر تھا۔ ایک اور صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وحی لکھوایا کرتے تھے جب آیت نازل ہوتی تو ان صحابی کو بلا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اس کو فلاں جگہ پر رکھو۔ فلاں سورۃ کے اندر لکھو اس کو۔ فلاں آیت کے پہلے فلاں آیت کے بعد۔ وہ لکھا کرتے تھے ان کو بلایا گیا اور بلا کر ان سے کہا کہ بھئی! قرآن پاک لوگوں کے پاس لکھا ہوا ہے لیکن سب یکجا نہیں۔ کوئی سورۃ کسی کے پاس ہے

تو کوئی آیت کسی کے پاس ہے تم سب کو ایک جگہ جمع کردو تو انہوں نے بھی یہی پوچھا کہ جو کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ تم لوگ کرنے کے لئے کیوں بیٹھے ہو؟ حالانکہ قرآن پاک کو جمع کردینا سراسر خیر ہی خیر تھا۔ اس کے اندر کوئی شر کا پہلو نہیں تھا مگر سوال سب سے پہلے تو یہی ہے کہ: جو کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، وہ کام تم کیوں کر رہے ہو؟ ان کو بتایا سمجھایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرورت نہیں تھی اب ضرورت ہے۔ تب ان کی سمجھ میں آگیا۔ پھر انہوں نے اس خدمت کو انجام دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مزاج

تو کہنا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر کام میں یہی دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا یا نہیں۔ جو چیزیں قرآن کریم سے حدیث شریف سے ثابت ہیں ان چیزوں کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے اور جو چیزیں نہ قرآن کریم میں مذکور نہ حدیث شریف میں مذکور۔ اس کے کرنے پر ان کو تامل ہوتا تھا کہ کیسے کریں اس کو؟ آیا کرنا چاہئے اس کو یا نہیں کرنا چاہئے۔ پھر کسی جگہ سے سراغ نکل آئے۔ استدلال واستنباط کا اس کے سامنے تو وہ کام کرلیا کرتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے بتلاتا ہے، عمل کرتا ہے جو کام نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا اور اس کو دین سمجھتا ہے تو وہ یقیناً بدعت ہوگی۔ وہ تو مردود ہے۔

قبر کو سجدہ کرنا

مثلاً ایک شخص قبر کو سجدہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دین ہے تو اصولی اور بنیادی طور پر اس سے سوال کیا جائے گا کہ بھئی! اگر یہ دین ہے تو قرآن پاک میں تو ہوگا نا؟ اس لئے کہ قرآن پاک نے اعلان کیا ہے؛

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" (سورۂ مائدہ: ۳)

[آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔]

(آسان ترجمہ)

جب یہ دین کی بات ہے تو قرآن میں تو ہوگی کیونکہ قرآن تو کامل ہے۔ اگر قرآن میں نہیں ہے تو پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" یہ کیسے صحیح ہوگا؟ جب آج ایک چیز دین کی دین کے نام پر تم پیش کر رہے ہو اور وہ قرآن میں نہیں ہے تو بغیر اس کے پھر دین مکمل کیسے ہوا اللہ تعالیٰ نے اعلان کیسے فرمایا اور اگر قرآن میں نہیں تو حدیث میں تو ہوگا۔ حدیث بھی ایک قسم کی وحی ہی ہے، وحی خفی سہی۔ اگر حدیث میں ہے تو کہاں ہے؟ حدیث لاؤ دکھلاؤ کہاں حدیث میں ہے؟ اگر حدیث میں نہیں ہے تو وہ دین کیسے؟ جو چیز نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے اس کو دین کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ دین تو نہیں ہوگا۔ اور اگر قرآن پاک کی کسی آیت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسئلہ نکالا کہ قبر کو سجدہ کرنا درست ہے؟ تو وہ معلوم ہونا چاہئے کہ کیا ہے کہاں سے استدلال کیا استنباط کیا ہے۔ قرآن میں نازل ہوا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا اعتراض ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپا لیا۔ قرآن پاک کو؟ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو قرآن پاک کی اشاعت کرنے کے لئے آئے تھے۔

"یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" (سورۃ المائدۃ: ۶۷)

[اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو اور اگر ایسا نہیں کروگے (تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔] (آسان ترجمہ)

اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کی تبلیغ نہیں کی، "نعوذ باللہ من ذالک" تو فریضۂ رسالت کو پورا نہیں فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ اس پر عمل کیا نہ اس پر عمل کو چالو کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: "الا فلیبلغ الشاھد الغائب" [خبر دار حاضر شخص غائب کو پہنچادے۔] جن لوگوں نے مجھ سے دین کو سنا ہے اس کی تبلیغ کریں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دین سپرد فرمایا ایسے لوگوں کے جنہوں نے دین کو پہنچایا نہیں پورا بلکہ چھپالیا۔ استغفر اللہ۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اگر اعتماد ختم ہوجائے تو صحیح دین کے پہنچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ دین تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔ جس طبقہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد نہیں کیا وہ دین سے اور قرآن سے محروم ہے نہ اسکے پاس دین ہے نہ قرآن ہے کچھ نہیں ہے اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں یہ چیز نہیں ملتی تو دیکھئے ائمۂ مجتہدین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں سے استنباط کیا ان کے فقہ میں موجود ہے؟ ان میں بھی نہیں تو پھر بتائیے یہ دین کیسا ہے؟

بدعتی کا حال

تو جو شخص قبر کو سجدہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ دین ہے وہ یا تو قرآن پاک پر اعتراض کرتا ہے کہ قرآن پاک میں اس کا دین ہونا بیان نہیں کیا گیا لہٰذا جو قرآن پاک میں کہا ہے: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" یہ دین مکمل ہے اور آج جو دین کامل ہوا کہ میں نے آج اس میں ایک شئی کا اضافہ کیا ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے کہ اللہ نے تو نازل کیا تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھپالیا جو فریضۂ تبلیغ رسالت کے خلاف ہے

یا پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتایا تھا لیکن نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا نہ آگے کو امت میں چالو کیا اس کو۔ یا پھر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ حضرات تو نہیں سمجھے تھے دین کو آج چودہ سو سال بعد میں سمجھا ہوں دین کو اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے تو پھر براہ راست وہ منصب رسالت پر حملہ کرتا ہے کہ جس طرح سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتایا کرتے تھے کہ فلاں چیز دین ہے وحی خفی آپ پر نازل ہوئی تھی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ فلاں چیز دین ہے اللہ کو خوش کرنے والی اسی طرح مجھے بھی یہ حق پہونچتا ہے کہ میں بھی کہوں فلاں چیز دین ہے یہ منصب رسالت پر حملہ کرنا ہے۔ اس لئے خطرناک چیز ہے بدعت۔

جنت سے نکالنے جاتے وقت حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کی اللہ تعالیٰ سے درخواست

اسی وجہ سے روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے دنیا میں بھیجا گیا شیطان کو بھی نکال دیا گیا۔ قصہ سب جانتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے۔

ابلیس کی پہلی درخواست مجھے قیامت تک کیلئے مہلت دے

تو شیطان نے کہا کہ اے خدا! آدم علیہ السلام کی وجہ سے مجھے جنت سے نکالا جا رہا ہے، لہٰذا مجھے زندگی طویل دے تاکہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کو بہکاؤں اور دوزخ میں داخل کراؤں۔

"أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ" (سورۂ اعراف: ۱۴)

[مجھے اس دن تک (زندہ رہنے کی) مہلت دیدے جس دن لوگوں کو قبروں سے

زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔](آسان ترجمہ)

جس دن قبروں سے لوگ اٹھیں گے اس روز تک کے لئے مجھے زندگی دے اور چالاکی اس میں یہ تھی کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے سب مر جائیں گے اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا جس سے کہ مردہ زندہ ہوں گے کہ پھر کسی کو موت نہیں آئے گی۔ موت سے بچ جائیں گے۔ وہاں تو جواب ملا:

"اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ"

وقت معلوم تک کے لئے تجھے زندگی دیدی گئی ہے۔ "وقت معلوم کیا ہے" وہ پہلا صور ہے، لہٰذا موت تجھے بھی آئے گی بچنے کی کوئی صورت نہیں موت سے۔ اس واسطے وقت معلوم تک اس کو مہلت دی گئی۔

دوسری درخواست: مجھے انسان پر قابو دے

اس نے کہا کہ مجھے قابو دے انسان پر، اولاد آدمؑ پر کہا کہ اچھی بات ہے تجھے قابو دیدیا گیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

"ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم"

جس طریقہ سے خون انسان کی رگوں میں سرایت کرتا ہے اس طریقہ پر شیطان انسان کے رگوں میں سرایت کرتا ہے اتنا قابو دے دیا گیا۔

تیسری درخواست: مجھے ترقی دے

کہا: کہ اچھا مجھے اس میں کچھ ترقی دے تو وہاں سے جواب ملا کہ اچھی بات ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے کوئی بچہ پیدا ہوگا تو تیرا بھی بچہ پیدا ہوگا تیرے بچہ کو اس کے بچہ پر قدرت دے دی گئی ہے قابو دے دیا گیا ہے۔ بہت خوش ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی درخواست

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ! اس شیطان کو میرے اوپر مسلط کردیا مجھے بھی تو بچنے کی کوئی صورت بتا؟ کہا کہ اچھا تمہارے لئے یہ ہے کہ ایک نیکی کروگے تو دس گنا ثواب اگر خطا ہوجائے گی تو اتنا ہی بدلہ یا معاف۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دوسری درخواست

اس نے کہا کہ مجھے بھی ترقی دے کہا کہ اچھا جب تمہارے بچہ پیدا ہوگا شیطان کے بھی بچہ پیدا ہوگا۔ اس کے بچہ کو تمہارے بچہ پر تسلط دیا گیا ہے تو ملائکہ ہم مقرر کردیں گے تمہارے بچہ کی حفاظت کے واسطے چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جس طرح برسات کے زمانہ میں شہد کا پیالہ کسی کے سامنے رکھا ہو اور وہ شخص بار بار حرکت کرتا رہے یعنی مکھیوں کو بھگاتا رہے، اڑاتا رہے، تو خیر ورنہ تو مکھی اور مچھر آآ کر اس پر جمع ہوجاویں۔ چھتہ کا چھتہ آبیٹھے۔ اسی طریقہ پر شیاطین وجنات انسان کے درپے ہیں اس کو ستانے اور تکلیف پہنچانے کے لئے، اور ملائکہ ان کو ہٹاتے رہتے ہیں ان کو، اور انسان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تیسری درخواست

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اچھا مجھے بھی اور ترقی دو۔ اور ترقی دی گئی کہ مرنے سے پہلے جب توبہ کرلو سارے گناہ معاف۔

شیطان کی بے چینی اور بے قراری

اب شیطان چیختا چلاتا ہے کہ دیکھئے صاحب! اتنی محنت کروں گا آدمی پر اس کو غلط راستے

پر لگاؤں گا گناہ کراؤں گا، مرتے وقت توبہ کرے گا اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میری تو محنت بیکار ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سے شیطان نے کہا کہ دیکھ میں بھی انسان کو بہکاؤں گا۔

"لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ. ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ. (سورۂ اعراف:۱۶، ۱۷)

[اس لئے میں (بھی) قسم کھاتا ہوں کہ ان (انسانوں) کی گھات لگا کر تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ رہوں گا، پھر میں ان پر (چاروں طرف سے) حملے کروں گا، ان کے سامنے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان کے دائیں سے بھی، اور ان کے بائیں سے بھی، اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا۔] (آسان ترجمہ)

میں سیدھے راستہ پر بیٹھ جاؤں گا پھر آگے سے پیچھے سے، داہنے سے، بائیں سے بہکاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق کا وعدہ

بندہ بڑے سے بڑا گناہ کرلیگا، ہم اس کو توبہ کی توفیق دیں گے، وہ توبہ کرلیگا ہم اس کو معاف کردیں گے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ اچھا تو گناہ کرائے گا؟ ہم توبہ کی توفیق دیں گے۔ اس نے کہا اچھی بات ہے۔ میں بدعات میں مبتلا کراؤں گا توبہ تو گناہوں سے کرتے ہیں بدعات کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ اس کو دین سمجھ کر کرتے ہیں اسی واسطے سخت سے سخت گناہ اتنا سنگین نہیں جتنی سنگین بدعت ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے آدمی سخت سے سخت گناہ کرے چاہے اس کے اوپر حد لازم ہوتی ہے۔ چاہے تعزیر لازم ہوتی ہے لیکن گناہ تو سمجھتا ہے اس کو طبیعت میں ندامت تو پیدا ہوتی ہے کسی وقت توبہ کی توفیق تو ہوسکتی ہے لیکن جس چیز کو ثواب سمجھ کر کر رہا ہے۔ نیکی سمجھ کر کر رہا ہے اس سے تو توبہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔

بدعت سخت خطرناک ہے

اسی لئے اکابر نے بدعات سے بہت بچایا ہے، کوشش یہ کی ہے کہ کوئی شخص بھی بدعت کے پاس نہ جائے۔ بس بہت خطرناک چیز ہے، وجہ اس کی یہی ہے کہ بدعت کو نیکی سمجھ کر، دین سمجھ کر، ثواب سمجھ کر کرتا ہے، لہٰذا وہاں توبہ کی کوئی صورت نہیں، تو کہاں سے توبہ کی توفیق نصیب ہو۔ توبہ گناہ سے ہوتی ہے۔ نیکیوں سے تو توبہ ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے حدیث میں ہے:

"كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ"

[ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔] انجام اس کا جہنم ہے۔

سخت ترین افسوس کی بات

کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس چیز کو اللہ نے آسمان سے نازل فرمایا ہے۔ قرآن پاک کے تیس پاروں میں وہ چیز نازل ہوئی۔ ۲۳ رسال کی مدت میں جو چیز نازل ہوئی اور بڑے اہتمام کے ساتھ کہ ملائکہ کی جماعتوں کی جماعتیں بعضے بعضے دفعہ وحی کے ساتھ میں آئی ہیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ۔ تو اتنی بڑی جماعت ملائکہ کی نازل ہوئی کہ تمام افق کو بھر دیا۔ شیاطین پاس کہیں نہ آسکیں اور ۲۳ رسال تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ عمل فرمایا۔ احادیث بیان فرمائیں۔ ان کو محدثین نے جمع کیا۔ ان سب سے قطع نظر کرتے ہوئے ناقابل التفات سمجھتے ہوئے آدمی اپنے نفس سے ایجاد کرتا ہے کسی چیز کو دین بنا کر۔ کیوں بھئی دین قرآن میں کچھ کم ہے؟ احادیث میں کچھ کم ہے؟ جو تم کو دین بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اتنی بڑی ہدایت کی کتاب اس سے تو منہ پھیر لے، اور شیطان نے بتایا کہ فلاں چیز کر یہ دین ہے۔ اس کی بات مانی۔ خدا کو چھوڑ کر شیطان کی بات ماننا، رسول کو چھوڑ کر

ابلیس کی بات ماننا، حالانکہ شیطان کھلا ہوا دشمن ہے۔

"اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ"

[بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔]

اللہ تعالیٰ خیر کی طرف بلاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی طرف بلاتے ہیں اس کی طرف سے روگردانی کر کے شیطان کی بات ماننا یہ نہایت خسارہ کی بات ہے، بڑی ناقدری کی بات ہے، ناشکری کی بات ہے، قرآن پاک کی ناشکری، حدیث پاک کی ناشکری، اللہ پاک کی ناشکری، رسول پاک کی ناشکری، ان سب کی ناشکری کی۔

زندگیوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے

اس لئے ضرورت ہے کہ اپنی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے، ان میں جو چیزیں بدعت کی بھری ہوئی ہیں ایک ایک کو نکال کر پھینک دینے کی ضرورت ہے۔ نکھرا ہوا، کھلا ہوا، خالص دین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتلایا اس دین کو لینے کی ضرورت ہے۔

پچھلی امتوں میں تحریف دین کی بنیاد

یہ جو پچھلی امتیں تھیں یہود و نصاریٰ، ان کے دین میں کیا ہوا؟ یہی تھا کہ جو چیز دین تھی اس چیز کو تو دین سے نکال دیا اور جو چیز دین نہیں تھی اس کو دین میں داخل کر دیا۔ ساری شریعت ان کی منسوخ ہو کر رہ گئی مسخ ہو کر رہ گئی۔ کتابوں میں تحریف ہو گئی آج ان کا یہاں یہ پتہ چلانا دشوار ہو گیا کہ کون سی چیز اللہ تعالیٰ نے نازل کی تھی کون سی چیز انہوں نے اپنے طور پر داخل کر دی۔ اس چیز سے بچانے کیلئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سختی کے ساتھ بدعت کو روکا ہے۔

....

غیر اللہ کیلئے سجدہ کی ممانعت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ گئے ہیں باہر کسی ملک، وہاں سے واپس آئے، آ کر عرض کیا کہ حضرت! ہم نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے چودھری کو اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں۔ حضور! آپ زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوں۔ اگر میرا انتقال ہو جائے تو کیا میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ کہا: کہ نہیں۔ فرمایا: بس سجدہ تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے سامنے کرنے کا حق ہی نہیں۔ وہ تو صرف اللہ کے لئے ہے۔ اگر کسی اور کے لئے سجدہ کی گنجائش ہوتی تو شوہر کے لئے سجدہ کی گنجائش ہوتی۔ بیوی کو امر کیا جاتا کہ تم اپنے شوہروں کو سجدہ کرو۔ مگر سجدہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

ہر ہر بدعت کے بارے میں سوال کیا جائے گا

اسلئے جس طرح سے سجدہ کے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن میں نہیں، حدیث میں نہیں، کیا قرآن کی آیت: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" غلط ہے، کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فرمایا تھا:

"یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ"

کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کیا؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو چھپایا؟ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں دیا؟ کیا حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے: "الا فلیبلغ الشاهد الغائب" [خبردار! چاہئے کہ ہر حاضر غائب تک پہنچا دے۔] کے خلاف کیا؟ بس ہر چیز کے متعلق یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ بتا دو کہاں سے ہے؟ کس جگہ سے آئی ہے اس چیز کو دین کس طرح بنا دیا ہے جو چیز دین نہیں ہے تو دین کیسے بن جاتی ہے؟

....

بدعت کی عجیب مثال

ایک شخص کا ایک مکان ہے اس کی دیوار پر ایک پیپل کا پودا اگ آیا۔ کیا بویا تھا وہاں؟ بویا نہیں، چڑیا گئی اس نے پیپل کا پھل کھایا تھا۔ برگد کا پھل کھایا تھا اس کا بیج اس کے پیٹ میں تھا، وہ آ کر دیوار میں بیٹھی۔ اور اس نے بیٹ کی اس میں کو بیج نکلا وہ بیج وہاں جم گیا، پودا الگ گیا، اس کو بویا نہیں گیا یہ بدعات صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوئی نہیں بلکہ یہ اسی طریقہ پر آئی ہیں باہر سے آئی ہیں اور مخلوط ہو گئیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجدد دین کو پیدا فرماتے ہیں محدثین کو پیدا فرماتے ہیں کہ بدعات کو نکال نکال کر تلاش کر کے دین کو خالص کر کے پیش کریں۔

فرق نامیہ

اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے فرقوں کو جو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں لیکن اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں ان کو فرق نامیہ کہتے ہیں۔ یہ اُگ آئے ہیں، بوئے نہیں گئے تھے۔ بغیر بوئے ہوئے اُگ آئے ہیں۔ ان کی کانٹ چھانٹ کی ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل علم حضرات کو یہ منصب سپرد فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ اس کی دیکھ بھال رکھیں کہ کوئی چیز غلط قسم کی دین میں نہ آجائے۔ جو آئی ہو اس کو نکال دیا جائے محو کر دیا جائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مراتبِ علم

اس بیان میں

حصول علم کے درجات وشرائط اور بلا استاذ محض مطالعہ کے ذریعہ کتاب حل کرنے کی کوتاہیوں کا بیان ہے۔

....

مراتبِ علم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم ۔ اَمَّا بَعْدُ!

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث ہیں ۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں ۔

درجاتِ علم

وہ فرماتے ہیں کہ: "اَوَّلُ الْعِلْمِ اَلْاِ سْتِمَاعُ ثُمَّ الْاِنْصَاتُ ثُمَّ الْحِفْظُ ثُمَّ الْعَمَلُ ثُمَّ النَّشْرُ" [علم کا اول درجہ استماع ہے،سننا، پھر خاموش رہنا، پھر حفظ کرنا، پھر عمل کرنا، پھر نشر کرنا اس کو پھیلانا۔] علم کے پانچ درجہ ہیں ۔

پہلا درجہ

سب سے پہلا درجہ استماع کا ہے،سننا۔ یہ علم! علمِ نبوت ہے ۔اس کا مسموع ہونا ضروری ہے ۔استماع لازم ہے،اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"فاستمع لما یوحیٰ" (سورہ طٰہٰ :؟)

[جو بات وحی کے ذریعہ کہی جارہی ہے،اسے غور سے سنو۔] (آسان ترجمہ)

استماع کرو،قرآن پاک میں حکم ہے:

"واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ" (سورۃ الاعراف:؟)

[اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو،اور خاموش رہو۔] (آسان ترجمہ)

سنو۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے نے آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے سننے کی یہ حالت ہوتی تھی کہ ہر چیز سے علیحدہ ہو کر سنتے تھے۔ یہ نہیں کہ باتیں بھی کر رہے اور سن بھی رہے بلکہ خاص کیفیت پیدا ہوتی تھی کہ اس عالم (دنیا) سے ربودگی ہے اور دوسرے عالم کے ساتھ اتصال ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا بواسطۂ ملائکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا۔

"یتلو علیھم آیاتہ" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے ہیں۔

"واذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایماناً" (سورۃ الانفال:؟؟)

[اور جب انکے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور ترقی دیتی ہیں۔] (آسان ترجمہ) جب انکے اوپر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو انکے ایمان کو قوت پہونچتی ہے۔ تو استماع لازم ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استماع کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمہم اللہ نے استماع کیا۔ اور تابعین سے تبع تابعین نے کیا۔ برابر استماع چلا آرہا ہے۔ اس واسطے استماع لازم ہے۔

مطالعہ سے حل کرنا

کوئی شخص اگر اپنی مہارت وعربیت پر اور قوت مطالعہ کے زعم میں یہ چاہے کہ میں حدیث شریف کو خود حل کرلوں گا مجھے تو عربی آتی ہے اس کا یہ خیال خیالِ خام ہے۔ سوداء ہے جنون ہے کوئی اگر اس طرح سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حدیث کی اہمیت سے اور اسکی حقیقت سے قطعاً ناواقف ہے۔ اگر عربی کچھ پڑھ لی یا عرب علاقہ میں کچھ رہ لئے۔ کچھ ٹوٹی، پھوٹی عربی بول چال آگئی یا فرض کیجئے کہ کچھ مقالے لکھ لئے۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ اس سے وہ سمجھے کہ میں حدیث کو بھی سمجھ لوں گا اور حل کرلوں گا تو یہ غلط خیال ہے۔ یہاں تو استماع ضروری ہے اساتذہ سے پڑھنا ضروری ہے۔ کیا بات تھی کہ محدثین حضرات ایک

ایک بات کو متعدد اساتذہ سے حاصل کرتے تھے۔ کبھی ان صاحب کے پاس جارہے ہیں کبھی ان کے پاس جارہے ہیں۔

حافظ حسن بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ

حافظ حسن بن مندہ کے حالات میں لکھا ہے چالیس برس وہ سفر میں رہے علم حدیث کو حاصل کرنے کیلئے جس شہر میں جاتے، تحقیق کرتے کہ یہاں کون کون محدث ہیں؟ ایک محدث کے پاس گئے جتنی حدیثیں ان کے پاس تھیں ساری ان سے حاصل کیں اور لکھیں۔ دوسرے محدث کے پاس گئے اور ان سے احادیث حاصل کیں اور ان میں وہ حدیثیں بھی تھیں جو پہلے محدث سے سن چکے تھے مگر اس پر قطعاً قناعت نہ کی بلکہ کہا انہوں نے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں مجھے اور چاہئے جو نہ سنی ہوں۔ چنانچہ چالیس صندوق انہوں نے اپنے قلم سے لکھے ہوئے حدیث کے ذخیرے میں چھوڑے کتنی محنت کی ان حضرات نے، صرف لغت دانی پر موقوف نہیں سمجھا۔ جو شخص عربی لغت سے واقف ہو وہ شخص حدیث کو سمجھ جائے۔ ایسا نہیں، نہ وہ قرآن پاک کو سمجھ سکتا ہے، نہ حدیث پاک کو سمجھ سکتا ہے، جب تک استاذ سے نہیں پڑھے گا۔ صحیح معنی میں نہیں سمجھے گا۔ استاذ اور شاگردی اس کے واسطے لازم ہے۔ کتنی روایات ایسی ہیں جن کو کوئی شخص محض اپنی قابلیت سے حل کرنا چاہے تو حل نہیں کرسکتا۔

"ثُمَّ نَقَدَ" کا مطلب

مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "وہ آدمی بہت اچھا ہے جس کا کاروبار زیادہ پھیلا ہوا نہ ہو۔ جان پہچان لوگوں سے کم ہو، مر جائے تو اس کے اوپر رونے والے بھی کم ہوں، گمنامی کی وہ زندگی گذارے ثم نقد پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ پرکھا۔ نقد کے معنیٰ روپیہ پرکھنا۔ وہاں تو روپیہ پرکھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ روپیہ کا تعلق

وہاں کیا اب آدمی غور کرے گا، جھک مارے گا اس سے حل نہیں ہونے کا کہ روپیہ پرکھنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا کوئی جوڑ ہی نہیں روپیہ پرکھنے سے پہلے زمانہ میں جب روپیہ چاندی کا ہوا کرتا تھا تو اس طرح سے (حضرت نے اپنی انگلی مبارک سے شارہ فرما کر سمجھایا) روپیہ پرکھنے کے لئے اسے چٹکی لگایا کرتے تھے یہ ہوتا تھا طریقہ روپیہ پرکھنے کا۔ اس کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ روپیہ چاندی کا کھرا ہے کہ کھوٹا ہے اور سب جانتے تھے اب چاندی کا روپیہ ہی ختم ہوگیا۔

اس لئے روپیہ پرکھنے کا تصور ہی نہ رہا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا ہے وہ آدمی جس کا کاروبار پھیلا ہوا نہ ہو گمنانی کی زندگی گذارے۔ تعلقات زیادہ نہ رکھے پھر چلدیا یعنی دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اس کے انتقال کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے بیان فرمایا ہے کہ دنیا سے چلا گیا۔ تو راوی نے وہ ہیئت بیان کی جس ہیئت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی وہاں روپیہ پرکھنا نہیں ہے نہ پرکھنے کی کوئی چیز ہے۔ جو روپیہ پرکھنے کی ہیئت ہوتی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہیئت بیان فرمائی۔ حدیث بیان کرتے ہوئے کہ وہ چلا گیا یا رخصت ہوگیا دنیا سے۔

"عَقَدَ ثَلٰثِیْنَ" کا مطلب

ایک اور حدیث پاک میں ہے، مسئلہ بتایا: "وعقد ثلثین" اور تیس کی گنتی گنی۔ ۳۰/کی گنتی کا وہاں کوئی سوال نہیں۔ جوڑ نہیں۔ ۳۰/کی گنتی کیا ہے؟ دس بیس تیس۔ یہ تیس ہے۔ راوی ہیئت بیان کر رہا ہے بعض دفعہ بات کرتے وقت ہاتھ اٹھانے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ کبھی انگلی سے اشارہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مختلف چیزوں سے۔

مسئلہ یہ ہے (یہاں بھی حضرت ہاتھ اوپر کو اٹھا کر نیچے کر کے اشارہ فرما کر سمجھا رہے ہیں) اس طرح سے بیان فرما رہے ہیں۔ یہ ہے تیس کی گنتی۔ جو مسئلہ بیان فرمایا اس کو اپنی انگلی سے سبابہ اور ابہام کا اشارہ کیا ہے۔ اس طرح کیا۔

عرب میں انگلیوں پر گنتی گنی جاتی ہے، جس کو ”عقدانامل“ کہتے ہیں، انہیں گنتیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

قرآن پاک سے مسائل نماز کو حل کرنا

غرض یہ کہ آدمی بغیر استاد کے استماع کے خود بخود حدیث کو حل کر لے یہ نہیں ہوسکتا۔ اب دیکھئے نماز کا تذکرہ قرآن پاک میں ہے: "اقیمو الصلوٰۃ واٰتوالزکوٰۃ" تقریباً ۳۰ر مقامات پر صلوٰۃ وزکوٰۃ کو صاف صاف بیان کیا گیا ہے قرآن پاک میں۔

نماز کی فرضیت

اور نماز جیسی اہم عبادت اللہ تعالیٰ نے معراج میں حضور اقدس ﷺ کو بلایا اور وہاں بلا کر نماز کو فرض فرمایا۔ ایسے نہیں کہ فوراً احکام بھیج دئے۔ بلکہ وہاں عرش پر بلا کر فرض فرمایا اور کتنا اس کے اندر قصہ پیش آیا کہ اوّلاً پچاس نمازیں فرض فرمائیں، جب واپسی ہورہی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت فرمایا: کتنی نمازیں فرض ہوئیں؟

آنحضرت ﷺ نے بتایا کہ پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں۔

انہوں نے کہا: کہ آپ جا کر نمازیں کم کرائیے۔ بہت زیادہ ہیں۔ بنی اسرائیل پر بڑی محنت کی وہ نہیں پڑھ سکے۔ غرض بار بار جانا ہوا پھر بھی پانچ رہ گئیں حضور اقدس ﷺ کو سمجھانے والے۔ اللہ تعالیٰ بتانے والے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے برابر دوسرا ہوسکتا ہے نہ حضور اقدس ﷺ کے برابر دوسرا ہوسکتا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ تعلیم

اس کے باوجود اس نماز کی ہیئت ترکیبیہ جو تھی اس کو بتانے کے لئے دو روز تک

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔وہ دنیا میں آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز پڑھ کر دکھلائی کہ اس طرح سے پڑھی جائے۔اگر محض الفاظ سے حل ہوجایا کرتا معاملہ تو بہت سہل تھا قصہ۔مگر ایسا نہیں ہوا۔دو روز تک نماز پڑھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دکھائی پانچوں وقت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عامۃً عربی تھے،ان کی زبان بھی عربی تھی،جو ان کی مادری زبان تھی۔کوئی مشکل نہیں تھی ان کے لئے۔

شرائط نماز

قرآن پاک میں نماز کی شرائط کا بھی ذکر ہے۔

استقبال قبلہ: مثلاً استقبال قبلہ شرائط میں سے ہے: "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" [لو اب اپنا رخ مسجد حرام کی سمت کرلو۔] (آسان ترجمہ)

کپڑوں کا پاکی: مثلاً کپڑوں کا پاک ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے۔اس کے لئے فرمایا: "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" [اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔]

وضو کی فرضیت: مثلاً اعضاء وضو کا پاک ہونا ضروری ہے۔اس لئے فرمایا گیا،قرآن پاک میں ہے:

"اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ"

[اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو،تو اپنے چہرے،اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو،اور اپنے سروں کا مسح کرو،اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک دھولیا کرو۔(آسان ترجمہ)

ارکان وفرائض

اور نماز کے جو ارکان وفرائض ہیں وہ بھی قرآن پاک میں مذکور ہیں۔

تکبیر تحریمہ: نماز شروع کی جاتی ہے تکبیر تحریمہ سے، قرآن پاک میں ہے:

"وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" [اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔] (آسان ترجمہ)

قیام: وہاں قیام کا ذکر ہے: "وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" [اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔] (آسان ترجمہ)

قرأت: وہاں قرأت کا ذکر ہے: "فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" [اب تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا آسان ہو۔] (آسان ترجمہ)

رکوع وسجود: وہاں رکوع وسجود کا ذکر ہے: "وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا" [اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو۔] (آسان ترجمہ)

ساری چیزیں موجود ہیں لیکن حضور اقدس ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: "صَلُّوْا كَمَا نَزَلَ فِي الْقُرْاٰنِ" نماز اس طرح پڑھو جس طرح قرآن میں نازل ہوئی بلکہ فرمایا: "صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ" جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح سے نماز پڑھو۔

تو صرف قرآن شریف کو سامنے رکھ کر اس سے کوئی حل کرنا چاہے نماز پڑھنا چاہے تو نہیں پڑھ سکتا۔ اس لئے استاذ کی ضرورت ہے تو پہلی چیز حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ استماع کا ہونا ضروری ہے۔ اب استماع نہ ہو محض لکھا ہوا ہو تو اس میں بہت خرابط ہوتا ہے۔

بغیر استاذ کے قرآن پاک پڑھنے میں غلطی

ایک صاحب نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا بغیر استاذ کے۔ اس زمانہ میں کچھ نقطے دینے کا رواج اہتمام سے نہیں تھا۔ پڑھتے ہیں: "الٓم ذٰلك الكتاب لازيت فيه" بجائے "**لاريب فيه**" پڑھنے کے "**لازيت فيه**" پڑھتے ہیں۔

"وجعل السقاية في رحل اخيه" "رحل" کی جگہ پر "رجل" پڑھتے ہیں۔ "في

رجل اخیۃ"۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے ان حضرات کو جنہوں نے قرآن پاک میں نقطے لگا دیئے۔

بغیر استاذ حدیث شریف پڑھنے میں غلطی

حدیث شریف میں بھی یہ دشواری پیش آتی ہے اسی لئے ایک جگہ پر کچھ لوگ جمع تھے احادیث لکھ رہے تھے۔ ایک صاحب نے آ کر کہا او بنو امیہ!، او امیہ کے لونڈو! کس طرح سے لکھتے ہو تم؟ ایک راوی ہے اَسِید۔ ایک راوی ہے اُسَید ایک راوی ہے اَسَید۔ املاء ان تینوں کا ایک طرح سے ہے مگر تلفظ الگ الگ ہے۔ کتاب سے جب نقل کریں گے پڑھیں گے تو اشتباہ ہو گا، تمیز کرنی دشوار ہے۔

اِحتَجَرَ کا اِحتَجَمَ

محدثین میں ایک محدث ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں ترمذی شریف کے راوی ہیں ان کے استاذ نے ان کو کتاب دیدی احادیث بیان کرنے کے لئے۔ استاذ سے ان روایات کو سننے کی نوبت نہیں آئی۔ صرف کتاب میں دیکھ کر وہ روایت نقل کرتے ہیں۔ وہ روایت کرتے ہیں: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی مسجدہ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت کی اپنی مسجد میں۔ سامع کہتا ہے: "فی مسجد بیتہ" اپنے گھر کی مسجد میں فرمایا۔ "لابل فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" مسجد نبوی میں احتجام کیا۔ احتجام کے کیا معنیٰ ہیں؟ پچھنے لگانا۔ اب اس کے اوپر مسائل چلیں گے، پچھنا لگے گا تو خون نکلے گا، مسجد میں خون کا نکالنا کیسا ہے؟ حالانکہ وہ "احتجم" نہیں "احتجر" ہے۔ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجر فی مسجدہ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بوریہ پھاڑ کر حجرہ کی ہیئت بنائی تھی نماز کے لئے۔ اس "احتجر" کو "احتجم" پڑھا۔

عِدَۃُ ابنُ مَنْ

اسی طریقہ پر یزید بن ہارون محدث ہیں۔ حدیث بیان کرتے ہیں۔ "حدثنی بہ عدۃ"، مجھ سے متعدد حضرات نے اس حدیث کو بیان کیا۔ راوی سننے والا سمجھتا ہے کہ: "عدۃ" کسی راوی کا نام ہے۔ پوچھتا ہے: "عدۃ ابن من؟" ان کی ولدیت کیا ہے؟ کس کے بیٹے ہیں؟

عَنِ اللہِ عَنْ رَجُلٍ

روایت بیان کرتے ہیں ایک راوی:

"حَدَّثَنَا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل عن اللہ عن رجل"

روایت بیان کی حضور اقدس ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے روایت بیان کی اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ نے حدیث بیان کی ایک رجل سے۔

بھئی یہ رجل کون ہیں؟ جو اللہ میاں کے بھی شیخ ہیں؟ "عن رجل"۔ نہیں وہ "عز و جلّ" تھا۔ "عن اللہ عزّ و جل"۔ عزّ کو "عَنْ" پڑھا اور واؤ کو را پڑھا، جلّ کو جل پڑھ دیا۔ اس لئے اس قسم کی غلطی کثرت سے ہوتی ہے جب استماع نہ ہو۔ جب استماع ہوگا تو راوی پوچھے گا استاذ سے یہ کون ہیں؟ کسی نام پر اشتباہ ہوگا اسے پوچھے گا، نام میں کچھ فرق ہوگا تو اس کی تمیز و تعیین کرائے گا۔ اس لئے پہلی چیز استماع ہے۔

ضرورتِ سند

اسی واسطے سند کی بڑی اہمیت ہے محدثین کے یہاں۔ اسی واسطے محدثین کہتے ہیں: "ان هٰذا العلم لدین، انظروا عمن تاخذون دینکم"۔ یہ علم دین ہے دیکھ لو کیسے شخص سے دین حاصل کر رہے ہو؟ کہاں لوگوں نے کہنا شروع کر دیا: "انظر الیٰ ما قال، لا تنظر

الی من قال"۔ جو کچھ کہا اس کو دیکھو، جس نے کہا اس کو مت دیکھو۔

(۱)......پس علم کا اول درجہ استماع ہے۔ استاذ سے اس کو سننا۔

(۲)......دوسرا درجہ ہے۔"انصات" خاموش رہنا، یعنی جب استاذ بیان کرے، شاگرد خاموش ہو کر سنے، یہ نہیں کہ ادھر ادھر کی باتیں بھی کر رہے ہیں، سن بھی رہے ہیں۔

(۳)......تیسرا درجہ ہے: اس کو حفظ کرنا۔ استاذ سے صرف سن لینا کافی نہیں، بلکہ استاذ سے جو سنا ہے اس کو حفظ بھی کر لے، اس کو یاد بھی رکھے، ایسا نہیں کہ سنا اور بس ختم، اس کو بھلا دیا، بلکہ اس کو برابر یاد کرتا رہے۔

(۴)......چوتھا درجہ ہے عمل۔ استاذ سے جو سنا ہے اس پر عمل بھی کرے۔ ایک آدمی استاذ سے سنتا بھی ہے، یاد بھی رکھتا ہے، مگر عمل نہیں کرتا، یہ کافی نہیں، یہ علم علمِ نبوت ہے، اس کے لئے عمل بھی ضروری ہے۔ اس لئے جو سنا جائے، یاد کیا جائے، اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرنا چاہئے۔

(۵)......پانچواں درجہ ہے: اس کو نشر کرنا۔ اس کو شائع کرنا، اس کو پھیلانا، اس لئے مدارس میں رہ کر جو کچھ پڑھا ہے، یاد کیا ہے، اس پر عمل بھی ضروری ہے، اور عمل کے ساتھ ساتھ اس کو دوسروں تک پھیلانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ خواہ کسی مدرسہ میں رہ کر پڑھایا جائے۔ یا مساجد میں وعظ وتقریر کے ذریعہ یا درس قرآن اور درس حدیث کی مجالس قائم کر کے، یا تصنیف وتالیف کے ذریعہ کتابیں شائع کر کے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ قبول فرمائے۔ آمین!

◆◆◆

تفسیر سورۂ ناس

اس بیان میں

سورۂ ناس کی تفسیر عجیب وغریب الہامی طریقہ پر بیان کی گئی ہے۔

....

تفسیر سورۂ ناس

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ ۔ الیٰ آخرہ۔

[کہو: کہ میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی، سب لوگوں کے بادشاہ کی، سب لوگوں کے معبود کی، اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے کو چھپ جاتا ہے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، چاہے وہ جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے۔] (آسان ترجمہ)

قرآن پاک کی سب سے آخری سورت ہے۔

شانِ نزول

حضرت نبی کریم ﷺ جس وقت ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں تشریف لائے۔ وہاں یہودیوں نے آپ پر جادو کیا۔ اس جادو کے اتار کیلئے دو سورتیں نازل ہوئیں۔ یہ یہودی لوگ بڑے سخت دشمن اور مخالف تھے اپنی کتابوں کے ذریعہ وہ جانتے تھے کہ نبی آخر الزماں ﷺ پیدا ہوں گے مگر اس کے لئے وہ تیار نہیں تھے کہ وہ بنی اسماعیل میں سے ہوں۔ اس واسطے سخت مخالف تھے، اور ایذاء پہنچانے کی طرح طرح کی ترکیبیں کرتے تھے۔

کوکب محمد ﷺ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں ملک شام میں تھا۔ مغرب کے

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

بعد ایک شخص نے بلند آواز سے کہا: "ھٰذا کوکب محمد صلی اللہ علیہ وسلم"
یہ محمد ﷺ کا ستارہ آسمان پر طلوع ہوا، آگے پیدا ہوں گے۔ یہاں تک جانتے تھے حضور اقدس ﷺ کی پیدائش کو۔

ایام شیر خوارگی میں ایک یہودی کا جھپٹا مارنا

اور ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی دایہ حضور اقدس ﷺ کو گود میں لئے ہوئے شیر خوارگی کے زمانہ میں جارہی تھیں۔ ایک جگہ ایک یہودی بیٹھا تھا، اس کے مریدین اور چیلے بھی وہاں موجود تھے۔ یہ بھی آکر بیٹھ گئیں۔ دیکھنے کے لئے کہ کیا ہو رہا ہے یہاں پر؟ اور اس یہودی نے دیکھا حضور اقدس ﷺ کی آنکھوں کی طرف۔ پوچھا: اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں؟ آشوب ہے؟ یا آنکھیں ایسی ہی رہتی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: کہ نہیں آنکھوں میں سرخی ہمیشہ رہتی ہے۔ یہ آشوب کی وجہ سے نہیں، کسی نے کہا ہے:

پُر حیا و سرمگیں آنکھوں میں ڈورے سرخ ہیں

حضرت نبی اکرم ﷺ کی آنکھیں پُر حیا تھیں سرمگیں تھیں، اکمل العینین تھے۔ حضور اقدس ﷺ بغیر سرمہ لگائے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سرمہ لگا رکھا ہے۔ یہ سب کچھ حالات تھے، یہ دیکھ کر اس یہودی نے ایسا جھپٹا مارا جیسے بلّی جھپٹا مارتی ہے۔ لیکن حضور اقدس ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی بچ گئے۔ دایہ جلدی سے واپس لے آئی حضور اقدس ﷺ کو اس وقت سے لوگوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ ہیں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودی کا دستاویز لکھوانا

ایک دفعہ دو یہودی جارہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، دیکھ کر کہنے لگے یہ شخص ہے، جو ہمیں جزیرۂ عرب سے نکالے گا، آئے ان کے پاس۔ اور کہا: کہ ہمیں آپ سے کام ہے۔

کہا: کیا کام ہے؟

کہا: کہ جب آپ بادشاہ ہوں گے، یہاں آپ کی حکومت ہوگی، تو ہمیں ایک پروانہ لکھ دیجئے کہ آپ ہم کو یہاں سے شہر بدر نہیں کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے کہ میں کہاں اور میری بادشاہت کہاں؟ اونٹ چرانے والا آدمی ہوں۔

کہا: کہ نہیں، یہ لکھ دیجئے۔

اس زمانہ میں چارسوبیس دفعہ ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ جانتے ہی نہیں تھے کہ کیا ہو چارسو بیس۔ لکھ دیجئے آپ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجبوراً ان کے اصرار پر لکھ دیا، لکھ کر ان کو دیدیا۔ پھر اللہ نے یہ کیا کہ حضرت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر پوری فرما کر چلے گئے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اخرجو الیھود من جزیرۃ العرب"

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کی بناء پر یہود کو جزیرۃ العرب سے نکالا۔ اس وقت وہ دونوں شخص پرچے لے کر آئے کہ دیکھئے آپ کا لکھا ہوا پرچہ ہے یہ خط ہے۔ آپ ہم کو امان دے چکے کہ ہم کو کہاں سے نہیں نکالیں گے۔ یہاں اتنا جانتے تھے۔ حضرت نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کرام تک کا ان کو علم تھا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان

ایک یہودی اپنی کتاب کے ذریعہ جانتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ طیبہ ہجرت کرکے آئیں گے۔ مسجد نبوی کے قریب ایک مکان تھا اسکو معلوم ہوا کہ اس جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہریں گے آکر۔ اس نے اس مکان کو خریدا اور سوچا کہ ٹھہرا کر سب سے پہلے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مہمان بناؤں گا۔ مگر اس کے مقدر میں نہیں تھا وہ مکان

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں قیام فرمایا۔

خیر مقصود یہ ہے کہ یہودی لوگ خوب جانتے تھے پہچانتے تھے، اسی لئے قرآن پاک میں آیا ہے:

"اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" (سورۂ بقرہ:؟؟)

[جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔] (آسان ترجمہ)

ایسا پہچانتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ تو یہود کا منشاء تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب ختم ہو جائے، آگے کو اولاد نہ چلے اس لئے جادو کیا۔

سحر کا اثر

اور وہ جادو کا اثر آپ پر یہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجۂ مطہرہ کے پاس جانے کا ارادہ فرماتے۔ تو خیال فرماتے کہ میں تو ہو آیا۔ فارغ ہو گیا میں تو حالانکہ نہیں گئے، نہیں فارغ ہوئے۔ جو امور وحی سے متعلق تھے ان میں کسی قسم کا خلل نہیں آیا۔ سحر کا اثر صرف اتنا ہوا جس کو اردو میں کہتے ہیں "مرد کو باندھنا" وہ باندھ دیا گیا۔ اس وقت میں یہ دو سورتیں نازل ہوئیں۔ "قُل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" اس سحر کو اتارنے کیلئے، حدیثوں میں اس کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گئے اس کنویں پر جہاں پتھر کے نیچے سحر دفن تھا۔ اور اس کو وہاں سے نکالا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا۔

فرمایا: "قل اعوذ برب الناس" آپ کہئے! کہ میں پناہ مانگتا ہوں رب الناس سے۔

"ملك الناس" جو ناس کا ملک ہے۔

"اله الناس" جو ناس کا الٰہ ہے۔......کس چیز سے پناہ مانگے؟

"من شر الوسواس الخناس" خناس کے شر سے اور وسواس کے شر سے۔

وہ کیا ہیں؟ "الذی یوسوس فی صدور الناس" جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہو۔

"من الجنۃ والناس" جنات میں سے ہو انسان میں سے ہو۔

لفظ ناس کے تکرار کی وجہ

اس سورت میں کئی جگہ ناس کا لفظ آ گیا۔ جو لوگ کثرتِ تکرار کو خلاف فصاحت و بلاغت کہتے ہیں، انہوں نے اعتراض کیا اس پر۔ اعتراض کہاں تک کریں گے۔ قرآن پاک میں سورۃ ہے سورالرحمن اس میں "فبایّ اٰلاء ربّکما تکذبٰن" [اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔] (آسان ترجمہ) اکتیس مرتبہ آیا ہے۔ "الرحمن" یہ الف اور لام سے شروع ہے الف کا عدد ایک اور لام کے عدد تیس ایک اور تیس ۳۱ یہیں سے پتہ چل گیا ہے کہ اکتیس جگہ آیا ہے۔

"الرحمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن" مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے جب قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور حاشیہ لکھا ہے تو اس میں نعمتوں کی قسمیں بتا کر یوں بتایا کہ یہ کتنی قسم کی نعمتیں ہیں اصولی طور پر۔ انہی اقسام کے مطابق یہ "فبای آلاء ربکما تکذبٰن" فرمایا گیا ہے۔

انسان کی تین حالتیں

خیر یہاں اتنا سوچئے کہ انسان تین قسم کے ہیں یا انسان کی تین حالتیں ہیں۔

(۱)...... **پہلی حالت:** بالکل بچپن کی ہے۔ اسمیں کوئی تمیز نہیں۔ حلال وحرام کی تمیز نہیں پاکی اور ناپاکی کی تمیز نہیں۔ بچہ بستر پر لیٹا ہوا ہے وہ کیا جانے پیشاب کیا چیز ہے پاخانہ کیا چیز ہے؟ وہیں بستر پر اس نے پیشاب کر دیا۔ بدن کو بھی لگ گیا، کپڑوں کو بھی لگ گیا۔ اس کو کچھ پتہ نہیں۔ یہ ابتدائی حالت ہے بچہ کی۔ جب ذرا بڑا ہو جاتا ہے سمجھنے لگتا

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

ہے پہچاننے لگتا ہے کہ کیا کیا چیزیں ہیں کس چیز سے بچنا چاہئے کس چیز سے نہیں بچنا چاہئے اور بچپن کے زمانے میں حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اس وقت میں اپنی ماں کو جانتا ہے. جو ماں اسکو پالتی ہے گود میں لیکر دودھ پلاتی ہے اس کو پہچانتا ہے کوئی چیز تکلیف کی ہوگی تو ماں کو پکارے گا پیاس لگے گی تو ماں سے مانگے گا۔ بھوک لگے گی تو ماں سے کہے گا کپڑے بدلنا ہو تو ماں سے کہے گا۔ استنجے کی ضرورت ہوگی تو ماں سے کہے گا وہ جانتا ہے سمجھتا ہے کہ میرے سارے کام میری ماں کرتی ہے ماں ہے پالنے والی۔

(۲)...... **دوسری جوانی کی حالت:** اسکے بعد جب بچہ جوان ہو جاتا ہے سمجھتا ہے کہ ماں کے اندر تو کچھ بھی طاقت نہیں ماں کو تو میں گود میں بٹھا کر ادھر سے ادھر کر دوں۔ ایک لڑکے سے میں نے پوچھا کہ تم لوگ اپنی ماں کو تو پریشان نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پریشان تو نہیں کرتے۔ بس چولھے پر بیٹھی کھانا پکار ہی ہیں۔ جب انکو غصہ آتا ہے تو اول فول بکنا شروع کرتی ہیں ہم انکو اٹھا کر گود میں لیکر چارپائی میں رکھ دیتے ہیں کہ بس آپ یہیں تشریف رکھیں اور کچھ نہیں۔ دیکھ لیا کہ ماں کی طاقت اتنی ہے۔ وہ ماں جس سے ساری ضروریات وابستہ تھیں بغیر انکے واسطے کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک وقت بچہ پر ایسا بھی آیا کہ کسی چیز میں بھی ماں کی حاجت نہیں۔ ماں کو سب سے. بہت ضعیف اور کمزور پایا اور پھر طاقت کے نشہ میں آ کر نہ وہ ماں کو سمجھتا ہے نہ بھائی کو سمجھتا ہے نہ باپ کو سمجھتا ہے۔ ہمارے یہاں دو بھائی دونوں جوان۔ بڑے بھائی میں طاقت کم چھوٹے بھائی میں طاقت زیادہ۔ کسی غلطی پر بڑے بھائی ناراض ہو گئے چھوٹے بھائی پر۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ بھائی جان معاف کر دیجئے غلطی ہوگئی۔ مگر وہ. بہت غصہ میں بھرے ہوئے ہیں۔ آخر کار چھوٹے بھائی نے اٹھا کر پکڑ کر نیچے ڈال دیا بڑے بھائی کو اور سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اب تو معاف کر دیجئے۔ (حضرت نے بہت ہی عجیب انداز سے یہ خط کشیدہ جملہ فرمایا جس سے

سبھی ہنس رہے ہیں) وہ زمانہ ایسی طاقت کے نشہ کا ہوتا ہے کہ اس طاقت کے نشہ میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا البتہ حکومت سے ڈرتا ہے تھانہ میں رپٹ لکھی گئی۔ تھانے دار صاحب گرفتار کر کے لے جائیں گے۔ وہاں لے جا کر جیل میں پٹائی کریں گے۔ ڈرتا ہے تو حکومت سے ڈرتا ہے بادشاہِ وقت کا خوف ہوتا ہے اسکے دل میں اور کسی کا نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ میرا رہنا یہاں ان ہی کے مرہون منت ہے جب چاہے مجھے یہاں سے نکال دے، کہیں اور بھیجدیں۔ میرے مکان کو ضبط کر لے۔ نیلام کر دے غرض طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا سکتا ہے۔

(۳)...... **تیسری حالت:** اور زیادہ بڑا ہوتا ہے عقل زیادہ پختہ ہو جاتی ہے، بوڑھاپے میں تو پھر دیکھتا ہے کہ افوہ! بہت سی چیزیں تو ایسی ہیں کہ نہ جن کو ماں کر سکتی ہے، نہ تھانہ دار صاحب کر سکتا ہے نہ بادشاہ کر سکتا ہے کچھ نہیں کر سکتا۔ بلکہ مالک الملک کر سکتا ہے۔ وہاں پہونچ کر اس کی عقل ٹھکانہ آتی ہے، کاشت کار زمین میں ہل چلاتا ہے بیج ڈالتا ہے، بیج ڈالا۔ اگر چیونٹی اس کے اوپر مسلط ہوگئی، چیونٹیوں نے کھا کھا کر اس کو ختم کر دیا، کیسے اگے گا وہ، کیا کر سکتا ہے۔ چڑیاں اس کے اوپر مسلط کر دیں ادھر بیج ڈالا، چڑیاں آ کر سب کھا گئیں۔ وہ کیسے اگے گا اور زور سے بارش آگئی، سیلابی شکل میں، جتنا بیج ڈالا تھا سب کا سب بہہ گیا۔ کچھ بھی نہیں رہا زمین میں، اور اگر بیج رہا بھی بارش نہیں ہوئی، پانی نہیں ہے، نہیں اگتا۔ اگا پانی دیا گیا بارش ہوئی کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس میں دانہ بھی پیدا ہو۔ ایک ہوا گرم ایسی چلی جس کی وجہ سے سب بھسم ہوگیا۔ وہ اس کے اوپر دانہ پیدا ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رہی دانہ بھی پیدا ہوگیا، اسے کاٹ بھی لیا گیا گاہ بھی لیا اور غلہ کا ڈھیر ہوگیا۔ آسمان سے ایک بجلی آئی، گری، سارے غلہ کو جلا دیا۔ بادشاہ اور حکومت کیسے روک سکتی ہے اس کو، ابھی پچھلے شعبان کے مہینہ میں ہتھورہ جانا ہوا ضلع باندہ میں،

وہاں معلوم ہوا کہ غلہ میں آگ لگ گئی، جتنی محنت کی تھی غلہ پر سارا غلہ جل گیا۔ سارے سال کا منصوبہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے قرضہ ادا کریں گے۔ مکانات تعمیر کریں گے، شادیاں کریں گے لڑکیوں کے لئے جہیز کا انتظام کریں گے اور کیا کیا انتظامات تھے سب ختم ہو گئے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "قل اعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" آپ کہئے کہ میں پناہ چاہتا ہوں "رب الناس" کی یعنی انسان اگر اپنی عقل وفہم کے اعتبار سے بالکل بچپن کے زمانہ میں ہے بچوں جیسا ہے "رب الناس" اللہ تعالیٰ رب ہے، سب کا سب کا رب وہ ہے۔ سب کا پالنے والا وہ ہے سب کا انتظام کرنے والا وہ ہے، اس کی پناہ مانگئے۔ یہاں ناس سے مراد وہ انسان جو اپنی عقل وفہم کے اعتبار سے ایسے جیسے چھوٹے بچے۔ ملک الناس تمام انسانوں کا بادشاہ ایسا نہیں کہ خالی ماں ہے جیسی وہ پالنے والی تھی۔ اب بچہ جوان ہوگیا اب کچھ نہیں کرسکتی۔ کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس کا۔ بچہ کے دل میں خوف وخطر کچھ بھی نہیں رہا ماں کا۔ اب خوف وخطر کس کا ہے؟ حکومت وقت کا بادشاہ ہے۔

فرمایا: "مَلِکِ النَّاسِ" وہ بادشاہ بھی ہے یہاں "ناس" سے مراد وہ انسان ہے جو اپنی جوانی اور طاقت کے نشہ میں ایسا مست ہے کہ گھر کے کسی آدمی کو کچھ نہیں سمجھتا ہے ہاں اگر کچھ خوف وخطر ہے تو بادشاہ سے ہے۔ یہاں وہ مراد ہے "مَلِکِ النَّاسِ" میں "الناس" سے۔

اس کے بعد کہتے ہیں: "اِلٰہِ النَّاسِ" یہاں ناس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی عقل پختہ ہو چکی ہے جو سب سے گذر کر مالک الملک کی طرف پہنچتے ہیں۔ "اِلٰہ الناس" وہ معبود ہے۔ سب کی رگ اس کی قبضۂ قدرت میں ہے بغیر اس کے کچھ نہیں کوئی کرسکتا ہے

خَنَّاس کیا چیز ہے؟

"من شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" "وسواس" "خناس" کیا چیز ہے؟ عرفاء نے

لکھا ہے ایک اژدھا کی شکل میں ہے جو قلب کا احاطہ کئے پھن اٹھائے بیٹھا ہے۔ بار بار ڈستا رہتا ہے قلب کو اور اس کا زہر انسان کے تمام اعضاء میں تمام جسم میں سرایت کرتا رہتا ہے اس زہر کی خاصیت ہے حق تعالیٰ کی نافرمانی۔ غفلت، یہ اس کی خاصیت ہے۔ اس کا زہر ابتداء قلب میں آتا ہے اور قلب چونکہ بادشاہ ہے تمام جسم کا تمام اعضاء تابع ہیں قلب کے۔ جیسا خون جیسا اثر قلب میں آتا ہے اس کے ذریعہ سے سب جگہ پر پھیلتا ہے۔ وہ ڈستا ہے قلب کو، قلب کے اندر زہر پہونچا جس کی تاثیر ہے غفلت، معصیت۔ وہاں سے سب جگہ پر قلب کی طرف سے تقسیم ہوتا ہے۔ ہر جگہ پر جاتا ہے۔ آنکھ کے اندر بھی معصیت پیدا ہوتی ہے، کان کے اندر بھی معصیت پیدا ہوتی ہے، ناک کے اندر بھی معصیت پیدا ہوتی ہے۔ زبان کے اندر بھی معصیت پیدا ہوتی ہے۔ پیٹ کے اندر بھی معصیت پیدا ہوتی ہے ہاتھ پیر، ہر چیز کے اندر معصیت پیدا ہوتی ہے۔

ذکر! ضرب کے ساتھ

اس واسطے صوفیاء نے تجویز کیا ذکر کرنا ضرب کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" کی جو ضرب لگاتے ہیں وہ اس کے پھن پر لگاتے ہیں۔ جہاں پر وہ بیٹھا ہوا ہے قلب کو ڈستا ہے جس سے پھن مضمحل ہو جائے اس کی، اس کا زہر کم ہو جائے ختم ہو جائے، پھر آگے بیکار سارہ جاتا ہے اس کے اندر طاقت نہیں رہتی ہے ڈسنے کی، حملہ کرنے کی۔

"اَلَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ" یہاں ناس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے شیطان وہ مراد ہیں اس سے۔

شیطان کی دو قسمیں

"من الجنة والناس" اور یہ وسوسے ڈالنے والے جنات میں سے بھی ہوتے ہیں

اور انسان میں سے بھی ہوتے ہیں ۔ یہاں ناس سے مراد وہ آدمی جو دوسرے کے دل میں وسوسہ ڈالے ۔کہتے ہیں مثل مشہور ہے۔’’ آدمی کا شیطان آدمی ہے‘‘،کسی بزرگ نے دیکھا کہ جنگل میں پڑا ہوا کوئی سو رہا ہے ان کے پاؤں کی آہٹ سے بیدار ہوا۔سر اوپر اٹھایا۔ پوچھا کہ بھئی تو کون ہے؟اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں ۔اس نے کہا اچھا تجھے بھی فرصت مل جاتی ہے سونے کی ۔ تیرے سپرد تو بہت کام ہے لوگوں کو بہکانا،وسوسہ ڈالنا،اس نے کہا کہ ہاں اب میرے قائم مقام انسان بہت سارے ہو گئے ہیں ۔میرے پاس کام زیادہ نہیں رہا ہلکا ہو گیا۔ مجھے موقع مل جاتا ہے سونے کا۔تو شیطان کا کام انسان کرتا ہے ۔

کیوں ہنسی مجھ کو نہ آئے حضرت انسان پر
فعل بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

شیطانِ انس

اس واسطے شیطان تو شیطان ہے لیکن اگر انسان شیطانیت پر آجاوے تو شیطان کو بھی زیر کر دے ۔انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود شیطانیت پر آجاوے تو شیطان اس سے بھی پناہ مانگتا ہے ۔کسی جگہ پر لڑکے کھیل رہے تھے شیطان پہونچ گیا وہاں ۔گدھے کی صورت بنا کر پہنچا ۔لڑکوں نے کھیل ختم کرا سے پکڑ لیا ۔ گلے میں رسی باندھی اور کئی چڑھنے لگے ۔اور اس پر سوار ہو گئے ۔ایک رہ گیا دو رہ گئے وہ کیا کریں ۔وہ ڈنڈا تھا انہوں نے ڈنڈا اس کے پیچھے گھونپ دیا اور اس پر سوار ہو گئے ۔تو وہاں سے بھاگا وہ ۔ یہ تو ہوئی مصیبت ۔انسان کا حال یہی ہے ۔

انسان عالم اصغر ہے

اسی وجہ سے انسان کو عالم اصغر کہا جاتا ہے تمام عالم میں جتنی چیزیں پیدا کی گئی ہیں

ان سب کے نمونے انسان میں موجود ہیں لوح بھی ہے یہ قلم بھی ہے اور خدا جانے کیا کیا ہے؟ حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے تفسیر فتح العزیز میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔کیا کیا چیزیں ہیں انسان کے اندر۔خیر۔

لفظ انسان کے تکرار کی وجہ

غرض یہ کہ جب ناس اتنی جگہ آیا، پانچ جگہ پر آیا ایک چھوٹی سی سورۃ میں، اور ہر ناس کا مصداق الگ الگ تو کوئی تکرار نہیں رہا۔تکرار تو جب ہوتا جب کہ ایک ہی چیز ہوتی۔اسی کو بار بار کہتے اور پھر یہ کیا ضروری ہے کہ تکرار ہو، تو تکرار مخل فصاحت بھی ہو، غلط ہے۔عربی میں فارسی میں اردو میں ہر زبان میں بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء کے کلام میں تکرار ہے۔ایک حرف مکرر آتا ہے ایک لفظ مکرر آتا ہے اور جتنا مکرر آیا اسی قدر اس کے اندر فصاحت کی تعریف بڑھتی چلی گئی۔

تیرے دندان ولب نے کر دیا بے قدر عالم میں
گوہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

یہ "کو" اتنی جگہ آیا۔گوہر کو، لعل کو، یاقوت کو، ہیرے کو، مرجان کو، کوئی نہیں کہے گا کہ یہ خلاف فصاحت ہے۔اس کے اندر جان پیدا ہوگئی۔جو لوگ فصاحت و بلاغت کے اصول سے واقف نہیں ہیں وہ اس قسم کے اعتراضات کیا کرتے ہیں کہ ایک لفظ مکرر آ گیا اس لئے جواب کی ضرورت نہیں اس کی۔اگر کوئی سمجھ دار آدمی اشکال کرے سب چیزوں سے قطع نظر کرتے ہوئے وہ کہے گا کہ مجھے تو جواب چاہئے۔مجھے تو جواب چاہئے۔ہاں نہیں کا جواب چاہئے مجھے تو دوسری بات ہے۔اس کو جواب دے دیا جائے۔

معوذتین کی خاصیت

ان دو سورتوں کی خاصیت اب بھی یہ ہے۔"قل اعوذ برب الفلق" اور "قل

اعوذ برب الناس" کی کہ صبح وشام ان کو گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کرلیا جائے تو انشاء اللہ جادو سے حفاظت رہے گی۔شیطان سے حفاظت رہے گی۔جنات سے حفاظت رہے گی۔ مستورات اپنے بچوں پر پڑھ کر دم کر دیا کریں۔ہر آدمی خود پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کرے بہت ہی مفید چیز ہے۔

معوذتین کے ساتھ فجر کی امامت

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔فجر کی نماز پڑھائی: "قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس" پڑھی۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: دیکھا دیکھا تم نے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص شان تھی جس کے متعلق فرمایا: کہ دیکھا دیکھا تم نے۔حالاں کہ فجر کی نماز میں طوالِ مفصل، لمبی قرأت پڑھی جائے۔چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے طویل قرأت کی ایک مرتبہ۔جب سلام پھیرا کسی نے کہا: اگر سورج نکل آتا۔انہوں نے جواب دیا:

"لو طلعت لم تجدنا غافلین"

اگر سورج نکل آتا تو ہمیں غافل نہیں پاتا۔قیامت میں گواہی دیتا کہ میں نے جب طلوع کیا تو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے تھے یہ جواب دیا انہوں نے۔

سورۂ یوسف کثرت سے پڑھنا ثابت ہے سورۂ بقرہ پڑھنا ثابت فجر کی نماز میں حضور اقدس ﷺ نے دو سورتیں پڑھیں۔"قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس"۔ بہت چھوٹی چھوٹی اور پھر تعریف فرمائی کہ دیکھا؟ اب کیا چیز تھی؟ اس کو تو وہی سمجھیں لیکن بظاہر تو یہ ہے کہ ان دو مختصر سورتوں کے ذریعہ سے اتنی بڑی سورتوں کا کام ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔یہ نہیں کہ ان کے پڑھنے سے اجر میں کچھ کمی رہی ہو۔اجر وثواب اتنا ہی ہے۔

قصہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام

اس بیان میں

سیدنا حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ کا بیان ہے۔ جس کے ہر جز سے حق تعالیٰ شانہ کی قدرت، عظمت، حکمت کھلے طور پر محسوس ہوتی ہے۔ جس کے پڑھنے سے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔

....

قصہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى۔ قَالَ اَلْقِهَا الخ۔ (سورۂ طٰہٰ: ۱۹-۱۷)

[اور موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس کا سہارا لیتا ہوں، اور اس سے اپنی بکریوں پر (درخت سے) پتے جھاڑتا ہوں، اور اس سے میری دوسری ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔ فرمایا: موسیٰ! اسے نیچے پھینک دو، چنانچہ انہوں نے اسے پھینک دیا، پھر کیا تھا وہ اچانک ایسا دوڑتا ہوا سانپ بن گئی الخ۔] (آسان ترجمہ)

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا۔ وحی بھیجی کہ تم جاؤ فرعون کے پاس۔

"اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى" (سورۂ طٰہٰ: ۲۴)

[(اب) فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکشی میں حد سے نکل گیا ہے۔] (آسان ترجمہ)

فرعون کے پاس جاؤ اس نے طغیانی پھیلا رکھی ہے۔

فرعون کا خدائی دعویٰ

طغیانی تو اس کی ایسی تھی کہ اللہ کی پناہ۔ دعویٰ کرتا تھا: "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" وہ اپنی ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا اور وہ بھی رب اعلیٰ کا۔ اگر کوئی ہے بھی رب تو اس سے ادنیٰ ایسی سرکشی پھیلا رکھی تھی۔

قبطی کے قتل کا واقعہ اور مصر سے مدین کا سفر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ دو آدمیوں کی لڑائی ہو رہی ہے، ان میں ایک قبطی ہے، ایک بنی اسرائیلی، بنی اسرائیلی کمزور ہے، قبطی طاقتور ہے، قبطی بنی اسرائیلی کو مار رہا ہے، اس پر ظلم کر رہا ہے، بنی اسرائیلی جو کمزور ہے وہ فریاد کر رہا ہے کہ مجھے بچائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے اور ایک گھونسہ مارا اس دوسرے شخص کو جو قبطی تھا، قوی اور ظالم تھا، اس کی جان نکل گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے قوی تھے۔ بڑا چرس بڑا ڈول خود تنہا کھینچتے تھے۔ جب پانی نکالنے کا وقت آتا کنویں سے بیمار بھی نہیں ہوتے تھے۔ مضبوط رہتے تھے اور قبطی کے ایک گھونسہ مارا تو اس کی جان نکل گئی۔ تو جب اس کی جان نکل گئی تو مقدمہ قائم ہوا فرعون کی طرف سے وارنٹ جاری ہو گیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے قتل کیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چپکے سے چل دیئے۔ اور مصر سے نکل کر مدین دوسرے ملک میں پہنچ گئے۔ جب دوسرے ملک میں دوسری حکومت میں آدمی چلا جاتا ہے تو جہاں سے اس کا وارنٹ نکلا تھا اس کو وہاں سے گرفتار کرنے کا بھی اختیار نہیں رہتا۔ دیر تک وہاں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے اور وہاں دس سال تک اجارہ کا معاملہ رہا بکریاں چرانے کا۔

پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ وہاں رہتے سہتے رہے۔

....

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کا ملنا

بیوی کو لئے اپنے وطن مصر واپس جا رہے تھے، بیوی حاملہ تھیں۔ ولادت کا وقت قریب آگیا۔ بڑے پریشان کہ سفر میں ہونے کی وجہ سے پاس کچھ ہے بھی نہیں۔ سردی کا زمانہ تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ راستہ بھی بھول گئے، وہاں جنگل میں کوئی راستہ بتانے والا بھی نہیں، پریشانی کا عالم ہے، سامنے کو دیکھا تو پہاڑی پر ایک آگ روشن نظر آئی۔ دستور تھا کہ پہاڑی پر ایک آگ جلا دیا کرتے تھے۔ کوئی مسافر ادھر ادھر سے مارا مارا پھر رہا ہو تو یہاں آجائے۔ وہاں اس کے لئے کچھ کھانے پینے کا بھی انتظام رہتا اور رہنے سونے کی بھی جگہ ہوتی تھی۔ اس ضابطہ کے ماتحت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا کہ ویسی ہی کوئی آگ ہے۔ گھر والوں سے کہا:

"اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى" (سورہ طٰہٰ: ۱۰)

[یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو ایک آگ نظر آئی، تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں اس میں سے کوئی شعلہ تمہارے پاس لے آؤں، یا اس آگ کے پاس مجھے راستہ کا پتہ مل جائے۔] (آسان ترجمہ)

میں نے ایک آگ کا احساس کیا ہے میں وہاں جا رہا ہوں۔ تم یہیں ٹھہرے رہو ممکن ہے وہاں سے آگ لے آؤں ممکن ہے کہ کوئی راستہ بتانے والا بھی وہاں ہوں۔ گئے وہاں پر پہنچے پہاڑی پر۔ دیکھا کہ ہاں آگ تو ہے وہاں لکڑی کا ایک حصہ لیا اب اس کے اوپر آگ لگا رہے ہیں سلگا رہے ہیں سلگاتے ہیں اور سلگانے کے جب قریب جاتے ہیں تو ڈر بھی لگتا ہے اس آگ سے پھر معلوم ہوا کہ او ہو آگ نہیں تھی یہ تو تجلی تھی اب آواز آتی ہے:

"اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی وَ اَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی" (سورۂ طٰہٰ:۱۳،۱۲)

[اے موسیٰ! یقین سے جان لو کہ میں ہی تمہارا رب ہوں، اب تم اپنے جوتے اتار دو، تم اس وقت طویٰ کی مقدس وادی میں ہو، اور میں نے تمہیں (نبوت کے لئے) منتخب کیا ہے۔ لہٰذا جو بات وحی کے ذریعہ کہی جارہی ہے اسے غور سے سنو۔] (آسان ترجمہ)

اے موسیٰ جوتے نکالدو۔ تم تو پاکیزہ جگہ میں ہو۔ تمہارے پاس وحی آرہی ہے اس کو سنو۔ وحی کہاں سے آرہی ہے؟ کون بھیج رہا ہے؟ وحی اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے اور کون بھیجا کرتا ہے؟ نہیں تو کبھی کوئی اور بھی بھیج دے۔

ایک قادیانی سے گفتگو

ایک مرتبہ ایک قادیانی سے گفتگو ہوئی۔ قادیانی نے کہا کہ مرزا غلام احمد نبی تھے میں نے پوچھا کہ کیا دلیل؟ کہا کہ ان کے پاس وحی آتی تھی۔ میں نے یہ نہیں پوچھا کہ کس کے پاس سے آتی تھی۔ میں نے مان لیا کہ وحی آتی تھی تو جس کے پاس وحی آتی ہے وہ نبی ہوتا ہے؟ کہا کہ جی ہاں وہ نبی ہوتا ہے۔ وحی تو نبی کے پاس آتی ہے کسی اور کے پاس نہیں آتی ہے۔ میں نے کہا کہ بتاؤ کبھی کوئی عورت بھی نبی ہوئی؟ عورت تو کوئی نبی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا قرآن شریف میں ہے:

"وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی"

[اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف۔]

اور قرآن شریف میں ہے:

"وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ"

[اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو پہاڑوں میں

اور درختوں میں اور لوگ جو چھتریاں اٹھاتے ہیں ان میں اپنے گھر بنا۔](آسان ترجمہ)

تیرے رب نے وحی بھیجی نحل کے پاس ۔نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں کیا وہ بھی نبی ہے اور پھر جانور ہونا بھی ضروری نہیں ۔کبھی بے جان کے پاس بھی وحی آتی ہے۔

"اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا. وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا. وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا. يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا. بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا" (سورۂ زلزال)

[جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجھوڑ دی جائے گی، اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دیگی، اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے؟ اس دن زمین اپنی ساری خبریں بتا دیگی، کیونکہ تمہارے پروردگار نے اسے یہی حکم دیا ہوگا۔](آسان ترجمہ)

زمین کے پاس وحی آتی ہے کیا وہ بھی نبی ہے؟ اور یہ ساری بحث اس وقت ہے کہ جبکہ یہ مانا جائے کہ اللہ کی طرف سے وحی ہے۔

اس نے کہا: کہ کیا غیر اللہ کی طرف سے بھی وحی آتی ہے؟

میں نے کہا: ہاں ہاں قرآن شریف میں ہے: "وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ" (سورۂ انعام:۱۲۱)

[اور شیاطین اپنے دوستوں کو ورغلاتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں۔] (آسان ترجمہ)

شیاطین اپنے دوستوں کے پاس وحی لاتے ہیں ۔اپنے دوستوں کے پاس وحی بھیجتے ہیں ۔قرآن شریف میں ہے ۔چونکہ مسئلہ نبوت کا ہے اعتقادیات میں سے اس کے لئے دلیل بھی قطعیات میں سے ہونی چاہئے ۔قرآن پاک سے ہونی چاہئے، اس لئے ساری چیزیں قرآن پاک ہی سے پیش کر رہا ہوں ۔خیر تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی ۔سنو! تم کو کہا جا رہا ہے؟

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب کی کتاب میں ہے

ایک کتاب اعلیٰ حضرت کی ہے۔ اسمیں لکھا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو جانتے ہو؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانصاحب ہیں بریلوی۔ ان کی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک مرتبہ آئے۔ تو حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام جانتے بھی ہو وحی کہاں سے آتی ہے؟ کون بھیجتا ہے؟ کہا کہ نہ۔ پردہ ہے پردہ کے پیچھے سے آتی ہے۔ فرمایا کہ اچھا ذرا سا جھانک کر دیکھنا کہ پردہ کے پیچھے کون ہے؟ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام اسی انتظار میں رہے۔ جب پردہ کے پیچھے سے وحی آئی۔ حضور اقدس ﷺ کے واسطے حضور اقدس ﷺ کو یہ پیغام پہنچاؤ۔ انہوں نے جھانک کر دیکھ لیا۔ اجازت نہیں لی اللہ میاں سے اور اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی جب حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جھانک کر دیکھا تو وہاں حضور اقدس ﷺ بیٹھے ہیں۔ وحی خود وحی بھیج رہے ہیں۔ خیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی اور ان کو نبی بنایا گیا، جب نبی بنایا گیا تو وہیں سے حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ۔ فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوگیا۔ وحی آگئی اور ثبوت کے واسطے دو معجزے دیئے گئے۔

(۱)...... **عصا**۔ کہ لاٹھی کو زمین پر ڈال دیتے تھے تو وہ اژدہا بن جاتا تھا، اور پھر جب ہاتھ میں لیتے تھے تو پھر واپس لاٹھی بن جاتی تھی۔

(۲)...... **ید بیضا**۔ کہ ہاتھ کو گریبان میں داخل کر کے نکالتے تو وہ روشن ہوجاتا اور جب دوبارہ گریبان میں داخل کر کے نکالتے پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا تھا۔

وہیں سے چل دیئے۔ یعنی آگ لے کر واپس بیوی کے پاس نہیں آئے۔ آکر ان کو خبر بھی نہیں کی کہ کیا قصہ پیش آگیا۔ یہ انتظار میں بیٹھی ہیں کہ آگ لینے کے لئے گئے ہیں آگ لے کر آویں گے سینکنے کے واسطے۔ البتہ دشواری یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی۔ صاف لفظ نہیں بولا جاتا منہ سے۔ اور لکنت کیوں تھی؟

....

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے محل میں پرورش

اس واسطے کہ بچپن میں تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا تھا، چونکہ فرعون کی طرف سے قتل کرنے کا حکم تھا کہ جو بچہ پیدا ہوا سے قتل کردو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ماں گھبرائی کہ خبر ہو جائے گی۔ قتل کا حکم ہو جائے گا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ:

"فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي" (سورۂ بقرہ:؟؟)

[پھر جب تمہیں اس کے بارے میں کوئی خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور ڈرنا نہیں۔] (آسان ترجمہ)

جب تم کو ڈر ہو اس بات کا کہ میری قوم کو خبر ہو گئی تو اس بچہ کو تابوت میں رکھ کر سمندر میں ڈال دینا۔ اچھی بات۔ سمندر میں ڈال دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو بھیجا کہ تو ذرا دیکھ تابوت کدھر کو جا رہا ہے؟ بہن کنارے کنارے جا رہی سمندر کے تابوت اندر کو جا رہا ہے۔ جس میں موسیٰ بیٹھا ہوا ہے۔ لیٹا ہوا ہے اسی سمندر میں سے ایک نہر پانی کی جاتی تھی فرعون کے باغ میں کو، مکان میں کو، وہ تابوت بھی اس نہر میں کو ہولیا، اب اور زیادہ ڈر کی بات ہو گئی کہ جس سے بچانے کے واسطے تابوت میں رکھ کر سمندر میں ڈالا یہ اسی طرف نکل گیا۔ فرعون کے آدمیوں نے دیکھا کہ ایک تابوت دریا میں آرہا ہے، وہ لوگ اس کو پکڑ لائے اور لے گئے فرعون کے، پاس مکان میں کھولا، دیکھا تو بچہ ہے۔ ادھر تو تمام بچوں سے فرعون کو ضد تھی، کسی کاہن نے بتادیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا، جو تمہاری سلطنت کا تختہ الٹ دیگا۔ اس نے کہا: کہ اچھا میں بچہ کو زندہ ہی نہیں رہنے دوں گا۔ نس بندی تو اس وقت تک تھی ہی نہیں کہ نسبندی کا حکم کر دیتا۔ البتہ بچوں کے قتل کرنے کا حکم کر دیا تھا۔ اس نے کہ جولڑ کا پیدا ہوگا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ جولڑکی پیدا ہوگی اسے تو زندہ رکھنا ہے۔ ایسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب وہ تابوت پہونچ گیا فرعون کے گھر میں فرعون نے دیکھا تو اس کی بیوی نے کہا:

"قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" (سورۂ قصص: ۹)

[اور فرعون کی بیوی نے (فرعون سے) کہا: کہ یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور (یہ فیصلہ کرتے وقت) انہیں انجام کا پتہ نہیں تھا۔] (آسان ترجمہ)

اسے تو ہم بیٹا بنالیں گے، یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، فرعون کے اولاد نہیں تھی، فرعون عنین تھا، نامرد چاہے "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کا دعویٰ کرتا ہو، لیکن ایک عورت کے قابل نہیں تھا۔ اولاد نہیں، جب وہ بچہ خوبصورت سا نظر پڑا، دل کے جذبات بھی تو اللہ کے قبضے میں ہوتے ہیں۔ بجائے غصہ کے بجائے قتل کے ارادہ کے بیٹا بنانے کو تجویز کرلیا۔ اچھی بات۔

اب بچہ کو دودھ پلانے کے واسطے خدا جانے کتنی عورتیں ہوں گی جنکے بچے قتل کئے گئے دودھ والی عورت کے، جس عورت کو بلا کر بچہ دیتے ہیں، بچہ دودھ ہی نہ لے منہ میں۔ اس کی پستان کو منہ میں پکڑتا ہی نہیں۔ روتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا فرعون کے گھر آنا جانا تھا، اس نے کہا:

"هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ"

میں تمہیں ایک پتہ بتاؤں ایسے گھرانے کا جو اس کے لئے خیر خواہ ہیں تو انہوں نے لہٗ کی ضمیر فرعون کی طرف راجع کر دی کہ فرعون کے خیر خواہ ہیں۔ فرعون کے تو سارے ہی خیر خواہ تھے چنانچہ فرعون کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا:

"اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ" گھر والوں سے فرمایا تھا: تم اس کو دریا میں ڈالدو میرے حکم سے ہم اس بچہ کو تمہاری طرف واپس کریں گے۔ وہ وعدہ بھی اللہ میاں کو پورا کرنا تھا، تو جناب! فرعون کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ گئیں، ان سے کہا گیا کہ بچہ کو دودھ پلاؤ۔ انہوں نے بڑی بے غرضی کے ساتھ جواب دیا بے توجہی سے بات کی۔ یہ نہیں کہ بے تاب

ہو جائیں بچہ کو دیکھ کر۔ ارے یہ میرا بچہ ہے یہ نہیں کہا ہاں ہاں پلادوں گی۔ باقی یہاں نہیں پلانے کی اپنے گھر پر رہوں گی۔ کہا ہاں بچہ کو گھر لیجانے کی اجازت ہے۔ انہوں نے کہا اور مفت نہیں پلانے کی اتنے روپیہ لوں گی چنانچہ اب جناب تنخواہ بھی مقرر ہوگئی۔ بچہ کو گھر لیجا کر اپنے پاس رکھا۔

"وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ" خوف نہ کرے گھبرائے مت تیرے بچے کا انتظام ہم کردیں گے تو بار بار فرعون کو خیال ہوتا تھا کہ یہ بچہ تو وہی معلوم ہوتا ہے یہی میری سلطنت کا تختہ الٹے گا کبھی جوش میں آ کر گود میں بھی لیتا تھا بچہ کو۔

فرعون کے طمانچہ مارنا

ایک دفعہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑی اور منہ پر زور سے طمانچہ مارا، جس سے فرعون کو پورا خیال ہوگیا کہ یہ وہی بچہ ہے، مگر اس کی بیوی نے سمجھایا کہ ابھی بچہ نا سمجھ ہے، نا سمجھی میں ایسا کیا ہے، میں ابھی امتحان لیتی ہوں کہ کتنا نا سمجھ ہے، چنانچہ اس نے ایک طباق میں سچے موتی چمکدار منگوائے اور ایک طبق میں آگ کے شعلے منگوائے، دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے طباق کی طرف ہاتھ کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کا ایک شعلہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا، جس سے زبان جل گئی۔ اور زبان میں لکنت پیدا ہوگئی۔ فرعون کی بیوی نے کہا: کہ دیکھا آپ نے یہ بچہ کتنا نا سمجھ ہے اور اس نے نا سمجھی ہی میں تم کو طمانچہ مارا ہے، فرعون کو اطمینان ہوگیا اور پھر گھر میں برابر پرورش ہوتی رہی، اور پھر قبطی کے قتل کا واقعہ پیش آیا، جس کی وجہ سے فرعون کو پھر یقین ہوگیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم صادر کیا، جس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام قتل کے خوف سے مصر سے مدین چلے گئے اور پھر نبوت ملنے پر مصر آئے۔ اور پھر فرعون کو ایمان کی دعوت دی اور اپنا معجزہ دکھایا۔ فرعون

نے جادوگروں کو بلایا، جادوگر معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو لے کر دریائے نیل پار کر کے چلے گئے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دریا میں راستے بنادیئے، فرعون اپنے لشکر کو لیکر ان کے تعاقب میں آیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے پورے لشکر کو دریا میں غرق کر دیا اور خدائی کا دعویٰ کرنے والا نہ لشکر کو بچا سکا، نہ اپنے آپ کو بچا سکا۔ اور دنیا کو معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کتنی زبردست قدرت والا ہے۔ وہ چاہتا ہے تو دشمن کے گھر میں اس کے دشمن کو پلواتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے دنیا کی کوئی قوت اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذاتِ عالی پر کامل یقین عطا فرمائے۔ آمین!

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس بیان میں

سید المرسلین امام الانبیاء حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ضرورت واہمیت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

....

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (سورۂ نساء: ۶۵)

[نہیں (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں۔ پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔] (آسان ترجمہ)

شان نزول

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں دو شخصوں کے درمیان کچھ نزاع پیدا ہوا۔ نزاع کی صورت یہ تھی کہ ایک باغ میں پانی دیتا تھا ایک میں کیا دو میں دیتا تھا۔ ایک باغ ایک شخص کا تھا دوسرا باغ دوسرے شخص کا تھا۔ نزاع اس بات میں تھا کہ پہلے پانی کون شخص دے؟ موقع ایسا تھا کہ ایک کے متصل تھا پانی۔ ایک کے باغ کے قریب تھا دوسرے کے باغ سے ذرا فاصلہ پر تھا۔ تو اس نزاع کا فیصلہ کرانے کے

02 Khutbat-e-Mahmood J-1f

واسطے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں تو بھئی سب سے بڑی کچہری وہی تھی عدالت وہی تھی۔ جو بھی قصہ پیش آیا تو جا کر حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ کے سامنے نزاع پیش کیا گیا۔ ان نزاع کرنے والوں میں ایک تھے حضور اقدس ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی جنکا نام حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ یہ پھوپھی زاد بھائی ہیں حضور اقدس ﷺ کے ان کا باغ اس پانی کے متصل اور قریب تھا۔ یہ چاہتے تھے کہ پانی پہلے میں اپنے باغ میں دیدوں۔ اس کے بعد میرا ساتھی اپنے باغ میں لے لے۔

"فَلَا وَرَبِّكَ الخ" میں یہ "لا" جو قسم کے لئے آتا ہے، جیسے:

"لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ"

اور "لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ"

مفسرین تو کہتے ہیں کہ "لا" زائد ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس سے پہلے ایک چیز مقدر ہے محذوف ہے "لا" اس پر داخل ہو رہا ہے۔ اس طرح بات نہیں ہے۔ جیسے آپ نے سمجھ رکھی ہے۔ "فَوَرَبِّكَ" قسم ہے تیرے رب کی۔ یہ ہے۔ اردو میں بھی آپ اس طرح بولتے ہیں جس طرح آپ نے سمجھ رکھی ہے۔ اس طرح نہیں۔ بات اس طرح ہے۔

مومن ہونے کی شرط

جن لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہم نے کہہ لیا، اور ہم مومن ہو گئے۔ وہ بات اس طرح نہیں بلکہ ان کے مومن ہونے کے واسطے کیا صورت ہے۔ یہ ہے:

"فَلَا وَرَبِّكَ" وہ لوگ ایماندار نہیں ہو سکتے مومن نہیں کہلائے جا سکتے۔

"حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ" یہاں تک کہ آپکو حکم بنا دیں اپنے معاملہ اور مقدمہ میں فیصلہ

کرنے کے لئے آپ کو حکم بناویں۔

"فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ" جو چیز ان میں آپس کی اختلاف کی ہے اس اختلاف کے واسطے فیصلہ کے لئے حضور اقدس ﷺ کو حکم بناویں۔

"ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ"

پھر اپنے اندر جی کے اندر بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔ پورے شرح صدر کے ساتھ آپ کے فیصلہ کو قبول کرلیں دل کے اندر کوئی تنگی محسوس نہ کریں چہ جائے کہ زبان سے آئے۔ چہ جائے کہ حال میں ہو؟

اور "يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا"

پورے طور پر آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرلیں تو مومن ہونے کی علامت یہ بتائی ہے قرآن کریم نے کہ نبی کریم ﷺ کے فیصلوں کو پورے طور سے تسلیم کرلے۔ جی کے اندر بھی کوئی دغدغہ باقی نہ رہے تردد نہ رہے، خرخشہ نہ ہو بلکہ حضور اکرم ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ پورا پورا تسلیم ہے۔ بس یہی ہے۔ ایمان کہتے اسی چیز کو ہیں۔ ایمان کسے کہتے ہیں؟ ایمان کے معنیٰ مان لینا۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے احکام کو دل سے قبول کرلینا، دل کے اندر کوئی تردد و کھوٹ حضور اقدس ﷺ کے فرمان پر عکس چاہتا ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے موقع کو ملاحظہ فرما کر یہ فیصلہ فرمایا کہ پہلے زبیر رضی اللہ عنہ دیدے تھوڑا تھوڑا پانی تاکہ اس کے درختوں کی جڑیں کچھ نم ہوجائیں۔ سوکھ نہ جائیں اور پھر ان کا ساتھی پانی اپنے باغ میں لے لے، پورا پورا پانی لے سکتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد جب وہ پانی دے چکے تو جتنی کسر رہ گئی تھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ میں وہ کسر پھر بعد میں پوری کرلیں۔

دوسرے شخص کا نام ذکر نہ کرنے کی وجہ

محدثین رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کا نام نہیں لکھتے کہ جب آدمی تھا

کون؟ کیوں نہیں لکھتے، اس واسطے نہیں لکھتے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے موقعہ کو ملاحظہ فرما کر یہ بتلایا کہ پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھوڑا تھوڑا پانی لے لیں۔ زیادہ ضرورت ان کی پوری ہو جائیں۔ جڑیں بھیگ جائیں اور پھر اس کے بعد جو پانی زیادہ دینا ہو تو وہ اپنے ساتھی کے باغ میں پانی دینے کے بعد دیدیں۔ یہ گویا کہ مصالحت کی صورت تھی۔ اس شخص نے اس فیصلہ کو سن کر یہ کہا کہ جی ہاں آپ تو کہیں گے ہی زبیر رضی اللہ عنہ کو کہ وہ پہلے پانی دیدے پھوپھی زاد بھائی ہیں نا وہ آپ کے تو۔ یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کو ذاتی محبت اور تعلق پر محمول کیا کہ انصاف نہیں کیا بلکہ لحاظ کیا ہے پھوپی زاد بھائی کا۔ اس لحاظ میں آپ نے فیصلہ کیا ہے۔ چونکہ جواب اس شخص نے ایسا سخت دیا تھا اس وجہ سے حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہ اس کا نام ہی نہیں لکھتے کہ کون تھا وہ؟ کوئی کہتا ہے کہ یہودی تھا کوئی کہتا ہے کہ منافق تھا۔ کون تھا؟ جو بھی تھا اللہ خطا کو معاف کردے۔ اس کا نام بتاویں گے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ حضرات کے ذہن میں اس کی برائی بیٹھ جائے گی کہ دیکھو حضور اکرم ﷺ کے فیصلے پر اس نے یوں کہا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا ایسا ہے؟ پھوپی زاد بھائی کی میں نے رعایت کی ہے؟ میں نے حق کا فیصلہ نہیں کیا ہے تو کوئی اور بھی حق کا فیصلہ کرنے والا ہے میں حق کا فیصلہ نہیں کروں گا قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی۔

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ۔ الخ" یہ

طے کر لینا کہ جو کچھ بھی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے وہ حق ہے میں اسی کو مانوں گا اسی پر عمل کروں گا۔ جب ایمان کے معنیٰ ہی یہ ہیں تو ظاہر بات ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے فیصلہ سے جو شخص روگردانی کرے، آپ فیصلے کو دل سے قبول نہ کرے، تردد رہے اس کو، اور سوءِ ظن رکھے تو "لَا یُؤمِنُونَ" میں تو داخل ہو ہی جائے گا، وہ مومن کہاں ہے۔

بس یہ ایک ایسی کسوٹی بیان کردی گئی۔ قرآن کریم میں ہے کہ ہر ایک کے فتوی سے

بے نیاز ہو کر کہ کس نے کس کو فتویٰ دیا کفر کا کس نے دیا ایمان کا ان چیزوں سے ہٹتے ہوئے ہر شخص تنہائی میں بیٹھ کر غور کرے کہ جو احکام حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ احکام آیا میں تسلیم کر رہا ہوں؟ میرے دل میں تو کوئی تردد نہیں اس کے بارے میں۔ ہر ایک اس بارے میں غور کرے۔

فتویٰ کفر کے بارے میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

رہا فتووں کا قصہ۔ تو ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کا تذکرہ تھا اہل علم متعدد تھے۔ فلاں شخص نے فتویٰ دیا فلاں کے خلاف۔ فلاں شخص نے فتویٰ دیا فلاں کے کفر کا۔ تھوڑا وقت اس میں خرچ ہوا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بولے کاہے میں آپ لوگ لگ رہے ہیں؟ قیامت میں جو بخشش ہوگی تمہارے فتووں سے پوچھ پوچھ کر نہیں ہوگی جس کی بخشش کا فتویٰ دو اس کی بخشش ہو اور نہ فتویٰ دو تو نہ ہو۔ ایسا نہیں ہوگا۔ ایسے بھی لوگ ہوں گے جن کو تم پکا کافر کہتے ہو۔ خدا کی قسم کھلے جنت میں جائیں گے وہ۔ ایسی بخشش ہوگی۔ تم ان کو فتویٰ دیتے ہو کفر کا، پکا کافر بتاتے ہو حالانکہ وہ کھلے جنت میں جائیں گے۔

فتویٰ کفر کی ضرورت

ہاں کبھی کبھی شریعت کے نظام کو سنبھالنے اور برقرار رکھنے کے لئے فتویٰ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو یہ نہ سمجھو کہ جس کے متعلق تم نے فتویٰ لکھ دیا بس وہ بالکل کافر ہو گیا۔ ایمان سے خارج ہی ہو گیا بلکہ شریعت کے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے ضرورت پیش آتی ہے فتویٰ دینے کی۔ فتویٰ نہ دیا جائے تو نظام سب گڑبڑ ہو جائے گا۔ نہیں تو لوگ کیا کیا کہتے پھریں کفر کو ایمان بتانے لگیں تو ضرورت پیش آتی ہے اس کی۔

....

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق سخت فتویٰ

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ یہ سلسلہ سہروردیہ کے امام تھے۔ یہ معاصر ہیں حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بہت سخت فتویٰ دیتے تھے کبھی زندیق کا، اور جس وقت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو کہا کہ ولی کامل کا انتقال ہوگیا۔ قطب کا انتقال ہوگیا تو لوگوں نے کہا کہ ہائیں؟ ان کی زندگی میں تو آپ انہیں زندیق اور کافر کہتے رہے اور آج یہ کہہ رہے ہیں فرمایا کہ ہاں ایسی ہی بات ہے۔ وہ بہت اونچے آدمی تھے۔ باتیں تمہاری سمجھ سے اونچی کرتے تھے ان کے اوپر جذب کا اثر ہوگیا تھا۔ تم لوگ ان کی باتوں کو سمجھتے نہیں تھے ان کی ظاہری باتوں کو دیکھ کر تم ضرور کافر ہو جاتے۔ اس واسطے تمہیں روکا تھا ان کے پاس جانے سے۔ کبھی فتویٰ دینے کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے۔ بہر حال یہاں تو فتویٰ کی بات نہیں ہے بات تو اتنی ہی ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے حکم کو آپ کے فیصلہ کو جو نہ مانے اس کا کیا حال ہے؟ بہت مشہور واقعہ ہے۔

ایک منافق اور یہودی کا فیصلہ عدالت فاروقی میں

ایک منافق اور ایک یہودی ان دونوں کے درمیان کوئی نزاع تھا۔ اس نزاع کا فیصلہ کرانے کے لئے منافق تو کہتا تھا کہ چلو فلاں شخص کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے اور یہودی کہتا تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے فیصلہ کراؤں گا۔ وہ جانتا تھا اگر چہ وہ یہودی۔ یہودی ہی تھا ایمان نہیں لایا تھا۔ مگر اس کے جی کے اندر یقینی طور پر یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ جو فیصلہ کریں گے وہ صحیح کریں گے۔ اس لئے وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اور وہ دوسرے شخص کے پاس۔ لیکن حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے فیصلہ کرایا۔ حضور اقدس ﷺ نے فیصلہ کر دیا۔ اس پر

یہودی کو برحق قرار دیا۔ یہودی کے حق میں فیصلہ ہوگیا۔ پھر اس منافق نے کہا کہ یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہوا۔ چلو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے اب آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ فیصلہ کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: کہ جو حضور اقدس ﷺ نے فیصلہ کیا وہی صحیح ہے، ٹھیک ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا بات ہے کس طرح سے قصہ ہوا؟ اس منافق سے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فیصلہ فرمادیا تھا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی گئے تھے کہا کہ ہاں صحیح ہے تو پھر اب کاہے کے لئے آئے ہو؟ آپ سے فیصلہ کرانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ صحیح فیصلہ کیجئے۔ انہوں نے کہا ٹھہر جاؤ۔ میں آتا ہوں ابھی، گھر میں سے ہو کر تلوار لے کر آئے کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کے فیصلے کو نہ مانے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا تو فیصلہ یہ تلوار کرے گی اور اس منافق کا سر قلم کر دیا کہ جو حضرت نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے۔ یہی یہ بات۔ حق تو یہی ہے۔ اس واسطے اس شخص کا نام نہیں لیتے۔ محدثین رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ آدمی تھا کون؟ کبھی آپ لوگ تلوار لے کر پہونچ جائیں اس کے پاس فیصلہ کرنے کے لئے کہ تو نے حضور اقدس ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

اپنے اپنے ایمان کا جائزہ

خیر میرے کہنے کا مقصود تو یہ ہے کہ ہر شخص تنہائی میں بیٹھ کر اس آیت کی روشنی میں اپنے ایمان کا جائزہ لے۔ کتنے احکام ایسے ہیں کہ محض اس نسبت سے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے۔ خوشدلی کے ساتھ میں قبول کر لیتا ہوں اور کتنی چیزیں ایسی ہیں کہ جنکی وجہ سے دل میں تنگی محسوس ہوتی ہے یہ حکم نہ ہوکر یہ حکم ہوتا تو اچھا تھا۔ اس بات کو دیکھنا ہے۔ سخت ترین گرمی ہو کہیں لو چلتی ہو، ٹھنڈا پانی بھی میسر نہ آتا ہو۔ رمضان کا مہینہ ہو، روزہ رکھنے میں کچھ تنگی

تو محسوس نہیں ہوتی؟ جی میں خیال تو نہیں آتا کہ اس موسم میں روزہ نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ٹھنڈے موسم میں کر لیتے تو اچھا تھا۔ ایسا تو نہیں۔ زکوٰۃ وصدقات دینے کے واسطے بڑی رقم بنتی ہے زکوٰۃ کے لئے۔ جی میں آتا ہے کہ اتنی بڑی رقم نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ اسی طریقہ پر جو احکام تکلیفیہ انسان کے اوپر وارد ہیں ان پر غور کرے کہ آیا خوشدلی کے ساتھ اس کو قبول کر رہا ہے۔ یا تنگی کے ساتھ۔ اگر تنگی کے ساتھ قبول کرتا ہے۔

تو "ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ"۔ جی کے اندر بھی کوئی تنگی محسوس نہ ہو ایمان کی بات تو یہ ہے جب ایمان کی کسوٹی قرآن پاک میں بتا دی گئی۔ ہر شخص اپنے اپنے ایمان کو اس کے اوپر کس کے دیکھ لے ایمان کو ویسے ہی نہ چھوڑ دے کہ باپ دادا کے وقت سے مسلمان چلے آرہے ہیں کلمہ پڑھا تھا بچپن میں۔ بس ہم مسلمان ہیں ٹھیک ہے ہم بھی یوں نہیں کہتے کہ اسلام معتبر نہیں۔ باقی ایک کسوٹی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی ہے قرآن کریم میں۔ اس کے اوپر کس کر دیکھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

نمازوں کا جائزہ

بچپن کی باتیں تو بچپن ہی کی ہوتی ہیں ناسمجھی کی ہوتی ہیں اور بسا اوقات بڑے ہوتے ہوتے اس میں تغیرات کافی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جنہوں نے بچپن میں نماز سیکھی تھی اور اس کے بعد پھر اس کا جائزہ نہیں لیا گیا کسوٹی پر نہیں پرکھا کہ یہ نماز صحیح ہے یا نہیں؟ جیسی سیکھی تھی اسی طرح سے پڑھتے چلے آرہے تھے تو جو غلطی بچپن میں دماغ میں جم گئی بیٹھ گئی، چڑھ گئی وہ ابھی تک باقی رہتی ہے۔ تبلیغی سلسلے میں ایک جگہ جانا ہوا وہاں نماز سنی گئی۔ التحیات سورۃ، دعائے قنوت۔ ایک شخص سے سنی اس نے کہا:

"نَكْفُرُكَ وَلَا نَشْكُرُكَ"۔

اس نے لا کا محل بدل دیا۔ اس طرح سے سنا "وَلَا نَشْكُرُكَ نَكْفُرُكَ"۔

اصل الفاظ کا تو مطلب یہ ہے کہ اللہ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کفر نہیں کرتے ہیں اور اس نے "لا" کو داخل کر دیا شکر پر۔ اب مطلب اس کا یہ ہوا کہ اے اللہ! ہم تیرا شکر نہیں کرتے ہم کفر کرتے ہیں۔ اب جب خدا کے سامنے آدمی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو کر یہ کہے گا کہ اے اللہ ہم تیرا شکر نہیں کرتے کفر کرتے ہیں آپ بتائیے کیا حال ہوا اس کا؟ اور جب اس کو معلوم ہوا کہ اس طرح سے معنیٰ بگڑ گئے تو وہ رویا افسوس کیا کہ بچپن سے ہم اسی طرح نماز پڑھ رہے ہیں اور خدا جانے کتنی غلطیاں ہونگی۔ قرآن پاک کس کس طرح سے زبان پر چڑھا ہوا ہوتا ہے۔

قرآن پاک سنانے کی ضرورت

اسی لئے ضروری ہے کہ رمضان شریف میں تراویح میں قرآن پاک سنایا جائے، آپس میں دور کیا جائے، چرچہ کیا جائے، کوئی اس کو سنا رہا ہے کوئی اس کو سنا رہا ہے کوئی دیکھ کر سن رہا ہے کوئی نماز میں سن رہا ہے یہ چرچہ عام ہونا چاہئے غلطی ہو تو اس کو ٹوک دیا جائے بتا دیا جائے کہ یہ لفظ اس طرح ہے اس طرح نہیں۔ بہت غلطیاں ہوتی ہیں اس واسطے جو چیز بچپن میں سیکھی تھی جب کہ آدمی مکلف بھی نہیں تھا احکام شرعیہ کا۔ اگر غلطی سیکھنے کے وقت ہی زبان پر آ گئی تو وہی بڑھتی چلی جائے گی۔ اگر اس وقت استاذ نے بتانے والے نے صحیح بتایا تھا لیکن بعد میں اس کے یاد کرنے میں غلطی ہو گئی تو وہ بڑھتی چلی جاتی ہے اس لئے اس کو صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ بتائیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق تو اس کا احتمال نہیں تھا کہ آپ کی زبان مبارک پر قرآن شریف کا کوئی لفظ غلط آ جائے گا۔ اس کا تو امکان نہیں تھا لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو رمضان میں قرآن سنایا کرتے تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سناتے تھے حضور اقدس ﷺ کو انہیں دونوں کو ملا کر دور کا استحباب علماء نے نکالا کہ دور کیا جائے اس واسطے قرآن شریف کو بھی پڑھتے رہنا چاہئے۔

....

دلوں کا زنگ دور کرنا

اور حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ ہر چیز کو زنگ لگ جاتا ہے قلب کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اس زنگ کو صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اس کی صفائی کیسے ہوگی؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "لا الہ الا اللہ" کثرت سے پڑھا کرو، "لا الہ الا اللہ" کثرت سے پڑھو گے تو جو قلب کے اوپر زنگ لگ گیا تو وہ زنگ آہستہ آہستہ رفع ہوتا جائے گا۔

اپنے اپنے ایمان کی فکر

تو اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا ہمارا ایمان اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے یا نہیں اور کوشش کی ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنے ہی ایمان کو دیکھے، دوسرے کے ایمان کی فکر نہ کرے۔ ہمارے یہاں بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ اپنے ایمان کی فکر نہیں ہوتی۔ دوسرے کے ایمان کی فکر ہوتی ہے۔ طعنہ دیں گے تو دوسرے کو دیں گے فتویٰ دیں گے تو دوسرے کو دیں گے۔ خود اپنے حالات پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر شخص اپنے خیالات پر نظر کرے۔ قیامت میں سوال جو ہوگا ہر شخص تن تنہا آکر حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس سے پوچھا جائے گا۔ اس وقت کوئی ایسا آس پاس بھی نہیں ہوگا کہ دیکھ لیا اور آنکھ کے اشارہ سے کچھ اس سے جواب معلوم کرلیا۔ تنہا حشر میں جواب دینا ہوگا اس لئے اپنے اپنے ایمان کے فکر کی ضرورت ہے۔ اور بھئی سب کو کرنا چاہئے۔ آج ۲۵ رویں شب ہے، کیا بعید ہے کہ آج ہی شب قدر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ بہر حال مظنہ ہے دعا ضرور کرنی چاہئے۔

دعا حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا الخ۔ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

اے پاک پروردگار! ہمارے قلوب کو پاک وصاف کردے۔ یا اللہ دنیا کی قسم قسم کی خرابیاں ہمارے دل کے اندر بھری ہوئی ہیں اے اللہ تو ان سے ہمارے دلوں کو پاک کردے۔ ان کو نکال دے۔ الہ العالمین! اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکام پر پورا پورا یقین نصیب فرما۔ یا اللہ! ہر قسم کی تنگی سے بچاتے ہوئے شرح صدر کے ساتھ قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔ یا اللہ! ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے اکابر کے بھی بدنامی کے باعث بن رہے ہیں۔ الٰہی ہمارے حال کو درست فرمادے۔ ہمیں اخلاق فاضلہ نصیب فرمادے۔ اے پاک پروردگار! اعمال صالحہ نصیب فرمادے۔ الہ العالمین! آج دنیا وہ چیز نہیں دیکھتی جو قرآن میں ہے وہ ہمارے عمل کو دیکھتی ہے۔ ہمارا عمل نہایت خراب نہایت گندہ جس کی وجہ سے وہ قرآن سے بھی بدظن ہو رہی ہے۔ اور ایمانیات سے بھی بدظن ہو رہی ہے۔ اے الہ العالمین! ہماری اصلاح فرمادے۔ یا اللہ! ان مبارک راتوں سے ہمیں محروم نہ فرما۔ اے خدائے پاک! اپنے حضرت نبی کریم ﷺ کی لاج رکھتے ہوئے ہمارے سارے گناہوں کو معاف فرما۔ یا اللہ! ہمارے قلوب میں ایمان کا نور عطا فرما۔ یا اللہ! ہم کو اعمال صالحہ اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہماری زندگیوں کا ہر گوشہ حضور اقدس ﷺ کی سنتوں سے منور فرمادے۔ یا اللہ! ہر قسم کی بدعت سے حفاظت فرما۔ یا اللہ! ہر قسم کی معصیت سے حفاظت فرما۔ ظاہری گناہوں سے بھی حفاظت فرما، باطنی گناہوں سے بھی حفاظت فرما۔ اے خدائے پاک! حق شناسی کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ بڑوں کے حقوق پہچاننے، چھوٹوں کے حقوق پہچاننے اور ان کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! ہمارے مدراس کی حفاظت فرما۔ ہمارے اکابر کی حفاظت فرما۔ ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما۔ ہمارے عام مسلمان بھائیوں کی حفاظت فرما۔ ہماری مساجد کی

حفاظت فرما۔ ہمارے مقابر کی حفاظت فرما۔ اے خدائے پاک تیرے سوا ہماری کوئی حفاظت کرنے والا نہیں۔ یا اللہ رحم فرما۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وصحبہ و اتباعہ وسلم تسلیما کثیراً کثیرا۔